ملفوظات

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ

مصنف:
حضرت بدرالدین اسحٰقؒ

اَسرارُالاولیاء

(اُردو ترجمہ)

ملفوظات

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

مصنف

حضرت بدرالدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

پروفیسر محمد معین الدین دردائی (ایم اے علیگ)

یو۔ پبلشرز

5 یوسف مارکیٹ' غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

042-7241778

نام کتاب	ملفوظات حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ
مصنف	حضرت بدرالدین اسحٰقؒ
مترجم	پروفیسر محمد معین الدین دردائی (ایم۔اے علیگ)
اہتمام	عُبیداللہ چوہدری
اشاعت	2007ء
کمپوزنگ	اے اے کمپوزنگ سنٹر
مطبع	حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور
ناشر	یو۔پبلشرز' لاہور
قیمت	=/150 روپے

لیگل ایڈوائزر — چوہدری عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ' ہائیکورٹ۔لاہور

فہرست

چھٹی فصل

ساتویں فصل

ستر ہویں فصل

اٹھارہویں فصل

انیسویں فصل

بیسویں فصل، کشف و کرامت

اکیسویں فصل

بائیسویں فصل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ملفوظات بابا فریدالدین گنج شکرؒ

پیشِ نظر کتاب اَسرار الاولیاء حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات پر مشتمل ایک مستند کتاب ہے جسے ان کے خلیفہ خادم اور داماد حضرت بدر اسحٰق قدس اللہ سرہ العزیز نے بہت ہی احتیاط اور اہتمام سے مرتب فرمایا تھا۔ اس کی اہمیت اس وجہ سے اور بھی بہت زیادہ ہوگئی ہے کہ یہ سب سے پہلی مرتبہ اُردو داں طبقہ کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔ صوفیاء اور اہلِ سلوک اس کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ کتاب بائیس فصلوں میں منقسم ہے اور ہر فصل میں تصوّف کے کسی ایک موضوع پر بہت تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن شریف اور حدیث کے حوالوں سے اس کی اہمیت پر خاطر خواہ بحث کی گئی ہے۔ درمیان میں اکثر وہ واقعات بھی آ گئے ہیں جن سے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کو خود سابقہ ہوا تھا۔

اس کا ترجمہ برصغیر ہندو پاک کے مشہور ادیب اور محقق پروفیسر محمد معین الدین دردائی صاحب ایم۔ اے علیگ نے کیا ہے جو نہ صرف لذّت آشنائے علم وفن ہیں بلکہ بحرِ تصوّف کے بھی شناور ہیں اور کچھ عرصہ قبل تاریخ سلسلہ فردوسیہ جیسی ضخیم اہم اور مستند کتاب تصنیف کر چکے ہیں۔

پروفیسر دردائی اپنی زبان کی لطافت سلاست اور شگفتگی کے لئے اپنے معاصرین میں بہت زیادہ مشہور ہیں۔ اس ترجمہ میں انہوں نے اپنی اس خوبی کا پورا مظاہرہ کیا ہے۔ ترجمہ حد درجہ رواں عام فہم سلیس اور شگفتہ ہے۔ کہیں پر ابہام کا پتہ نہیں ملتا۔ پڑھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی دلچسپ مذہبی قصہ پڑھ رہا ہے جس کا ایک ایک لفظ دل میں بیٹھتا جارہا ہو۔ اس کے پڑھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ تصوّف اور مذہب کے بارے میں بہت کچھ آگاہی ہوگئی۔ خصوصیت کے ساتھ توکل پر تو اس کتاب میں ایسی مدلّل تفصیلی اور دل کش بحث ملتی ہے کہ پڑھنے والے کو اپنی ناکامی اور حرماں نصیبی کا کبھی احساس نہیں رہ سکتا۔

صوفیاء کرام کے حالاتِ زندگی اور تعلیمات سے متعلق ہمارا ادارہ طبقات الاولیاء اور

سفینۃ اولیاء جیسی مستند اور نادر کتابیں قبل بھی مترجمین سے ترجمہ کرا کے اُردو دان حلقہ میں پیش کر چکا ہے۔ طبقات الاولیاء کے مصنف حضرت عبدالوہابؒ شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ ہیں جس کا ترجمہ مولوی عبدالغنی وارثی مرحوم سابق اکاؤنٹنٹ جنرل دولت آصفیہ حیدرآباد دکن نے بڑی احتیاط کے ساتھ فصیح اُردو میں کیا ہے۔ وارثی صاحب خود چونکہ لذت آشنائے علم ولائت تھے اس لئے ان کے قلم میں حد درجہ زور پیدا ہو گیا ہے۔

سفینۃ الاولیاء کے مصنف شہزادہ دارہ شکوہ ہیں اور اس کے مترجم مولانا محمد علی لطفی ہیں۔ اس کتاب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، اُمہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ائمہ اثناء عشرہ، خلفاء راشدینؓ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر اولیاء کرام کے حالاتِ زندگی بڑی تفصیل سے پیش کئے گئے ہیں۔ عقیدت اور محبت میں ڈوبے ہوئے قلم اور مستند تاریخ کی کسوٹی پر کسے ہوئے حالات نے اس کتاب کو بہت زیادہ اہم بنا دیا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مقامِ پیدائش، تاریخ وفات اور پیدائش کی صحت اور مستند ہونے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

اسی سلسلۂ صوفیاء کرام کی تیسری کڑی اَسرار الاولیاء ہے جسے اس وقت ہمارا ادارہ آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اس کے علاوہ انسان کامل از عبدالکریم الجیلی اور تعلیمِ غوثیہ از سید غوث علی شاہ پانی پتی اور سیر الاقطاب جیسی نادر کتابیں شائع کی ہیں۔ مستقبل قریب میں علامہ ابن عربیؒ کی اشاعت پیشِ نظر ہے۔

یُو پبلشر اور اس کے منتظمین کا مقصد مذہب و تصوّف اور علم و ادب کی خدمت کرنا ہے اور انشاء اللہ ہم لوگ اپنی پوری جاں فشانی اور کاوش سے کرتے رہیں گے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰه

ناشر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

از: مولانا معین الدین دردائی (ایم۔اے)

تمہید

مشائخ چشت میں شیخ العالم حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کا بہت بلند اور ممتاز مقام ہے۔ اجودھن (موجودہ پاک پٹن شریف) جہاں آپ کی خانقاہ اور مزار مبارک ہے کئی سو سال سے مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ ان کی زندگی میں ہزاروں اشخاص ان کی صحبت سے رُوحانی سکون حاصل کرتے رہے اور سینکڑوں گُم کردہ راہ اپنی منزل کا صحیح نشان پاتے رہے اور آج بھی لاکھوں پریشان دلوں کے لئے وہ باعثِ تسکین وطمانیت بنا ہوا ہے۔

بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے اپنے پچانوے سال کی زندگی میں بہت سے انقلابات دیکھے۔ ۵۸۴ھ سے ۶۷۹ھ کا زمانہ برصغیر پاک وہند کا ایک غیر معمولی اور قابلِ ذکر دَور گزرا ہے۔ خاندانِ غزنویہ کا زوال' غوریوں کا عروج اور شمالی ہندوستان میں ترکوں کا تسلّط سب کچھ اسی عرصہ میں ہوا اور اُنہوں نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انہوں نے وہ منظر بھی دیکھا کہ مغلوں کی وحشی فوج ہندوستان کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے اور ان کی دہشت اور خوف سے لوگ سہمے جا رہے ہیں اور وسط ایشیا سے مہاجرین کے قافلے جوق در جوق آ کر برّصغیر پاک و ہند میں سکونت پذیر ہو رہے ہیں۔ شہاب الدین غوری کے قتل کے وقت ان کی عمر تیس سال کے قریب تھی اور جب بلبن تخت نشین ہوا تو اس وقت وہ نوّے سال کے تھے۔ غرض اس سیاسی افراتفری کے دوران میں ان کی زندگی ہندوستان کی رُوحانی تاریخ کا ایک اہم کردار ادا کر رہی تھی۔ اس وقت جب کہ ملک غوریوں کے اسلحہ کی جھنکار سے گونج رہا تھا' بابا صاحب سارے حالات سے بے فکر اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ پنجاب کے ایک دُور افتادہ مقام میں بیٹھے محبت' خدمت اور شفقت کا درس دے رہے تھے۔ آج شہاب الدین کے فتوحات قصہَ ماضی بن کر رہ گئے ہیں لیکن بابا

صاحب کا پیغامِ محبت اب بھی زندہ ہے اور برابر زندہ رہ کر لوگوں کے دلوں کو جوشِ ایمانی سے گرماتا رہے گا۔

سلسلہ چشتیہ میں بابا صاحبؒ ایک انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔ وہ ایک بڑے صوفی بزرگ کے مرید اور ایک بڑے صوفی بزرگ کے مرشد تھے۔ چشتیہ سلسلہ کا تخم برصغیر میں حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتیؒ نے لگایا' خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اس کی آبیاری کی اور اس کو پروان چڑھایا اور خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے اس کو ایسا تناور اور گھنا درخت بنا دیا کہ اس کی شاخیں صرف برصغیر پاک و ہند کے چپہ چپہ میں نہیں بلکہ بیرونِ ممالک میں بھی سایہ فگن ہیں۔

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے حالاتِ زندگی

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے جدّ امجد فرخ شاہ ملک کابل کے حاکم تھے۔ آپ کے والد شیخ کمال الدین سلیمان' سلطان شہاب الدین غوری کے عہد سلطنت میں کابل سے ملتان آئے اور بادشاہ نے قصبہ کھتوال (جو ملتان کے قریب ہے) کا قاضی بنایا اور قاضی کمال الدین سلیمان وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ وہاں آپؒ کی شادی حضرت وجیہ الدین خجندی کی صاحب زادی فرسم بی بی سے ہوئی جس سے تین صاحب زادے پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام فرید الدین محمود اور منجھلے کا اسم گرامی فرید الدین مسعود اور چھوٹے کا نام نجیب الدین متوکل تھا۔

حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی پیدائش بمقام کھتوال ہجری ۵۸۴ھ میں ہوئی اور ابتداء میں اپنی والدہ ماجدہ سے جو ایک ولیہ کاملہ تھیں تعلیم حاصل کرتے رہے اور اس ابتدائی تعلیم و تربیت نے حضرت بابا کی منزل کا تعین کر دیا۔ کھتوال میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بابا فرید الدین گنج شکرؒ مزید تعلیم کے لئے ملتان روانہ ہو گئے۔ وہ اس وقت تقریباً اٹھارہ برس کے تھے۔ ملتان میں وہ اس مدرسے میں داخل ہوئے جو مولانا منہاج الدین ترمذی کی مسجد میں واقع تھا۔ اس مسجد میں پہلی مرتبہ اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ وہ اس وقت نافع کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک درویش یکایک وہاں آئے اور پوچھا۔ ''کیا پڑھ رہے ہو''؟ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے ان کی طرف عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا: ''نافع پڑھ رہا ہوں''۔ درویش نے مسکرا کر جواب دیا: ''یہ کتاب تم کو انشاء اللہ نفع دے گی''۔ یہ کہنا تھا کہ بابا صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور وہ دوڑ کر قدموں سے یہ کہتے

ہوئے لپٹ گئے۔ اس کتاب سے نہیں بلکہ آپ کے فیضِ اثر سے نفع ہوگا۔ اور یہ شعر پڑھے:

مقبول تو خبر مقبل جاوید نہ شد وز لطف تو ہیچ بندہ نومید نہ شد
غوثت یک دم ذرہ پیوست ولے کان ذرہ بہ از ہزار خورشید نہ شد

بعد میں بابا صاحب کو جب معلوم ہوا کہ یہ درویش اس دَور کے مشہور صوفی بزرگ حضرت قطب الدین بختیارؒ اوشی ہیں تو وہ ان کے حلقۂ ارادت میں شریک ہوگئے اور جب ملتان سے جانے لگے تو انہوں نے ساتھ چلنے کی درخواست کی لیکن بقول تاریخ فرشتہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا: ''بابا فرید! اس تجربہ میں بھی چند روز علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول رہ اور اس کے بعد دہلی کی طرف آکر میری صحبت میں قیام کر کہ بزرگوں نے کہا ہے ''زاہد بے علم مسخر شیطان ہوجاتا ہے۔''

حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے اپنے پیر کے حکم کے مطابق قندھار جاکر پانچ برس علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ تاریخ فرشتہ کا بیان ہے کہ جب بابا صاحب تعلیم کی تکمیل کر کے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت میں دہلی تشریف لائے تو حضرت خواجہ ان کے آنے سے بہت مسرور ہوئے اور غزنین دروازہ کے قریب ان کے لئے ایک حجرہ معین فرمایا اور ان کی تربیت اور تہذیب میں مشغول ہوگئے۔

کچھ عرصہ کے بعد آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے رخصت ہوکر ہانسی چلے گئے اور وہیں قیام فرما ہوئے۔ پھر خواجہ کے انتقال کے بعد دہلی آئے اور حضرت خواجہ کے خرقہ، عصا اور مصلیٰ سے اختصاص پاکر خواجہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا پھر وہاں سے کچھ ہی دنوں میں ہانسی واپس تشریف لے گئے۔ ہانسی میں خلقت کا اتنا رجوعہ شروع ہوا کہ آپ کی عبادت میں سخت خلل پڑنے لگا۔ اس لئے ہانسی میں اپنی جگہ پر اپنے محبوب مرید اور خلیفہ شیخ جمال الدین ہانسوی کو چھوڑ کر خود ایسی جگہ کی تلاش میں نکلے جو بالکل سنسان ہو اور جہاں خلقت زیادہ مخل نہ ہو، سفر کرتے ہوئے دیپال پور کے قریب قصبہ اجودھن میں پہنچے جو جنگلوں سے بھرا ہوا تھا اور وہاں کے لوگ بھی بڑے کج خلق، بدمزاج اور زاہد عالم سے بے غرض تھے۔ اسی جگہ کو منتخب کر کے اقامت گزیں ہوگئے اور قدرت نے اس طرح ایک ویرانے کو بدوش ثریا کردینے کا انتظام کردیا۔

اجودھن پہنچنے کے بعد حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے شادی کی اور وہیں آپ کو

پروردگار نے فرزند عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے جامع مسجد کے قریب ایک حویلی اپنے اہل و عیال کے لئے بنالی اور خود اسی مسجد میں عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت باباؒ پر جادو کا اثر

حضرت شیخ نصیر الدین محمد اودھی اپنے پیر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کو سخت مرض لاحق ہوا۔ آپ نے اپنے مرید حضرت نظام الدینؒ اولیاء اور فرزند شیخ بدرالدین سلیمان کو مشغولی حق کے واسطے اشارہ فرمایا۔ یہ لوگ حکم کے مطابق مشغول حق ہوئے۔ اُسی رات کو شیخ بدرالدین سلیمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ پر شہاب الدین جادوگر کے لڑکے نے جادو کیا ہے چنانچہ اس کا مداوا کیا گیا اور وہ بفضل خدا صحت یاب ہوئے۔ اجودھن کے حاکم کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ بہت برہم ہوا۔ اس نے شہاب الدین ساحر کے بیٹے کو پابہ زنجیر کر کے حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں بھیج دیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ اگر حکم ہو تو اس کی گردن اُڑا دوں؟ شیخ نے جواب دیا کہ جب شافی حقیقی نے مجھے صحت بخش دی تو میں اس کے شکرانے میں اُس کا گناہ معاف کرتا ہوں' آپ بھی اس کی خطا بخش دیں۔

گنج شکر کا لقب اور اس کی وجہ تسمیہ

حضرت شیخ فرید الدین مسعودؒ کا لقب گنج شکر ہے۔ اس لقب کے بارے میں تاریخ حاجی محمد قندھاری میں لکھا ہوا ہے کہ جن دنوں شیخ دہلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی ملازمت میں رہتے تھے ایک روز برسات کے موسم میں پاؤں میں کھڑاؤں پہن کر اپنے پیر کی خدمت میں جا رہے تھے اور چونکہ سات روز سے شیخ نے روزے کے سبب کچھ تناول نہ فرمایا تھا ضعف نہایت غالب تھا' پھسل کر کیچڑ میں گر پڑے۔ کچھ مٹی آپ کے دہن مبارک میں چلی گئی اور حکمِ خدا سے وہ شکر ہو گئی۔ جب شیخ اپنے پیر کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے فرمایا۔ ''اے فرید! تھوڑی مٹی تمہارے دہن میں پہنچ کر شکر ہو گئی۔ کیا تعجب ہے کہ قادر ذوالجلال نے تیرے تمام جسم کو گنج شکر کیا ہو اور وہ اپنے فضل سے تجھے شیریں رکھے گا۔'' اسی وقت سے آپ گنج شکر کے لقب سے ساری دنیا میں مشہور ہو گئے۔

تاریخ فرشتہ اپنے زمانے کے مشائخ کے حوالے سے گنج شکر کی وجہ تسمیہ دوسری لکھتا

ہے۔ تاریخ فرشتہ لمعہ اوّل میں ہے کہ: شیخ کو لڑکپن میں جس طرح کہ لڑکوں کی عادت ہوتی ہے شیرینی کی طرف بہت رغبت تھی۔ آپ کی والدہ نے ارادہ کیا کہ یہ صبح کی نماز کی عادت ڈالیں۔ اپنے نورِ عین سے فرمایا کہ اے فرزند جو شخص صبح کی نماز سویرے ادا کرتا ہے حق تعالیٰ اسے شکر عنایت فرماتا ہے اور آپ یہ کیا کرتی تھیں کہ شکر کی ایک پڑیا لپیٹ کر آپ کے سرہانے رکھ دیتی تھیں۔ شیخ بعد فراغتِ نماز اپنے سرہانے سے شکر اٹھا کر نوش فرماتے تھے یہاں تک کہ حضرت کا سِن بارہ برس کا ہو گیا۔ آپ کی والدہ نے یہ خیال کر کے کہ لڑکا بفضلہٖ ہوشیار ہو گیا ہے اب شکر رکھنے کی کیا ضرورت ہے، شکر رکھنا موقوف کر دیا لیکن قدرت کی طرف سے برابر شکر ان کو وہاں سے ملتی رہی۔ آپ کی والدہ نے ایک مرتبہ پوچھا۔ ''فرزند! تجھے شکر ملتی ہے؟'' شیخ نے کہا۔ ''ہاں برابر ملتی ہے۔'' وہ عفیفہ سمجھیں کہ شائد کوئی کنیز شیخ کے سرہانے شکر رکھ دیتی ہے۔ لیکن جب دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام مخلوق کا نہیں ہے۔ شیخ کے وفورِ اعتقاد اور حسنِ اخلاق کی برکت سے شکر کی یہ پڑیا غیب سے پہنچتی ہے۔ لہٰذا حضرت کا لقب گنج شکر ہوا۔

مرض الموت اور وصال

شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کو جب مرض الموت لاحق ہوا تو مجھ کو ماہ شوال ۶۷۹ھ خرقہ خاص دے کر دہلی کی طرف روانہ کیا۔ رخصت کرنے کے وقت آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جا تجھے خدا تعالیٰ کے سپرد کیا۔ حضرت نظام الدینؒ فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی میں پہنچا تو مجھے خبر ملی کہ شیخ کے مرض نے شدت اختیار کی ہے۔ چنانچہ ایک رات وہ بعد نماز عشاء بے ہوش ہوئے اور کچھ دیر بعد ہوش میں آ کر مولانا بدر الدین اسحٰقؒ سے پوچھا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھی؟ کہا ''ہاں۔''

احتیاطاً انہوں نے پھر دوبارہ نماز پڑھی۔ اسی طرح اس رات کو آپ نے تین مرتبہ نمازِ عشاء پڑھی اور فرمایا مولانا نظام الدینؒ دہلی میں ہے۔ میں بھی اپنے پیر خواجہ قطب الدینؒ کی رحلت کے وقت ہانسی میں تھا۔ اس کے بعد مولانا بدر الدین اسحٰقؒ کے کان میں آہستہ سے فرمایا میرے انتقال کے بعد وہ جامہ جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے مجھے پہنچا ہے مولانا نظام الدینؒ کے پاس پہنچا دینا۔ پھر وضو کر کے دوگانہ ادا کر کے سر سجدہ میں رکھا اور عین سجدہ میں رحلت فرمائی۔ یہ واقعہ پنج شنبہ کی رات محرم کی پانچویں تاریخ ۶۶۹ھ کا ہے، آپ کی پیدائش فرشتہ کے مطابق

۵۸۴ھ میں ہوئی تھی۔اس لحاظ سے آپ کا سن مبارک پچانویں برس ہوا۔

بابا فرید گنج شکر کا مکان

درباروں اور اُمراء سے دُور بابا فریدؒ اجودھن کی بڑی مسجد کے قریب ایک کچے مکان میں رہتے تھے اور اُمراء کے بار بار کے اصرار کے باوجود بھی انہوں نے اس کو اینٹ سے بنانے کی اجازت نہ دی۔ان کی زندگی کا مشغلہ ریاضت، عبادت اور خلائق کی غم گساری اور خدمت کرنا تھی۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی فقر میں گزاری۔کئی بار بادشاہوں اور وزیروں نے ان سے درخواست کی کہ اپنے اور خانقاہ کے اخراجات کے لئے جاگیر قبول کرلیں لیکن آپ کسی طرح راضی نہیں ہوئے۔

بابا صاحبؒ کا خاندان

خیرالمجالس کے مطابق حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی دو یا تین بیویاں تھیں۔ خیرالمجالس کے الفاظ ہیں ''دو یا سہ حرم بود'' اتنے بڑے خاندان کے ساتھ جب کہ فتوحات کا دروازہ بھی ایک عرصہ تک بند رہا اور کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا یقینی صبر آزما ہوگا۔وہ خود اور ان کے بیوی بچے زیادہ تر فاقہ سے رہتے تھے لیکن آپ کے سکون قلب میں کبھی فرق نہ آیا۔بیوی بچوں کے ساتھ آپ کے تعلقات عدل و محبت اور شفقت کے تھے۔آپ کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔جن کے نام یہ ہیں: خواجہ نصیرالدینؒ، خواجہ شہاب الدینؒ، شیخ بدرالدین سلیمانؒ، شیخ نظام الدینؒ، شیخ یعقوبؒ، بی بی منورہ، بی بی شریفہ، بی بی فاطمہ۔

غذا اور روزہ

بابا صاحبؒ مسلسل روزے رکھتے تھے۔سحری میں کچھ نہیں کھاتے تھے۔سارا دن عبادت اور ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔

معمولاتِ روزمرہ

بابا صاحب کی زندگی بڑی باقاعدہ تھی وہ اپنے معمولات پر بڑی سختی سے پابند رہتے تھے۔صبح اٹھ کر روزانہ غسل فرمانا ان کا معمول تھا۔وہ ہر روز صبح کی نماز کے بعد دو گھنٹے سجدے میں رہتے تھے۔جب وہ عبادت میں مشغول ہوتے تھے۔تو حجرے کا دروازہ بند ہو جاتا تھا اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ظہر کی نماز کے بعد بابا صاحبؒ ملنے والوں سے ملتے تھے اور جب

تک وہ ہر آنیوالے کے مسائل اور دشواریوں کو حتی الامکان حل نہیں کر لیتے اندر نہیں جاتے تھے۔

وہ فرمایا کرتے تھے "ریاضت میں کوئی مزہ اور مسرت نہیں اگر ایک بھی حاجت مند شخص دروازے پر موجود ہو۔ ہر شب افطار کے بعد وہ اپنے مخصوص مریدوں میں سے کسی کو بلا کر جماعت خانہ کے حالات دریافت فرماتے' آدھی رات تک آپ کے حجرے کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ اور لوگ اپنی ضروریات پیش کرنے اور دشواریاں دُور کرانے آتے تھے۔ ہمہ دم مجلس میں علمی' مذہبی اور رُوحانی چرچے رہتے تھے۔

باباصاحبؒ کی شاعری

باباصاحب کے دل میں جو سوز و گداز محبت اور شفقت کے بے پناہ جذبات بھرے ہوئے تھے اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ یہ جذبات کبھی نہ کبھی اشعار کی شکل میں اُبل پڑیں۔ چنانچہ یہی ہوتا تھا جب وہ جذبات سے مغلوب ہو جاتے تھے تو اکثر زبان مبارک سے اشعار نکل پڑتے تھے۔ امیر خوردؒ نے اپنی کتاب میں باباصاحب کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں۔ مثلاً۔

بقدر رنج یابی سروری را — بشب بیدار بودن مہتری را

تو گدائی دور باش از بادشاہ — تا نباید بر در تو دور باش

گر وصال شاہ میراری طمع — از وصال خویشتن مہجور باش

بابائے اُردو ڈاکٹر عبدالحق صاحب نے اپنی کتاب اُردو کی ابتدائی نشو نما میں صوفیائے کرام کا حصہ" میں آپ کے اُردو اشعار بھی درج کیے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

عشق کا رموز نیارا ہے — جز مدد پیر کے نہ چارا ہے

❁

وقتِ سحر مناجات ہے — خیر دران وقت کہ برکات ہے

نفس مبادا کہ بگوید ترا — حسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے

باش تنہا چہ روی زیر زمیں — نیک عمل کن کہ وہی سات ہے

پند شکر گنج بدل و جان شنو — ضائع مکن عمر کہ ہیہات ہے

گورو ارجن سنگھ نے ۱۶۰۴ھ میں گورو گرنتھ مرتب کی تھی اس میں ایک باب ہے "اشلوک شیخ فرید کے۔" ان اشلوکوں کے اصلی مصنف کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اسے

بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بعض اسے بابا صاحب کی اولاد حضرت شیخ ابراہیم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مصنف بابا فریدؒ کو اس بات سے اختلاف ہے کہ یہ اشلوک بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا کہ بابا صاحب نے اشلوک کہے تھے۔ دوسرے یہ کہ بابا صاحب اپنے کو ہمیشہ مسعود کہتے تھے فرید نہیں۔ تیسرے یہ کہ ان میں جو محاورات اور الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بابا صاحب کے بعد کے زمانے کے ہیں لیکن اقوال ضرور بابا صاحبؒ کے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ بابا صاحب کے بعد ان کے خاندان کے کسی مرد یا مرید نے بابا صاحب کے اقوال کو ملتانی بولی میں اشلوک کی شکل میں قلم بند کر لیا ہوگا جس کو مفید سبق آموز سمجھ کر گورو ارجن سنگھ نے اپنی مذہبی کتاب گورو گرنتھ میں شامل کر لیا ہے۔

اشلوک کی زبان ملتانی ہے جس میں عربی اور فارسی کے الفاظ کافی ملتے ہیں۔ اس کے موضوعات عشقِ الٰہی، صفائی باطن، مجاہدہ اور روحانی ترقی کے فوائد وغیرہ ہیں۔

جماعت خانہ اور خانقاہ کی ضرورت اور اہمیت:

ازمنہ وسطیٰ میں صوفیائے کرام ترکِ دنیا اور رہبانیت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور اجتماعی زندگی پر زور دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ترکِ دنیا سے خدمتِ خلق کا موقع نہیں ملتا اور کچھ نفس میں برتری بھی آ جاتی ہے۔ اجتماعی زندگی اسلام اور بانیٔ اسلام کے احکام اور زندگی کے عین مطابق تھی۔ اسی خیال کے تحت انہوں نے جماعت خانے اور خانقاہوں کی بنیاد ڈالی جہاں وہ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ ایک باقاعدہ عبادت اور ریاضت کی زندگی گزارتے تھے۔ وہاں مختلف مزاج اور مختلف رجحان کے اشخاص ایک ساتھ مل جل کر رہنا سیکھتے تھے اور انہیں تلقین اور عمل سے روحانی اور اخلاقی درس دیا جاتا تھا۔ بزرگانِ دین اپنے اوقات کا کچھ حصہ اسی کام کے لئے مخصوص رکھتے تھے جس میں ان کے حلقہ بگوش مجلس کی شکل میں جمع ہو جاتے تھے اور بہت سے علمی مذہبی اور تصوّف کے مسائل کو اپنے مرشد کے سامنے پیش کر کے ان کے ارشادات سے اپنے علم و دانش میں اضافہ کرتے تھے۔

ملفوظات کیا ہیں اور کس طرح قلم بند کئے جاتے ہیں

اس مجلس میں جو باتیں ہوتی تھیں ان کو کوئی مرید اور عقیدت مند قلم بند کر کے ملفوظات

کی شکل میں عوام کے فائدے کے لئے پیش کرنا اپنے لئے سعادتِ دارین کا باعث سمجھتا تھا۔ مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ حضرت قطب الدین بختار کا کیؒ اور بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات اسی زمرے میں آتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب کے مرتب

پیشِ نظر کتاب اسرار الاولیاء میں حضرت مولانا بدرالدین اسحٰق نے اپنے پیر و مرشد بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات کو بائیس فصلوں میں جمع کر کے عوام کے سامنے کتاب کی شکل میں پیش کیا ہے۔

مولانا بدرالدین اسحٰق جماعت خانہ کے بہت اہم رکن تھے۔ یہ کبھی دہلی کے بہت بڑے عالم تھے مگر بابا صاحب کے خادموں میں شامل ہو گئے تھے۔ ملاقاتیوں کا استقبال' جماعت خانہ میں رہنے والوں کے آرام و آسائش کا خیال اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت ان کی اہم مصروفیت تھی۔ ان کی طبیعت میں بڑا سوز و گداز تھا اور اکثر ان کی آنکھوں سے آنسو رواں رہتے تھے۔ جب وہ مسجد میں ہوتے تو آنسوؤں سے جائے نماز تر ہو جاتی تھی۔

مرتب کے حالاتِ زندگی

مولانا بدرالدین اسحٰق کے والد کا نام علی بن اسحٰق تھا۔ ابتدائی علوم ظاہری دہلی میں حاصل کئے۔ خوش مزاجی اور حاضر دماغی مشہور تھی۔

زہد و پرہیز گاری' فقر و عشق میں بے مثال تھے۔ بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے آپ کی ملاقات کے بارے میں محمد قاسم نے اپنی تصنیف تاریخ فرشتہ لمعۂ اوّل میں لکھا ہے: ''مولانا بدرالدین اسحٰق بخارا کے رہنے والے تھے اور علم معقول و منقول سے خوب واقف تھے۔ دہلی میں مدرسہ مغربی میں درس دیتے تھے اور درویشوں سے زیادہ اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ ان سے اور ان کے ہم عصروں سے کئی مشکل مسائل حل نہیں ہو رہے تھے اس لئے وہ بخارا کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب اجودھن پہنچے تو ان کے ہمراہی شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور مولانا کو ساتھ لے گئے۔ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ نے اس صحبت میں ان کی تمام مشکلات حل فرمائیں۔ مولانا بدرالدین اتنے متاثر ہوئے کہ بخارا کا ارادہ ترک کر کے شیخ کے قدموں سے وابستہ ہو گئے۔ روزانہ صحرا سے ایک گٹھا لکڑیوں کا اپنے سر پر رکھ کر شیخ کے مطبخ میں لاتے تھے۔

آخر میں شیخ نے اپنی بیٹی سے عقد کر کے ان کو اپنی دامادی سے مشرف فرمایا۔

مولانا بدرالدین اسحٰق قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک اور تصنیف تعریف بدری ہے جس میں تبحر علمی اور فصاحت کے خوب جوہر دکھائے گئے ہیں۔

باباصاحبؒ کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ بدرالدین سلیمان سے ان کے تعلقات کچھ کشیدہ ہو گئے تھے' اس لئے وہ اجودھن کی جامع مسجد میں منتقل ہو گئے تھے اور وہیں بچوں کو درسِ قرآن دینے لگے تھے۔ آپ کا مزار مبارک اجودھن میں قدیم مسجد کے صحن میں ہے۔

اَسرارالاولیا کی اہمیت

اَسرارالاولیاء کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے کہ یہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اور اس میں بائیس فصلوں میں تصوّف اور سلوک کے مختلف موضوعات پر بہت واضح اور بسیط بحثیں کی گئی ہیں اور زیادہ تر احادیث نبویؐ آیات قرآنی اور بزرگوں کے اقوال کے تحت رہنمائی اور نصیحتیں کی گئی ہیں۔ صوفیاء اور اہل سلوک کے درمیان بہت زیادہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

خاتمہ

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ قدس اللہ سرہ العزیز سلسلہ چشتیہ کے ایک درخشندہ ستارے اور ملک فقر کے شہنشاہ تھے۔ ان کے فقر پر ہزاروں سلطنتیں قربان ہوں۔

گل گلزار انوار معانی

دُرِ دریائے گنج لامکانی

مئے وحدت زجام عشق خوردہ

قدم در عالم لاھــــوت بردہ

بملک فقر شہنشاہ مقصود

فُرید الدین ملت شیخ مسعود

محمد معین الدین دردائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمہ اَسرارُ الاولیاء

تمہید

تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے عارفوں کے قلب کو اپنے نور سے روشن کیا اور اپنے چاہنے والوں کے حالات کو اپنے فضل وکرم سے سارے جہان پر فضیلت بخشی۔ حکمت اور ثنا خاص کر اس خالق کے لئے جس کے فضل وفیض سے صاحب المکارم سلطان الاولیاء' قطب العالم' وارث الانبیاء' تاج الاصفیاء شمس العارفین فریدالحق والشرع والدین (ادام اللہ تقوۃ) کے الفاظ گہر بار کے فوائد اس درویش کے کان تک پہنچے اور ان فوائد کو (اس نے) قلم بند کر کے اس کا نام اَسرارالاولیاء رکھا۔

اس کے بعد یہ بندہ درویشان' خادم الفقراء ومساکین بدراسحٰق جو کہ اِن ملفوظات کا جمع کرنے والا ہے عرض کرتا ہے کہ (حضرت کی) خدمت اقدس میں قدم بوسی کے لئے حاضر تھا کہ ارشاد ہوا۔ "اے درویش! اَسرار اور انوار کو اپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے بڑا حوصلہ چاہئے تا کہ اَسرار دوست کو کوئی ٹھکانا اور قرار ملے۔ اور اگر خدانخواستہ اَسرار دوست سے راز کا ایک ذرّہ بھی ظاہر ہو جائے تو پھر منصور حلاج کی طرح ازخود رفتگی کا طاری ہو جانا ضروری ہے۔ اس لئے کہ دوست ہو جانے کے بعد جو راز بھی عالم انوارِ تجلی سے اس کو تفویض کیا جائے بحیثیتِ رازدار اس کو اس اَسرار میں سے ذرا سا بھی ظاہر نہیں ہونے دینا چاہئے جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ بادشاہوں کے راز کو جو ظاہر کردے وہ پھر کسی لائق نہیں رہتا۔"

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا۔ "اے درویش! تمام اَسرارالٰہی ستر ہزار ہیں جو عالم نورانی سے روزانہ اُس ولی پر جو اس کا جوئندہ ہے نازل ہوتے رہتے ہیں اور اے درویش!

اَسرارِ الٰہی کا پہلا مقام یہ ہے کہ عاشق پر نازل ہونے کے وقت اگر اس میں ذرہ سی شعاع پھوٹ پڑے تو اس کی روشنی سے سارا عالم منوّر ہو جائے اور اس راہ میں سچا اور صادق ہونا ضروری ہے تاکہ دوست کے تمام اَسرار سے واقف ہونے کے بعد اس کا ذرا سا حصہ بھی ظاہر نہ ہونے دے اور اگر پہلی ہی منزل میں راز افشا ہو گیا تو پھر قوت وحوصلہ جواب دے دے گا اور وہ دوسرے راز کے لائق نہیں رہے گا پھر اسی دم ارشاد ہوا کہ اے درویش! سلوک میں مشائخ کے درجے لکھے ہوئے ہیں۔ من اطلعنا علی سر من اسرارنا فافشیٰ سرنا فقد املک نفسه وھذا جزاء من یفشیٰ سر الملوک یعنی جب کسی شخص کو ہم اپنے اسرار میں سے کسی ایک سرّ سے آگاہ کرتے ہیں اور وہ ضبط کی طاقت نہ رکھ کر ظاہر کر دیتا ہے تو وہ یقیناً از خود رفتہ ہو جائے گا۔

بندہ درویشاں خادم ملک الفقراء ومساکین بدر اسحٰق (جو ان ملفوظات کا جمع کرنے والا ہے) حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوا اور پیر و مرشد نے کلاہ چہار ترکی جو کہ دین ودنیا کی دولت ہے اس بندۂ حقیر کو عطا فرمائی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

۲۰۸۹۵

پہلی فصل

اسرار عشق اولیاء

خواجہ منصور اور ان کی ہمشیرہ

بتاریخ ۱۸۔شعبان روز دوشنبہ ۶۳۱ھ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ (اس مجلس میں) حضرت شیخ الاسلام نے بیان فرمایا کہ خواجہ منصورؒ[۱] کی ایک بہن تھیں جن کا طریقہ تھا کہ وہ بغداد کے شہر میں چلی جاتیں اور وہاں عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتیں۔ جب ان کی واپسی کا وقت ہوتا تو فرشتہ کو فرمانِ باری تعالیٰ ہوتا کہ شراب جنت کا ایک پیالہ جس میں اَسرارِ الٰہی گھلے ہوئے ہوں ان کے ہاتھ پر رکھ دے۔ اس کو وہ پی لیتیں اور اپنے حجرہ میں واپس آ جاتیں یہاں تک کہ خواجہ منصور کو اس کا پتہ چل گیا۔ وہ موقع کی تاک میں رہے اور جب وہ ولیہ معمول کے مطابق باہر نکل کر روانہ ہوئیں تو پیچھے پیچھے خواجہ منصور بھی چلے۔ وہ ولیہ اپنے متعینہ مقام پر پہنچ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئیں۔ جب وہ عبادت سے فارغ ہوئیں تو حسبِ معمول فرشتہ نے بھرا پیالہ ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ پینے لگیں۔ ابھی تھوڑا ہی پیا تھا کہ خواجہ منصور فریاد کناں بڑھے اور آواز لگائی۔ ''اور میرا حصہ بہن!'' ولیہ نے مڑ کر دیکھا تو خواجہ منصور کو دیکھ کر بہت متاسف ہوئیں اور کہا ''افسوس میرا راز ظاہر ہو گیا۔'' پھر منصور سے مخاطب ہو کر بولیں۔ ''اے منصور! کیا تم یہ پیالہ پینا چاہتے ہو؟ لیکن تم غالباً اس کے متحمل نہ ہو سکو گے۔'' غرض خواجہ منصور نے اس جام میں جو بچا ہوا تھا پی لیا۔ لیکن اتنا سا پینے کے بعد ان کی حالت دگرگوں ہو گئی اور وہ انا الحق

---

[۱] خواجہ منصور حلاج ایک خدارسیدہ بزرگ تھے جن پر جذبی کیفیت طاری ہو گئی تھی اور انہوں نے اپنے جذب میں انا الحق کا نعرہ بلند کیا۔ فتنہ کو روکنے کے لئے خلیفۂ وقت نے ان کو قتل کرا دیا۔

کا نعرہ لگاتے ہوئے نکل گئے۔ خواجہ منصور کی بہن یہ حالت دیکھ کر رونے لگیں اور منصور سے شکوہ کرتے ہوئی بولیں۔ ''اے تنگ حوصلہ انسان! خود بھی رُسوا ہوا اور مجھے بھی شرمسار کیا۔'' اس کے بعد جب خواجہ منصور نے اعلانیہ شہر میں آ کر انا الحق کا نعرہ لگایا تو شریعت کے بموجب انہیں دار پر چڑھا دیا گیا۔ قتل سے پہلے خواجہ منصور کی بہن ان کے پاس گئیں اور بادیدۂ نم فرمایا۔ ''میں نے نہیں کہا تھا منصور کہ تم اس جام کو پینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تم نہ مانے (پی کر) دوست کے راز کو ظاہر کر دیا اور پھر تمہیں اس کی سزا میں اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ منصور کے قتل کے بعد عوام میں چرچے ہونے لگے کہ بے شک منصور مرد تھا کہ اپنے دوست کی راہ میں جان دے دی۔ ان کی بہن یہ چرچے سن کر مسکرائیں اور فرمایا کہ ''اے غافلو! اگر میرا بھائی منصور مرد ہوتا تو ایک ذرا سے شربت محبت کو پی کر راز خود رفتہ نہ ہو جاتا۔ حقیقتاً وہ مرد نہیں تھا کیونکہ شربتِ محبت کو پی کر بہک گیا اور پھر ان ولیہ نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ آج کم و بیش بیس سال کے قریب ہوئے ہیں کہ ہر رات کو اُسرار دوست کا ایک جام پی جانا میرا معمول ہے۔ میں تو اسے پی کر کبھی نہیں بہکتی بلکہ ھل من مزید یعنی ''کچھ اور'' ہی کے الفاظ منہ سے نکلتے رہتے ہیں۔

اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت شیخ الاسلامؒ آب دیدہ ہو گئے اور پھر زار و زار رونے لگے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا: ''اے درویش! راہِ خدا میں ایسے بہت سے مرد ہیں کہ اُسرار دوست کے ہزاروں دریاؤں کو ایک گھڑی میں فرو کر جاتے ہیں اور ان پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! جو محبت میں سچا اور ثابت قدم نہیں ہے یقین جانو کہ کل قیامت کے دن عاشقوں کے درمیان شرمسار ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک جگہ قاضی حمید الدین ناگوری[1] نے اپنی تواریخ میں لکھا ہے کہ کل قیامت کے دن فرمانِ الٰہی ہوگا کہ مجنون کو

---

[1] آپ کا نام اخبار الاخیار میں محمد بن عطا ہے۔ آپ سہروردیہ سلسلہ کے بزرگ گزرے ہیں لیکن خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اوشی کے مصاحبینِ خاص میں تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں قدیم مشائخین کے اندر اپنا ممتاز مقام رکھتے تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کے ملک میں وجد اور سماع کو غلبہ تھا۔ سماع کے بہت شوقین تھے۔ آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں ''طوالع شموس'' آپ کی مشہور تصنیف ہے جس میں اسماء الٰہی کی تشریح کی گئی ہے۔ علوم طریقت، شریعت و حقیقت میں کامل تھے۔ آپ میں خوش طبعی بھی پائی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاضر کرو۔ جب اس حاضر کیا جائے گا تو حکم ہوگا کہ ان تمام اولیاء کو جن کو میری محبت کا دعویٰ تھا مجنوں کے مقابلے میں پیش کرو۔ جب سب حاضر کئے جائیں گے تو خطاب ہوگا کہ اگر محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو اس طرح کرو جیسا کہ مجنوں نے کیا۔ جب تک زندہ رہا اس کی محبت میں سرشار رہا اور جب مرا تو اس کی محبت میں غرق مرا اور آج جب اسے بلایا گیا ہے تو اس وقت بھی اسی طرح غرقِ محبت ہے۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ عاشقوں کے لئے یہ کسوٹی ہے یعنی کہ جو شخص دوستی کا دم بھرتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ ثابت قدم رہے تاکہ ذرا سی بھی دوستی کم نہ ہو بلکہ روز بروز زیادہ ہی ہوتی جائے۔

نظامی گنجویؒ کی مجلس سماع

پھر فرمایا کہ اے درویش! نظامی گنجوی[1] صاحبِ ثروت بزرگ تھے۔ سلوک کے سلسلے میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے کسی نے نہیں لکھا ہے۔ ایک مرتبہ ہم ان کی مجلس میں جہاں درویشوں کا اجتماع تھا حاضر ہوئے۔ مجلس سماع منعقد تھی۔ اس موقع پر قوالوں کے گائے ہوئے یہ دو شعر ابھی تک یاد ہیں۔ قوال جب ان شعروں کو گاتے ان پر عجیب وجد اور تحیر کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی کہ اگر سو سال بھی اس وقت کو پھر مانگیں نہیں پا سکتے۔ وہ اشعار یہ ہیں:

آں عشق کہ بود کم نگردد   تا باشد ازاں قدم نگردد
عشقے کہ زعشق جاوداں است   بازیچہ شہوت جواں است

(باقی حاشیہ) جاتی تھی۔ اپنے معاصرین سے کبھی کبھی طیبت بھی فرمایا کرتے تھے

قاضی صاحب کا مزار خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے پائیں میں ایک اونچے چبوترے پر ہے۔

آپ کی وفات ۶۲۵ھ میں ہوئی۔ آپ کی ای رباعی اخبار الاخیار میں ہے جو بہت پُرمعنی ہے، درج ذیل ہے:

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد   ان روح کجا کہ در جلال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال   ان دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

[1] اسکندر نامہ کے مصنف مولانا نظامی اصل نام ابومحمد الیاس یوسف تھا۔ تفرش کے رہنے والے تھے لیکن چونکہ ولادت گنجہ میں ہوئی اس لئے گنجوی کہلاتے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے ۸۴ سال کی عمر پا کر ۵۹۹ھ میں وفات پائی۔

حقیقت میں جو عشق ہوتا ہے وہ کبھی کم نہیں ہوتا ہے۔ جب تک وہ رہتا ہے اس سے قدم نہیں ڈگمگاتا ہے۔

جو عشق کہ پائدار نہیں ہے　　وہ جوانوں کی خواہشِ نفسانی کا کھیل ہے

پھر ارشاد ہوا کہ اے درویش! فقراء اہل عشق کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور علماء اہل خرد کے گروہ سے، بس ان لوگوں کے درمیان خاصا فرق ہے لیکن کارآمد قوم وہ ہے جس میں دونوں صفتیں موجود ہوں اور جو عشق وخرد دونوں سے کام لے کیونکہ انبیاء پر دونوں حالتیں طاری رہتی تھیں۔ ان دونوں میں راہِ سلوک کے اندر درویش کا عشق علماء کے خرد پر غالب ہے۔

بھیّا غریب کا واقعہ

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اے درویش! میرا ایک یار تھا۔ اس کو لوگ بھیا غریب کہتے تھے۔ وہ صاحبِ درد اور خدار سیدہ بزرگوں میں تھا۔ اسکی چال بڑی مستانہ وار تھی۔ اپنے عہدِ شباب میں اس کو ایک عورت سے عشق ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنی معشوقہ کی دیوار کے نیچے آ گیا اور اسکی معشوقہ نے بھی کھڑکی سے باہر سر نکال لیا۔ دونوں میں راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں۔ اس طرح گفتگو کرنے میں تمام رات ختم ہو گئی۔ یہاں تک کہ اذان کی آواز آئی لیکن دونوں نے یہ سمجھا کہ صبح کی اذان نہیں بلکہ عشاء کی نماز کے لئے اذان ہو رہی ہے۔ پھر سپیدۂ سحر نمودار ہو گیا یکایک غیب سے آواز آئی کہ اے نوجوان ایک عورت کے عشق میں تمام رات تو جاگتا رہا لیکن خدا کی محبت میں کبھی ایک رات نہ جاگا۔ جیسے ہی یہ آواز اس کے کان میں پڑی اس کی آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا اور وہ تائب ہو کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گیا۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: مجاز سے حقیقت کی طرف اس کا لوٹ جانا بھی اَسرارِ الٰہی میں سے ایک راز ہی ہے۔ پس اے درویش! جس میں ایسا ذوق ودیعت ہو جائے وہ خدا کے علاوہ اس کی مخلوق سے بھی جی لگا سکتا ہے۔

مجنوں اور لیلیٰ

پھر اسی مجلس میں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ مجنون نے سنا کہ لیلیٰ لنگر لٹا رہی ہے، صبح سویرے وہ اٹھا اور لکڑی کا پیالہ ہاتھ میں لئے لیلیٰ کے دروازے کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ لیلیٰ نے تھوڑا تھوڑا سب کو دیا لیکن مجنون کو کچھ نہیں دیا اور اٹھ کر گھر کے اندر چلی گئی۔ مجنوں ناچنے لگا۔ لوگوں نے اس کو طعنہ دیا کہ یہ رقص کرنے کی کونسی بات ہے جو تو کر رہا ہے۔ اس نے تجھ کو کچھ

نہیں دیا۔ تیری طرف متوجہ بھی نہیں ہوا۔ مجنوں نے کہا ہاں یہ ٹھیک ہے کہ اس نے کچھ نہیں دیا لیکن یہ تو دیکھا کہ مجنوں ہے۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! اس بات کی قدر وہی جانتا ہے جو دریائے محبت میں غرق ہو۔ یا عالم غیب میں کسی روز چشمۂ رواں پر رہا ہو پھر فرمایا کہ اے درویش! جس کو عشق و محبت کا دعوئ ہو اس کو چاہیئے کہ محبوب کے در کو تادم حیات کھٹکھٹاتا رہے کسی نہ کسی وقت وہ ضرور کھل جائے گا اور اس کا مقصد پورا ہوگا۔

بنی اسرائیل کا زاہد

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! کسی زمانہ میں قوم بنی اسرائیل کے درمیان میں ایک زاہد تھا جو ستر برس تک خدا کی عبادت اور ریاضت میں مشغول رہا تھا۔ بالآخر پیغمبر زماں کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ جاؤ فلاں زاہد کو کہہ دو کہ وہ جس عبادت کے لئے لا حاصل تکلیف اٹھا رہا ہے وہ میرے حضور میں مقبول نہیں ہے۔ وہ پیغمبر نے جیسے ہی یہ پیغام اس زاہد کو پہنچایا وہ زاہد کھڑا ہو کر رقص کرنے لگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ رقص کی کونسی بات ہے جو تو کر رہا ہے جب کہ تیری عبادت بارگاہِ ایزدی میں قبول ہی نہیں ہوئی۔ زاہد نے کہا یہ تو صحیح ہے کہ میری عبادت قبول نہیں ہوئی لیکن اس بہانہ سے میں شمار میں تو آ گیا اور مجھے حضرت باری تعالیٰ نے یاد تو فرمایا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! اس راہ میں سچا عاشق وہ ہے جو عالم اسرار سے نازل ہونے والی بلا اور سزا سب پر صابر اور راضی رہے: جیسا کہ کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے: ربنا افرغ علینا صبراً وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین (معنی: اے ہمارے رب ہم کو صبر ودیعت فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہم لوگوں کو کافروں پر فتح بخش) پھر فرمایا کہ اہل سلوک نے اس آیت کو مصیبت میں صبر کرنے والوں کی طرف منسوب کیا ہے یعنی یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کہ دوست کی طرف سے دی ہوئی مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور دم نہیں مارتے۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ اشعار پڑھے اور اس وقت حضرت پر عجب تحیر کی حالت پیدا ہوگئی۔

سریست مرادرون جاں در عشقت   گر سردرد اے دوست نگویم باکس
سریست عاشقاں رادر طاقت نہانی   پوشیدہ و ازخود راتا آنجا خجل نمانی

تیرے عشق کے سلسلے میں میرے دل میں ایک راز پنہاں ہے اگر سر بھی دینا پڑے تو

اے محبوب میں کسی سے وہ ظاہر نہیں کروں گا۔ عاشقوں کے پاس کچھ کیسے پوشیدہ راز ہیں کہ اس کہ اپنے سے بھی پوشیدہ رکھنا ہوگا تا کہ وہاں شرمسار نہ ہونا پڑے۔

حضرت خواجہ معین الدین سنجریؒ کا قول

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! خواجہ معین الدین سنجریؒ[1] نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دوست کے اسرار کی مثال ایک پری جمال کی سی ہے کہ اس پری جمال کو سوائے عاشق کے غمگین دل کے اور کہیں قرار ہی نہیں مل سکتا۔ جیسا کہ منقول ہے کہ:

حضرت یحییٰ معاذ رازی قدس اللہ سرہ

حضرت یحییٰ معاذ رازی قدس اللہ سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ ہم لوگ کسی وقت حضور کے لب مبارک پر ہنسی یا گفتگو نہیں دیکھتے۔ جواب دیا کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ تجلی الٰہی کے اسرار و انوار میرے دل پر نازل نہ ہو رہے ہوں۔ پس جس دل میں کہ دوست کے انوار و اسرار کا ٹھکانہ ہو اس کو ہنسنے بولنے سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔ پس اے درویش! ہنسنا بولنا صرف اس روز ہوگا جبکہ محبوب کی طرف سے وصل الحبیب الی الحبیب کی آواز آئے گی۔

حضرت عمر بن خطابؓ اور طلبِ حق

پھر اسی مجلس میں ارشاد ہوا کہ امیر المومنین عمر بن خطابؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیا دیکھا جو اللہ تعالیٰ سے دوستی کر لی۔ جواب دیا کہ ایک روز میں بیٹھا ہوا تھا کہ محبت کا آئینہ میرے ہاتھ پر رکھ دیا گیا۔ اس آئینہ میں میں نے ایسی شکل دیکھی کہ جس پر میں فریفتہ ہو گیا۔ پھر میں نے توبہ استغفار کی اور گریہ وزاری کے ساتھ التجا کی کہ خداوندا یہ نعمت مجھ کو بخش۔ ارشاد ہوا

---

[1] حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ مسلمانانِ ہند کے روحانی مقتدا ۵۲۷ھ مطابق ۱۱۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ بحکم سرورِ عالمؐ رائے پتھورا کے دورِ حکومت میں اجمیر آئے جہاں ایک سو پانچ سال کی عمر پا کر ۶۔ رجب ۶۳۲ھ مطابق ۱۲۵۴ء واصل بحق ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ آپ کی پیشانی پر یہ نقش اُبھرا ہوا تھا۔ حبیب اللہ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللہ ۔ آپ کے پیر حضرت خواجہ عثمان ہارونی تھے جن کی خدمت میں آپ بیس برس تک رہے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ خواجہ اجمیری کے مرید اور خلیفہ گزرے ہیں جنہوں نے اپنی کتاب دلیل العارفین میں آپ کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔

کہ یہ نعمت ہم نے تجھ کو بخشی۔ لیکن تمہیں چاہیئے کہ میرا راز کسی پر ظاہر نہ کرو تا کہ دوسرے راز کے لائق رہو۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی جو کہ ایک مرتبہ قبل جناب قاضی حمید الدین ناگوریؒ سے میں نے اس وقت سنی تھی جب کہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ رباعی:

عشق تو مرا اسیر و حیران در کوئے خرابات پریشان کردہ است
با ایں ہمہ رنج و محنت اے دوست ببیں اسرار تو دردلم کہ پنہاں کردہ. است

تیرے عشق نے مجھ کو مقید اور متحیر کر دیا ہے' ویرانوں میں پریشان کر رکھا ہے۔ ان سب تکالیت اور مصیبت کے باوجود اے دوست دیکھ' تیرے اسرار کو اپنے دل میں کس طرح میں نے پوشیدہ رکھا ہے۔

خواجہ حسن ابوالخیر خاقانی اور ایک حجام

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! خواجہ حسن ابوالخیر خاقانی ایک مرتبہ اس حال میں سفر کر رہے تھے کہ آپ کی مونچھ کا بال بڑھ گیا تھا۔ ایک حجام نے دیکھا تو خواجہ سے کہا کہ تشریف لائیے خط بنا دوں۔ خواجہ نے فرمایا کہ میرے پاس درم نہیں ہیں۔ حجام نے کہا پھر دے دیجئے گا۔ جب حجام خط بنا چکا تو خواجہ جس درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے وہیں پر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا "خداوندا! کس سے مانگوں۔" یہ بات خواجہ حسن کے منہ سے نکلتے ہیں اللہ کے حکم سے درخت سے دینار جھڑنے لگے اور وہاں کی ساری زمین اشرفیوں سے بھر گئی۔ حجام حیران رہ گیا۔ خواجہ نے حجام کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ جس قدر تم لے سکتے ہو لے لو۔ یہ کہہ کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! اللہ والے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ جس ضرورت مند کے پاس سے گزرے اس کو مالا مال کر دیا اور آگے بڑھ گئے۔

ایک صاحبِ حال

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! ایک صاحبِ حال تھا جو ہر صبح اُٹھ کر گریہ وزاری کرتا اور دعاء مانگتا کہ دوست کی محبت مجھ کو حاصل ہو جائے لیکن اپنا نام ونشان

نہیں بتاتا۔ اس نے عشق کی آگ میں اس طرح اپنی ہستی کو جلا ڈالا اور دوئی کو مٹا دیا۔ پس اے درویش! محبت میں دوئی ہٹا دینا چاہئے اور یگانا ہو جانا چاہیے تاکہ محبت کے وصال کے دربار میں اس کی رسائی ہو۔ نہیں تو پھر ہرگز ہرگز محبت کے دربار تک اس کی رسائی نہ ہوگی۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے باچشم پُرآب یہ مثنوی زبان پر لاتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی [1] کی مجلس میں اس کو سنا تھا اور اب تک اس کے ذوق سے لطف اندوز ہوں۔ جناب خواجہؒ نے فرمایا تھا: شعر

تا نقش من زعشق دوست زدم خاست از مابے دوئی جز دوست

حضرت یوسفؑ اور زلیخاؒ

اس کے بعد غایت شوق میں یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ بیان فرمایا کہ جب حضرت یوسفؑ کے دل میں زلیخا کی چاہ پیدا ہوئی تو اس وقت زلیخا حضرت یعقوب علیہ السلام کے دین

---

[1] آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ قدس اللہ سرہٗ کے مرید اور خلیفہ تھے' آپ علاقہ ماوراء الہند کے قصبہ اوش میں پیدا ہوئے اس لحاظ سے اوشی کہلاتے تھے قطب الدین لقب اور بختیار نام تھا۔ کاک افغانی زبان میں روٹی کو کہتے ہیں چونکہ عرصہ تک آپ کی جانماز کے نیچے سے آپ کو منجانب اللہ دو روٹیاں ملا کرتی تھیں جس پر گزر بسر ہوتی تھی' اس وجہ سے آپ کاکی (روٹیوں والے) مشہور ہو گئے۔ سیر الاولیا' اور سیر الاقطاب کے مطابق رجب ۵۲۲ھ میں جب کہ آپ کو خرقہ پہنایا گیا آپ کی عمر ۱۷ سال کی تھی' اس حساب سے آپ کی پیدائش ۵۰۵ھ مطابق ۱۲۲۷ء ہوتی ہے' سمرقند' غزنی' بغداد ہوتے ہوئے آپ دہلی پہنچے اس وقت سلطان شمس الدین التمش ہندوستان کا شہنشاہ تھا جو آپ کا عقیدت مند تھا۔ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۵۶ء کو سیر الاولیاء کے مطابق آپ کا وصال ہوا آپ کا مزار دہلی میں مرجع خلائق ہے' حضرت بابا فرید گنج شکرؒ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے' حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ تین ہزار بار ہر رات کو درود شریف پڑھتے تھے آپ کے وصال کے بارے میں روایت ہے کہ شیخ علی سنجریؒ کی خانقاہ میں محفل سماع ہو رہی تھی قوال اس محفل میں شیخ احمد جامؒ کی غزل گا رہے تھے جب ان کا یہ شعر پڑھا:

کشتگان خنجر تسلیم را ☆ ہر زمان از غیب جان دیگر است

تو خواجہ صاحب پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور چارشنبہ یوم اسی شعر کے ذوق میں مست و متحیر رہے آخر کار پانچویں رات اسی حالت میں اپنے خالق سے جا ملے' آپ کی مشہور کتاب دلیل العارفین ہے۔

سے مشرف ہو چکی تھی، اور ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول رہتی۔ کہا جاتا ہے کہ یوسف علیہ السلام اس سے ملنا چاہتے تو وہ کترا جاتی۔ یہ دیکھ کر یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے پوچھا کہ یاد کرو ایک وہ دم تھا کہ تم میرا پیچھا کرتی تھیں اور میں تمہارے سامنے سے بھاگ جاتا تھا اور ایک آج کا دن ہے کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں اور تم مجھ سے کتراتی ہو آخر معمہ کیا ہے؟ زلیخا نے جواب دیا اے یوسف! اس وقت خدا سے میری آشنائی نہیں ہوئی تھی اور اس کی عبادت سے مجھے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ سوائے تمہارے اور کوئی بھی دوسرا میرا محبوب نہیں تھا اس لیے تم سے لپٹی ہوئی تھی۔ لیکن اب تو اللہ تعالیٰ کو میں نے پہچان لیا ہے اور اس کی پرستش کو اپنا شیوہ بنالیا ہے اور اپنی کوششوں سے اس کو پالیا ہے، اس کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی ہے پس اے یوسف! اب تم بلکہ تم سے لاکھوں گنا بہتر میری نظر میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ جب میں نے اللہ سے محبت کا رشتہ جوڑ لیا تو پھر ماسوا اس کے کسی سے الفت کرنے میں تو بجائے وفاداری کے لئے بے وفائی ظاہر ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیدارِ الٰہی

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدارِ الٰہی کی تمنا ظاہر کی اور دُعاء کی کہ خداوند! مجھے اپنا دیدار کرا دے تا کہ میں اچھی طرح دیکھ سکوں، تو فرمان باری ہوا کہ اے موسیٰ یہ کیسی گستاخی ہے جو تو میری جنابؐ میں کر رہا ہے۔ میں نے بہت پہلے اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمت سے وعدہ فرمایا ہے کہ جب تک وہ اور ان کی امت کے لوگ میرا دیدار نہ کرلیں گے کوئی بھی میرا دیدار نہیں کرسکتا۔ لیکن چونکہ حضرت موسیٰؑ کا شوق حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا انہوں نے سنی ان سنی کردی اور دوبارہ پھر التجا کی کہ بارالہا! مجھے اپنا دیدار کرادے تا کہ میں تم کو جی بھر کر دیکھ سکوں، آخر فرمان باری ہوا کہ اے موسیٰ! میں تمہیں اپنی ایک جھلک دکھلا دوں گا لیکن تم اس کی تاب نہ لاسکو گے۔ موسیٰؑ نے اصرار کیا، میں تاب لاؤں گا خداوندا! حکم ہوا کہ اے موسیٰؑ کوہ طور پر چڑھ جاؤ اور عجز و بندگی کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرو اور باادب دوزانو ہو کر بیٹھ جاؤ تب جلوۂ الٰہی تم کو نصیب ہوگا۔ موسیٰؑ نے ویسا ہی کیا پھر انوارِ الٰہی کی ایک بجلی سی کوندگئی کوہ طور تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ تین شبانہ یوم اسی طرح پڑے رہے کہ ان کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا، اس وقت پھر آواز آئی و خـــر مـوسـیٰ صـعـقـا یعنی اے موسیٰ تم سے نہیں کہا تھا کہ میرے نور کو دیکھنے کی تم میں طاقت نہیں میری

ایک ہی ہلکی سی جھلک دیکھ کر تم آپے سے باہر ہو گئے اور ہمارا راز افشاں کر دیا۔ اور میرے ہی وہ بندے ہوں گے جو کہ آخر زمانے میں پیدا ہوں گے اور وہ ہمارے محبوب ﷺ کی امت کہلائیں گے کہ ان کے دل پر ایک دن میں ہزار بار اپنے جلوے کی بارش کروں گا لیکن ان میں کچھ فرق نہ ہوگا۔ بلکہ وہ آواز لگائیں کہ انا المشتاق الی الحبیب (یعنی محبوب کے لئے میرا اشتیاق بڑھتا جا رہا ہے)

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! عشق کی آگ ایسی آگ ہے کہ درویشوں کے دل کے علاوہ اس کا اور کہیں ٹھکانہ نہیں کیونکہ اگر خدانخواستہ کوئی صاحبِ درد شدت شوق میں سینے سے ایک آنکھ کھینچ لے تو پھر پورب سے پچھم تک سارا جہان اور جو کچھ اس میں ہے جل کر خاکستر ہو جائے پھر اس سلسلے میں حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام انوار تجلی کے ذریعے عشق الٰہی سے شرف یاب ہوئے تو عشق کے نور سے ہوتے ہوئے ان کی جو سانس آتی تھی اس سے سامنے کی چیز جل جاتی تھی' چنانچہ زرد نقرہ کا انہوں نے نقاب بنوایا لیکن وہ بھی نہ ٹھہرا اور جل گیا۔ تب فرمان الٰہی ہوا کہ اے موسیٰ! اگر ایسے ایسے لاکھوں نقاب تم بنواؤ گے تو وہ نہیں ٹھہریں گے' البتہ کسی زندہ پوش (یعنی درویش) کہ خرقہ سے تھوڑا سا کپڑا لے لو اور اس سے نقاب بنوا کر اپنے چہرے پر لگوا لو یہ نقاب نہیں جلے گا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے مطابق کیا تو درویش کی اس گدڑی کا ایک تار بھی نہیں جلا۔ اسکے بعد حضرت شیخ الاسلام آبدیدہ ہوئے اور پھر زار و زار رونے لگے اور فرمایا کہ اے درویش! جان لو کہ درویشوں کہ جسم و اعضاء کی سرشت تجلی الٰہی کے نور سے ہوئی ہے اس لئے ظاہر ہے وہ جل نہیں سکتا۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ درویشوں کے طبقہ کو اللہ تعالیٰ نے عشق کی مٹی اور تجلی کے نور سے پیدا کیا ہے' پھر فرمایا کہ میں نے زاد المحبین میں لکھا دیکھا ہے کہ جس دن حق تعالیٰ نے اپنی علم و قدرت سے عشق والوں کو عالم موجودات میں پیدا کرنا چاہا تو کرہ ارض پر ایک مٹی تھی جس کو اس نے شوق اشتیاق' انوار تجلی اور اسرار عشق کی نظروں سے دیکھا' اس مٹی کو حرکت ہوئی اور شروع ہی میں وہ عالم سکر میں پڑ کر فریادی ہوا کہ انا المشتاق فی ثعارب العالمین۔ اسی وقت عشق والوں کو اس زمین میں پیدا کیا۔ پس اے درویش! درویشوں کے ولولہ کی یہی وجہ ہے کہ شروع ہی سے عالم سکر کے اندر دریائے محبت میں غرق ہیں۔

ایک واصل بحق کا دعویٰ

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایک اللہ والے تھے جو روزانہ دعاء مانگتے تھے کہ خداوندا اگر تو نے کل قیامت کے دن مجھ کو جلایا یا دوزخ میں جھونکا تو قسم ہے تیرے ہی عزت وجلال کی کہ دوزخ کے دروازہ پر آتش عشق سے ایک ایسی آہ سینہ سے کھینچوں گا کہ دوزخ کی ساری آگ نیست ونابود ہو جائے گی۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اے خواجہ یہ کیسی بات کر رہے ہو، دوزخ کی آگ کو کس طرح ختم کر سکتے ہیں، جواب دیا کہ ایسی ایسی دوزخ کی ہزاروں شعلہ بداماں آگ محبت کی آگ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ جس وقت بھی عشق والے اپنے سینہ سے ایک آہ کھینچیں گے دوزخ کی ساری آگ ختم ہو جائے گی کیونکہ کوئی آگ بھی محبت کی آگ سے بالاتر اور روشن تر نہیں ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جس طرح کی سخت آگ درویشوں کے سینے میں دبی ہوئی ہے اگر اس میں سے ذرا سی بھی خدانخواستہ سکر کے عالم میں باہر پھوٹ پڑے تو عرش سے فرش تک سب کو جلا کر بھسم کر دے۔

حضرت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ مصرعہ: در سینہ عاشقان ہمہ درد نہند" (یعنی عاشقوں کے دل میں تمام درد اکٹھا کر دیا گیا ہے) ہر مرتبہ شیخ الاسلام اس مصرعہ کو پڑھتے تھے اور بے ہوش ہو جاتے تھے کئی مرتبہ اسی طرح بے ہوش ہوتے رہے پھر جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ رحمت باری کا نزول تین وقت ہوتا ہے، اوّل سماع کے وقت جب کہ اہل سماع اور ان کے ساتھیوں پر رحمت کی بارش ہوتی ہے دوسرے درویشوں کا احوال بیان کرنے کے وقت۔ تیسرے عاشقوں کے انوار تجلی کے عالم میں غرق ہو جانے کے وقت۔

حضرت قطب الدین بختیار اوشیؒ اور خواجہ حمید الدین ناگوری کے ساتھ بابا فرید گنج شکرؒ کی مجلس سماع میں شرکت

اسی مجلس میں حضرت نے فرمایا کہ اے درویش ایک مرتبہ یہ دعا گو خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ اور خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کی مجلسِ سماع میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں بزرگ سماع میں مشغول تھے، ایک شبانہ یوم تک دونوں عالم بے خودی میں رہے سوائے اس کے کہ جب نماز کا وقت آتا تو نماز پڑھ لیتے تھے۔ اسی درمیان میں ان لوگوں نے اس دُعا گو کا ہاتھ پکڑ لیا اور ہوا میں پرواز کر گئے اور رقص کرنے لگے، خواجگان کے اس عالم وجد میں قوال یہ اشعار گا رہے تھے: شعر

من آں نیم کہ زعشق تو پائے بس آرم — اگر بہ تیغ کشندم در تونگزارم
مپرس از شب ہجراں چگونہ می گزرد — مبادا ہیچ کسے را قوی است دشوارم
من از جمال تو اے سرو باغ تا دیدم — ہوس نشد کہ گہے دل رود بہ گلزارم
اگر دہند بفردا بہشت با ہمہ چیز — بجبّہ نخرم من کہ مست دیدارم

میں وہ نہیں ہوں کہ تیرے عشق سے باز آ جاؤں' اگر تیغ سے بھی مجھ کو مارا جائے گا تو میں تیرا در نہ چھوڑوں گا۔

مجھ سے شبِ ہجراں کے بارے میں مت پوچھ کہ کیسی گزرتی ہے' کسی شخص کو میری جیسی سخت دشواری نصیب نہ ہو۔

جب سے میں نے تیرے جمال کا سرد باغ دیکھ لیا ہے' تو پھر کبھی کسی گلزار کی طرف جانے کی دل کو خواہش ہی نہیں ہوتی۔

اگر کل قیامت میں مجھ کو جنت تمام لوازمات کے ساتھ دی جائے' تو میں اس کو ایک دانہ کے بدلے میں بھی نہیں خریدوں گا اس لیے کہ میں تیرے دیدار کا مشتاق ہوں۔

ایک صاحبِ جمال درویش

اس کے بعد فرمایا کہ اے درویش! ایک بار میں ایک صاحب جمال درویش کے پاس گیا ہوا تھا اور وہ درویش شوق و اشتیاق کے عالم میں تھے' درد کی کیفیت ان پر طاری تھی' بار بار سجدے میں سر لے جاتے اور کھڑے ہو جاتے اور یہ شعر پڑھتے: شعر

جاں دہم از برائے جانانِ من — گر بود صد ہزار جان در تن

اپنے محبوب پر میں اپنی جاں نثار کر دوں' اور ایک اسی جان پر ہی کیا موقوف ایسی جانیں ہزاروں ہو تو قربان۔

اور یہ دعا گو شمار کر رہا تھا۔ اندازاً کم وبیش ہزار بار وہ بزرگ اسی طرح کرتے رہے' بے ہوش ہوتے اور پھر سجدہ میں سر لے جاتے۔

حضرت شیخ الاسلام اتنا کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اندر چلے گئے۔ مجلس برخاست ہوئی اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

❁

دوسری فصل

عابد اور درویش

ہم لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر تھے' اور گفتگو عابدوں اور صاحبِ حال درویشوں کے بارے میں ہو رہی تھی۔ درویش کمال الدین حاکم اجودھن اور کئی دوسرے درویش جو خانۂ کعبہ سے آئے ہوئے تھے' موجود تھے۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ متعبد وہ لوگ ہیں جن کا ظاہر و باطن سچائی سے آراستہ ہو' اور مکر و فریب اور حسد سے کچھ بھی ان لوگوں کے ظاہر و باطن میں موجود نہ ہو' جو عبادت بھی کرتے ہوں خالصۃً للہ کرتے ہوں' لوگوں کے دکھلانے کے لئے نہیں' کیونکہ ایسا عابد جس کا ظاہر بندگی سے آراستہ ہو لیکن باطن عبادت سے عاری ہو وہ عبادت پلٹ کر اس کے منہ پر ماردی جائے گی۔ بلکہ راہِ سلوک میں تو ایسے آدمی کے متعلق خوف ہے کہ نعوذ باللہ اس کے ایمان میں خلل نہ واقع ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! عابدوں میں سے بعض لوگوں کو دکھلانے کے لئے اپنے ظاہر کو سجائے رکھتے ہیں اور بہت عبادت کرتے ہیں لیکن ان کا باطن اس کے برعکس ہوتا ہے۔

عابدوں کی چار اقسام

پھر ارشاد ہوا کہ اے درویش! عابد چار قسم کے ہوتے ہیں پہلا گروہ تو وہ ہے جن کا ظاہر عبادت سے آراستہ ہو لیکن باطن خراب ہو۔ دوسرا گروہ وہ ہے جن کا ظاہر خراب ہو لیکن باطن آراستہ ہوتا ہے۔ تیسرا گروہ وہ ہے جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہوتے ہیں اور چوتھا گروہ وہ ہے جن کا ظاہر و باطن دونوں عبادت سے آراستہ ہوتے ہیں' اس کے بعد اس کی مثال دی ہے کہ اے درویش سنو' جس گروہ کا ظاہر عبادت سے آراستہ ہوتا ہے اور باطن خراب یہ وہ لوگ ہیں جو کہ لوگوں کو دکھلانے کے لئے بہت زیادہ عبادت کرتے ہیں تاکہ عوام ان کی قدر و منزلت کریں۔ لیکن

دراصل ان کا دل دنیا میں لگا ہوتا ہے' اس سلسلے میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ:

بنی اسرائیل کا ایک زاہد

کسی زمانے میں قوم بنی اسرائیل کے اندر ایک زاہد تھا جس نے پانچ سو برس تک خدا کی عبادت کی تھی جب وہ مرا تو لوگوں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ اس کی گردن میں آگ کا طوق اور پیر میں آگ کی بیڑی پڑی ہوئی ہے' اور آگ اس کو جلا رہی ہے اور فرشتے لوہے کا گرز ہاتھ میں لیے اس کے پاس کھڑے ہیں اور پے در پے اس کے چہرے پر مار رہے ہیں اور وہ آہ و واویلا مچا رہا ہے اور توبہ استغفار کر رہا ہے' لوگوں نے اس سے سوال کیا کہ تو ایک پرہیز گار آدمی تھا اور اتنے سال تک خدا کی عبادت کرتا رہا کیا بات ہے کہ تجھ پر عذاب نازل کیا جا رہا ہے اس نے جواب دیا کہ اے خدا کے بندو! وہ تمام عبادت اور ریاضت جو کہ تم لوگوں نے مجھ میں دیکھی تھی۔ دکھلاوے اور مکر کی بنیاد پر تھی وہ سب لوگوں کے دکھلانے کے لیے میں کرتا تھا۔ لیکن باطن میں تو میرا دل دُنیا سے چمٹا ہوا تھا اس لیے میرے وہ سب اعمال میرے منہ پر مار دیئے گئے۔ اور اللہ کا حکم ہوا کہ یہ زاہد سخت ترین عذاب کے لائق ہے اُس پر عذاب کرو۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! دوسرے گروہ والے جن کا باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہے وہ مجذوب لوگ ہیں جن کا دل حق تعالیٰ سے ملا ہوا ہوتا ہے اگرچہ وہ دیکھنے میں بے سروسامان نظر آتے ہیں' اور یہ مجذوب لوگ حق تعالیٰ سے اس طرح پیوستہ ہو جاتے ہیں کہ ان کو ماسوا اللہ کے کسی چیز کا پتا نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کا ظاہر خراب معلوم ہونا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں حضرت نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ:۔

ایک صاحبِ جذب درویش

کسی زمانے میں ایک صاحبِ جذب درویش تھے جن سے میں بھی واقف تھے۔ ساٹھ برس تک وہ عالمِ جذب میں حق تعالیٰ سے اس طرح پیوستہ رہے کہ ایک نور جوان سے عبادت کے وقت طلوع ہوتا تھا اس کی روشنی کی بھی ان کو خبر ہوتی تھی' اتفاق سے ایک رات میں ان کی خلوت میں چلا گیا وہ تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے اور ان سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں جس کی روشنی عرش سے حجاب عظمت تک پھیلی ہوئی تھی۔ میں ان کے اور نزدیک ہو گیا کہ شاید اس نعمت میں سے کچھ مجھ کو بھی نصیب ہو جائے۔ جیسے ہی کہ میرے جوتے کی آواز ان کے کان میں پڑی

انہوں نے مڑ کر دیکھا اور کہا کہ اے درویش جب کہ میرا راز تم پر افشا ہو گیا ہے تو اب جو کچھ دیکھا ہے کسی سے نہ کہنا' یہ کہہ کر چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا کہ خداوندا جب تو نے میرا بھید کھول دیا اور اپنا راز ظاہر کر ہی دیا' تو پھر اب مجھ کو یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے' ابھی یہ جملہ ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ اپنے محبوب سے جا ملے۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جس گروہ کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہیں وہ عام لوگ ہیں جن کو عبادت اور اطاعت کی کچھ خبر ہی نہیں ہے لیکن جس گروہ کا ظاہر و باطن دونوں نور عرفان سے آراستہ ہیں وہ درویشوں اور مشائخ کی جماعت ہے جن کا دل ہمیشہ خدا کے پہچاننے اور اس کی بندگی میں مشغول رہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ مشائخ کی جماعت ایسی ہے کہ اگر ان لوگوں سے عبادت کے وقت ظاہر یا باطن میں ذرا سا بھی دکھلاوا اور ریا ظاہر ہو جائے تو وہ سخت مجاہدہ کر کے اس ریا کو دھوڈالتے ہیں۔

درویش سے التجا

پھر فرمایا کہ مشائخ وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو اگر اس وقت سو ہزار تلواریں ان کے سر پر ماری جائیں یا ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تب بھی ان کو خبر نہیں ہوتی' پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک آدمی کسی درویش کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہ ادب التجا کی کہ جس وقت حضور کو عشق الٰہی میں حال طاری ہو اس وقت اس غلام کو یاد فرمالیں۔ وہ درویش مسکرائے اور فرمایا اے عزیز! افسوس ہے اُس وقت اور اُس حال پر کہ جب مجھ پر عشق الٰہی میں حال کی کیفیت طاری ہو اور تم یاد آجاؤ' اور بجائے خدا کے میں تمہاری یاد میں مشغول ہو جاؤں۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش کلام اللہ میں فرمان باری ہوتا ہے:

الیوم نختم علی افواھھمُ و تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانو ایکسبون یعنی انسان دنیا میں جو کچھ اچھا برا کرتا ہے کل قیامت کے دن اس کے یہی اعضاء اس کے بارے میں گواہی دیں گے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! فقراء اپنی زندگی ہی میں خود کو مار دیتے ہیں اور تمام چیزوں سے اپنے کو روک لیتے ہیں' اپنے ہاتھ کو مقید کر دیتے ہیں تا کہ کوئی چیز نہ اٹھا سکے۔ زبان گونگی بنا لیتے ہیں تا کہ کوئی نازیبا بات اس سے نہ نکلے' پیر کو لنگڑا کر دیتے ہیں تا کہ کسی نامناسب جگہ پر نہ جائے'

پس اے درویش! جو کہ ایسا ہو جاتا ہے اس کے بارے میں یقین کرو کہ اس کو مقام قرب حاصل ہو گیا اور وہ قیامت کے عذاب سے چھوٹ گیا۔

بغداد کا ایک درویش کامل

پھر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک درویش کے ساتھ میں بغداد میں تھا' وہ عبادتِ الٰہی میں حد درجہ سرشار اور مشغول رہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے وہ باہر نکلے اتفاق سے ان کی نظر ایک عورت پر پڑ گئی فوراً دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیے اور یا غفور یا غفور پکارنے لگے جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر گھر لوٹے تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے کہ خداوندا! جو آنکھ تجھ کو دیکھتی ہے اسے دوسروں کو دیکھنے کی اجازت نہ دے اور ابھی یہ جملہ ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ ان کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں وہ دو رکعت نماز شکرانہ ادا کر کے بیٹھ گئے' یہاں پر حضرت شیخ الاسلام کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اور فرمایا کہ سوائے دوست کے کسی اور کو دیکھنا واقعی کوتاہ نظری ہے۔ پھر یہ شعر فرمایا: شعر

چشمے کہ در رخ نہ بیند روا مدار ۔ خبر در جمال تو کہ دگر سو نظر کند

''جو آنکھ کہ تجھ کو نہ دیکھے اور تیرے جمال کو چھوڑ کر دوسری طرف نظر ڈالے وہ قابلِ معافی نہیں''

کچھ دنوں کے بعد یکایک اس درویش نے کوئی ناروا کلمہ سن لیا۔ انگلی کان میں ڈال لی اور کہا کہ خداوندا! جو کان کہ تیرے نام کے سوا کچھ اور سُنے اس کو بہرا بنا دے۔ فوراً ہی اس کے دونوں کان بہرے ہو گئے' پھر اٹھے اور وضو کر کے شکرانہ کی دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا کہ اب اس دنیا سے اپنے کو سلامت لے جا سکوں گا۔ پھر یہ شعر پڑھا: شعر

گوشے کہ جز بنام تو اے دوست بشنود
کز باد چوں بہر سخنے گوش بر کند

''جو کان کہ تیرے نام کے علاوہ کچھ سنے اور ہر طرح کی باتوں کو داخل ہونے کی اجازت دے وہ بہرا ہو جائے۔''

چہ نیکو بود وقت مردن اگر ۔ سلام برم رخت ایمان بگور

''کیا ہی اچھا ہو اگر لوگ ایمان کو سلامتی کے ساتھ قبر تک لے جائیں۔''

حضرت شیخ الاسلام بار بار اس شعر کو پڑھتے تھے اور منہ آسمان کی طرف اٹھا کر فرماتے تھے کہ الٰہی اس درویش کی درخواست ہے کہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ تو اس کو اس جہان سے اٹھا۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر اپنا ایمان کوئی سلامت لے گیا تو حقیقت یہ ہے کہ اس نے بڑا کام کیا۔

امام حنبلؒ کا وصال

اس کے بعد امام حنبلؒ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ان کو کبھی بھی کسی نے ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ ان پر نزع کا وقت آ گیا' اس وقت ابلیس لعین ان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا' اور اپنا ہاتھ مل کر کہنے لگا کہ اے امام تم میرے ہاتھ سے اپنا ایمان خوب بچا کر لے گئے' اس بات کو سن کر وہ مسکرا دیئے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے ایمان سلامت لے جا رہا ہوں۔

مولانا بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کا کشف

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! ایک بار یہ دعا گو اور برادرم مولانا بہاء الدین[1] زکریاؒ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے' سلوک پر باتیں ہو رہی تھیں تھوڑی ہی دیر میں

---

[1] شیخ بہاؤ الدین ابو محمد زکریا ملتانی کے دادا کا اسم گرامی کمال الدین علی شاہ قریشی تھا جو مکہ معظمہ سے بہ عہد چنگیزی خوارزم آئے اور وہاں سے ملتان آ کر سکونت پذیر ہوئے جہاں آپ کے فرزند شیخ وجیہ الدین پیدا ہوئے' شیخ وجیہ الدین کی شادی مولانا حسام الدین تبریزی کی صاحبزادی سے ہوئی جن کے بطن سے شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش ۵۶۰ھ بمطابق ۱۱۸۲ء ملتان کے قریب ''قلعہ کوٹ'' میں ہوئی جہاں آپ کے والد کا مسکن تھا۔ بیس سال سے پہلے ہی آپ حافظ قرآن' سات قرأتوں کے ماہر' علوم ظاہری و باطنی میں کامل ہو چکے تھے' عبادت میں تلاوت کلام پاک کے آپ بہت گرویدہ تھے' آپ کی خانقاہ علوم ظاہری و باطنی کا مرکز تھی روحانی امداد کے آپ پیشوا تھے۔ کتاب اخبار الاخیار کے مطابق آپ کا وصال سو سال کی عمر میں ۷ صفر ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۸۳ء بمقام ملتان ہوا' آپ کے صاحبزادے شیخ صدر الدین عارف کا بیان ہے کہ رحلت کے وقت کمرے سے آواز غیبی سنی گئی ''دوست دوست کے پاس چلا گیا۔''

آپ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے' ہندوستان کے اکابر اولیاء میں آپ کا شمار ہے' نزہت الارواح کے مصنف میر حسنی اور کتاب لمعات کے مصنف شیخ فرید الدین (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

برادرم بہاء الدین اٹھ گئے اور کھڑے ہو کر زار زار رونے لگے اور پھر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا' اس دُعا گو نے ان سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اٹھ کر دیکھو' جب میں اٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بغداد کے دروازے سے شیخ سعد الدین حمویہ کا جنازہ لوگ لا رہے ہیں اور بغداد کی جامع مسجد کے سامنے جنازہ کی نماز پڑھ رہے ہیں۔

درویش کی کرامت

حضرت شیخ الاسلام نے پھر ایک دوسرا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بار یہ دعا گو نواح لاہور میں مسافر تھا اور وہاں ایک گاؤں تھا جس میں ایک صاحب اسرار درویش مقیم تھے جو کھیتی کرتے تھے اور اس سے اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔ حاکم اور کارندوں میں سے کسی کو ان سے کوئی لالچ نہ تھا۔ بالآخر اس گاؤں میں ایک بے مروت شحنہ کا تقرر ہوا' اس شحنہ نے ان درویش سے محصول کے حصہ کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اتنے سال سے تم کاشتکاری کر رہے ہو اور حصہ نہیں دیتے اس لئے یا تو گزشتہ سالوں کا اتنا بقایا ادا کرو یا کوئی کرامت دکھلاؤ۔ ان درویش نے بہت منت سماجت کی کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں مجھے کرامت سے کیا واسطہ۔ اس شحنہ نے سختی شروع کی اور کہا کہ گزشتہ سالوں کا اتنا خراج جب تک نہ دو گے میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا' ورنہ کوئی کرامت دکھلاؤ۔ درویش بہت بے چین ہوئے اور تھوڑی دیر تک تامل کرنے کے بعد شحنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کس طرح کی کرامت دیکھنا چاہتے ہو بتاؤ شحنہ نے کہا کہ اس گاؤں کے نزدیک ایک نہر ہے اگر تم میں واقعی کرامت ہے تو سطح آب پر چل کر دکھلاؤ۔ درویش نے سطح آب پر اس طرح قدم رنجہ فرمایا جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہو' جب پار ہو گئے تو واپس آنے کے لئے اس کنارے پر کشتی مانگی' لوگوں نے ان سے کہا کہ جس طرح آپ گئے تھے اسی طرح واپس کیوں نہیں آ جاتے۔ درویش نے جواب دیا کہ میں ڈرتا ہوں کہیں نفس نہ موٹا ہو جائے کہ میں بھی کچھ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن ملجم

اس کے بعد شیخ الاسلام نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ جس روز حضرت امیر المومنین علی

(بقیہ حاشیہ) عراقی دونوں آپ کے تربیت یافتہ تھے' بابا فرید گنج شکرؒ اور آپ سے بڑے گہرے تعلقات تھے' سلسلۃ الذہب میں لکھا ہے کہ آپ ہندوستان کے رئیس الاولیاء تھے' آپ سے کئی سلسلے نکلے ہیں۔

کرم اللہ وجہہ کو شہید کرنے کے ارادہ سے بد بخت ابن ملجم روانہ ہوا تو حضرت علیؓ آگے آگے جا رہے تھے اور ملجم ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا یہاں تک کہ ایک مقام پر ندی کے کنارے پہنچے۔ اسی جگہ پر نزدیک ہی قبرستان تھا۔ امیر المومنین علیؓ نے ایک آدمی کا نام لے کر آواز دی کہ اے فلاں ابن فلاں قبر سے آواز آئی' حاضر ہوں اے امیر المومنین علیؓ۔ علیؓ نے دریافت فرمایا ندی سے پار ہونے کا کون سا راستہ ہے' جواب آیا جس جگہ آپ کھڑے ہیں اُسی جگہ سے اے امیر المومنینؓ۔ علیؓ ندی پار ہو گئے' بد بخت ملجم کنارہ پر آ کر کھڑا ہو گیا اور پوچھا اے علیؓ مردہ اور اس کے باپ کا نام تو آپ نے جان لیا لیکن آپ کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ندی پار ہونے کا راستہ کدھر سے ہے' حضرت علیؓ نے فرمایا اے ملجم میں جانتا تھا لیکن اس لیے پوچھ لیا کہ نفس کو مغالطہ نہ ہو جائے کہ میں بھی کچھ ہوں۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جب درویش دوست کے اسرار سے مالا مال ہو جائے اور پھر کچھ زبان سے نکل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں' اس لیے کہ جب رکھنے کی جگہ نہ رہے تو پھر کہاں رکھے۔ اور یہ کاملوں کا حال ہے لیکن جو شخص کہ شروع ہی میں اپنے اسرار کو غلبۂ شوق میں ظاہر کر دے تو یہ اس کی بڑی خامی ہے اس لیے کہ جس حد تک اسرار کی حفاظت کی جا سکتی ہے حفاظت کرنا چاہئے لیکن جب بہت ہو جائے اور اس میں سے کچھ ظاہر ہو جائے تو اہل سلوک میں سے بعض اس کو قابل معافی سمجھتے ہیں' پھر فرمایا کہ درویش! مومنوں کا دل پاکیزہ زمین کی طرح ہے کہ اگر محبت کا بیج اس میں ڈالو گے تو نوع بہ نوع کی چیز اس محبت کے بیج سے اُگے گی۔ پس اس نعمت میں ہر شخص کو شریک کر سکتے ہو اور تمہارے لیے تو وہ ہے ہی۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! اپنے حد سے تجاوز نہ کرو' چونکہ ہم لوگوں کو سطحی طور پر حق کی محبت کا دعویٰ ہرگز اچھا نہیں لگتا۔ کامل درویشوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی حاجت دوسروں کے سامنے نہیں رکھتے ہیں بلکہ اپنے انوار اسرار کی نعمت سے جو ان کو نصیب ہے ہر آنے والے کو کچھ نہ کچھ دیتے ہیں اور اس کی حاجت پوری کر کے واپس کرتے ہیں۔

لیکن اے درویش! اگر کوئی درویشی کا دعویٰ کرے اور اُمراء اور بادشاہوں سے روپیہ حاصل کرنے کے لئے ان کی خدمت میں آمد و رفت رکھے اور اپنی روزی کے لئے ان کے سامنے دستِ سوال دراز کرے تو یقین جانو کہ اس درویش کے پاس کچھ نعمت نہیں ہے' کیونکہ اس کے پاس اگر کچھ نعمت ہوتی تو ہرگز وہ خدا کے بندوں کے دروازہ پر نہ جاتا' اور کسی سے آس نہ لگاتا۔ جہاں

درویشی آتی ہے وہاں کسی کا گزر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ درویشوں پر تو خود ہی نعمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور مالک حقیقی نے اپنے مملکت کا خزانہ درویشوں کو بخش دیا ہے' وہ جس ضرورت مند کو چاہیں بخشیں' پھر ان لوگوں کو دوسروں کی محتاجی کیا ہوگی۔ لیکن ہاں شرط یہ ہے کہ صحیح معنوں میں درویشی ہو۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس وقت درویشوں پر حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے اُس وقت عرش سے فرش تک کوئی چیز ان لوگوں سے پوشیدہ نہیں رہتی اور ہر چیز ان پر منکشف ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس طرح اولیاء پر حال طاری ہوتا ہے اسی طرح انبیاء پر بھی حال کی کیفیت طاری ہوتی رہی ہے' قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے اپنی تواریخ میں لکھا ہے کہ درویش حق کی محبت کی زیادتی کے باعث ذوق وشوق میں مستغرق رہتے ہیں۔ جب درویشوں پر حق کی محبت طاری ہوتی ہے تو پھر ان کی روح دوست کے تجلی نور کے باعث اس منزل میں ہوتی ہے کہ اس وقت ان کو دنیا کی کوئی مخلوق یاد نہیں آتی۔ پھر یہ شعر پڑھا اور بے ہوش ہو گئے:۔ شعر

ہر لحظہ کہ در شوق خیال تو شوم غرق
جز روئے تو درپیش نظر جلوہ گری نیست

جس گھڑی کہ تیرے خیال کے ذوق شوق میں غرق ہوتا ہوں' تو پھر سوائے تیرے چہرے کے کوئی چیز میرے سامنے جلوہ گر نہیں ہوتی۔

پھر ارشاد ہوا کہ اے درویش! خواجہ امام محمد طاہر غزالیؒ نے اپنی تواریخ مین لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر حال کی کیفیت طاری ہوئی اس حال کی کیفیت میں وہ اپنے حجرے سے باہر نکل آئے' مدینہ کے باہر ایک نیا باغ اور اس میں ایک کنواں تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور کنویں میں پیر لٹکا کر عالمِ احوال میں متحیر بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحابہ میں سے اگر کوئی آئے تو بغیر مجھے اطلاع دیئے ان کو آنے نہ دینا۔ اسی وقت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ دونوں تشریف لائے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت رسالتؐ پناہ کی خدمت میں ان دونوں کے

آنے کی اطلاع کی، حکم ہوا آنے دو۔ حکم ملنے پر جب یہ حضرات اندر تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دونوں حضرات دائیں طرف بیٹھ جائیں۔ اسی طرح امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے، ابو موسی اشعریؓ نے ان دونوں کے آنے کی بھی خبر کی۔ ان لوگوں کو بھی آنے کی اجازت مل گئی، وہ دونوں اندر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ دیر تک بیٹھے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح اپنے حال میں مستغرق بیٹھے رہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دوستو! جس طرح زندگی میں ہم ایک جگہ ہیں، مرنے کے بعد بھی اسی طرح ایک جگہ رہیں گے اور جس طرح مرنے کے بعد ایک جگہ رہیں گے اسی طرح قیامت کے روز بھی اور بہشت کے اندر بھی ایک جگہ رہیں گے۔ صحابہ اُٹھے اور سجدۂ شکر بجالائے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی بہشت کو میرے سامنے رکھ دیا گیا تھا اس کے نظارہ میں مَیں مستغرق تھا۔ اس میں یاقوت کا ایک محل مَیں نے دیکھا جو اللہ تعالی نے بنایا تھا اور اسی سے ملحق چار دوسرے قصر بھی تھے۔ میں نے ان محلوں کے بارے میں پوچھا کہ کس کے لئے ہیں جواب ملا ان میں سے ایک تو تمہارے لیے ہے (اے میرے حبیبؐ) اور بقیہ چار تمہارے چار یاروں کے لئے بنوائے گئے ہیں، یہ سن کر میں خوشی سے پھولا نہیں سمایا۔ اسی بنا پر میں کہہ رہا ہوں کہ ہم لوگ تمام وقت ایک جگہ رہیں گے۔

حضرت مولانا بہاء الدین زکریا ملتانیؒ اور بابا فرید گنج شکرؒ کے درمیان مراسلت

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! احوال اسی کا نام ہے۔ جس وقت صاحبِ اسرار حال میں مستغرق ہوتا ہے کچھ نہ کچھ ضرور ظاہر ہو جاتا ہے پھر فرمایا کہ جب اس درویش پر بھی حال طاری ہوتا ہے اس وقت دوست کے اسرار میں سے کچھ نہ کچھ راز ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ چنانچہ یہ خبر برادرم بہاء الدین زکریاؒ کے کان میں پہنچی ان کو یہ بات پسند نہ آئی انہوں نے فوراً خط لکھا کہ اے درویش یہ کیسی نادانی تم سے ہو رہی ہے کہ اسرار دوست کو عیاں کر رہے ہو اور یہ بات اہل اسرار کو پسند نہیں ہے۔ اس دُعا گو نے جواب لکھا کہ اے بھائی گفتگو کی حد سے معاملہ گزر چکا ہے اور اسرار دوست سے میرا سینہ مالا مال ہو چکا ہے ذرا سی بھی جگہ اس میں خالی نہیں رہی ہے کہ مزید گنجائش ہو، اس لئے اس وقت جو کچھ اسرار دوست عالم انوار سے جلوہ فروز ہوتے ہیں جب وہ اندر نہیں سما سکتے تو لامحالہ وہ اسرار ظاہر ہی ہو جائیں گے، جب کسی چیز کی زیادتی

ہو جائے گی تو پھر ادھر اُدھر نکل ہی جائے گی۔ بس بھائی میں کتنی ہی حفاظت کرنی چاہتا ہوں کہ رمز اور اشارے ظاہر نہ ہوں لیکن ایسا کر نہیں پاتا' بتاؤ کیا کروں' جب اس درویش کا یہ خط ان کی خدمت میں پہنچا تو سر جھکا دیا اور کہا میرے یار نے اپنا کام پورا کر لیا اور اپنے کو اعلیٰ منزل تک پہنچا دیا۔ اس واقعہ کو ختم کرتے ہی شیخ الاسلام نے ایک نعرہ بلند کیا اور بے ہوش ہو گئے اور دو شبانہ یوم اپنے مصلے پر پڑے رہے اپنے تن بدن کا بھی ان کو ہوش نہ تھا۔

اس کے بعد ہوش میں آئے تو کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے یہ اشعار پڑھے:۔

آنانکہ در ہوائے توشیدانشستہ اند
از جملہ کس بریدہ و تنہا نشستہ اند
خود رافدائے نام تو اے دوست کردہ اند
آں عاشقاں کہ بہر توشیدانشستہ اند
در عالم تفکر بر دل نہادہ اند
گاہی افتادہ کہ بسر پا نشستہ اند

جو لوگ کہ تیرے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں' وہ سارے جہاں سے قطع تعلق کر کے تنہائی پسند ہو گئے ہیں اور اپنے کو تیرے نام پر اے دوست قربان کئے ہوئے ہیں عالم تفکر میں غلطاں وپیچاں رہتے ہیں۔

پھر اسی موقع پر فرمایا کہ اے درویش! ایک نو وارد ملتان سے میرے پاس آیا اور کہا کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی خدمت میں مَیں حاضر تھا۔ شیخ موصوف پر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ اپنے خانقاہ سے باہر نکلے اور سوار ہو کر پورے ملتان کا گشت لگایا اور فرمایا کہ ہر طرف پکار پکار کر کہہ دو کہ جو شخص آج بہاء الدین زکریا کا چہرہ دیکھ لے گا کل قیامت کے دن اگر اس کو دوزخ میں بھیجا گیا تو میں ضامن ہوں گا۔ یہ خبر پا کر تمام مسلمان آتے تھے اور شیخ کے چہرے کی زیارت کرتے تھے۔ شیخ بہاء الدین زکریا قسم کھا کر لوگوں کو اطمینان دلا رہے تھے کہ قیامت کے دن تم لوگ دوزخ میں نہیں جاؤ گے اس لئے کہ مجھے القا ہوا ہے کہ اے بہاء الدین! جو آج دنیا میں تمہاری زیارت کر لے گا کل قیامت کے دن ہم (اللہ) اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیں گے۔

جیسے ہی کہ نوارد نے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت پر کیفیت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ اے درویش! اگر بھائی بہاء الدین نے یہ اعلان کرایا کہ جوان کے چہرہ کی زیارت کرلے گا دوزخ میں نہیں جائے گا تو میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دنیا میں مسلمانوں میں سے جو شخص میرا ہاتھ پکڑ لے گا یا مجھ سے مصافحہ کرلے گا یا میرے فرزندوں کا یا میرے مریدوں کا یا میرے خانوادہ میں سے کسی کا ہاتھ تھام لے گا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے گی' اور وہ دوزخ میں نہیں لے کے جایا جائے گا' اس لئے کہ میرے پیر شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز نے ایک مرتبہ مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ اے مرید اللہ تعالےٰ نے تم کو وہ درجہ دیا ہے کہ جو شخص تمہارا یا تمہارے مریدوں کا یا تمہارے فرزندوں کا ہاتھ پکڑ لے گا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور اس کا ٹھکانا بہشت میں ہوگا۔ اس کے بعد سے روزانہ ہزار مرتبہ میرے دماغ میں یہ بات گونجتی ہے کہ فرید اجودھنی خدا کا نیک بندہ ہے' اس کے بعد جب شیخ الاسلام نے یہ قصہ ختم کیا تو عالم تحیر میں کھڑے ہوگئے' اور یہ دُعا گو (بابا بدر اسحاق) بھی ان کے ساتھ تھا۔ ساتھ شبانہ یوم تک حضرت شیخ الاسلام اس عالم کیثر میں رہے اور اس درمیان میں ان کو غذا اور پانی سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ جس وقت ہوش میں آتے تو عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔

۞

تیسری فصل

رزق

ہم لوگوں کو شیخ کی قدمبوسی کا موقع حاصل تھا۔ رزق کے اوپر گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! شریعت اور طریقت کے راستہ میں سچا آدمی وہ ہے جس کا دل روزی میں نہ اٹکا رہے اور جو معاش سے بے پروا ہو کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے یقین رکھو جو چیز تمہاری قسمت میں لکھی ہوئی ہے وہ تم کو ضرور مل جائے گی اور ذرا بھی اس میں کمی نہ آئے گی۔ پس اے درویش! جو روزی کہ تمہاری قسمت میں ازل کے روز لکھی گئی ہے وہ تمہارے نہ مانگنے پر بھی تم کو مل جائے گی۔ لیکن فقر کی راہ میں ثابت قدم وہ شخص ہے جس کا دل روزی میں نہ اٹکا ہوا ہو اور وہ یہ نہ سوچے کہ آج میں نے کیا کھایا اور کل کیا کھاؤں گا۔ اور جو لوگ اس کے برخلاف ہوتے ہیں اہلِ طریقت ان کو بددین اور بددیانت کہتے ہیں۔

روزی اور انسان

پھر اسی لمحہ ارشاد ہوا کہ اے درویش! سلوک کی کتابوں میں اہلِ سلوک نے لکھا ہے کہ جس طرح موت انسان کی متلاشی رہتی ہے اور ہمیشہ اس کے مونڈھنے پر بیٹھی رہتی ہے اسی طرح روزی بھی انسان کی جستجو میں رہتی ہے اور وہ شخص جہاں بھی جاتا ہے روزی اس کے ساتھ ساتھ جاتی ہے اور جس جگہ وہ بیٹھتا ہے اس کے بغل میں بیٹھتی ہے اس لئے بے فکر رہو کیونکہ روزی تمہارے شانہ پر لکھی ہوئی ہے اور دلجمعی سے خدا کا کام کرو جو کچھ تمہارے نصیب میں ہے وہ تمہارے سامنے آجائے گا۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! تو اپنے مالک کا طالب رہ تاکہ تمام وہ چیزیں جو تمہارے مالک کے ملک مین ہیں تیری طلبگار ہو جائیں۔ آثار الاولیاء میں مَیں نے لکھا

دیکھا ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی شخص جب دُنیا کا طلب گار ہوتا ہے تو دنیا اس کے پلے نہیں پڑتی اور اس سے اس طرح دُور بھاگتی ہے جیسے مسلمان مُردار سے۔ اور جو اپنے مالک کا طلب گار ہوتا ہے اور دُنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا پھر دُنیا بڑی گرویدگی سے خود کو اس کے سامنے حاضر کر دیتی ہے اور اپنے گوشۂ چشم سے اس کو دیکھتی ہے اور وہ دُنیا سے اسی طرح بھاگتا ہے جیسا کہ تم مردار سے۔

خیرات کی فضیلت

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا اے درویش! جیسا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدنیا مزرعة الآخرة تم نے سمجھا کہ یہ کس بناء پر فرمایا ہے؟ یعنی دنیا میں کھیتی کرنے سے مراد سخاوت ہے۔ کیونکہ جو لوگ خیرات کرتے ہیں اس کا صلہ وہ آخرت میں پہلے ہی سے بھیج دیتے ہیں۔ سخاوت کا بیج بوتے ہیں تا کہ کل اس بیج سے نعمت حاصل کریں۔ کیونکہ صدقہ سے زیادہ فضیلت والی اور سخاوت سے زیادہ بلند کوئی چیز دُنیا نہیں ہے۔ سخاوت سے ہر کام پورا ہوتا ہے۔ پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! یہ جو متوکل باللہ لوگ ہیں ان کو کسی طرح کا غم و فکر روزی وغیرہ کا نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ روزِ ازل سے مقدر میں لکھا ہے وہ پہنچ جائے گا پھر فکر مند کیوں ہوں۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! تم خدا کے کام میں لگے رہو اور دل جمعی سے اس کی عبادت کرو۔ پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسی کیسی نعمتیں تمہارے لئے بھیجی جائیں گی۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! اہلِ سلوک میں سے اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ روزی کے لئے مغموم ہے تو دریشوں کو حکم دو کہ اس کی گردن پکڑ کر خانقاہ سے باہر نکال دیں کیونکہ وہ بدعقیدہ درویش ہے اور اس میں سچائی نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! بزرگوں سے میں نے سنا ہے کہ گناہ کبیرہ میں سے ایک یہ بھی کہ رزق کے لئے کوئی مغموم رہے کہ آج تو ہے لیکن کل کیا کھائیں گے پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر سو برس تک بھی مارے مارے پھرو یا آنکھوں سے دُھول اٹھاؤ لیکن رزق کی جو مقدار تمہارے لئے مقرر کر دی گئی ہے ذرّہ بھر اس سے زیادہ نہ ملے گا۔

مقدر انسانی

اسی مجلس میں حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! ایک آدمی تلاشِ روزگار

میں اور روزی زیادہ حاصل کرنے کے لئے کئی سال خاک چھانتا رہا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک جگہ سے دُوسری جگہ سفر کرتا رہا لیکن جو پہلے روزی اس کو مل رہی تھی اس سے ذرا بھی زیادہ نہیں ہوئی۔ چنانچہ وہ شخص گھوم پھر کر اپنے شہر میں اسی حالت میں بلکہ اس سے بھی بدتر حالت میں واپس آیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا یہ کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مسلمانو! میں دوسری جگہ گیا تھا کہ روزی کچھ بڑھے گی لیکن ازل میں جتنی روزی میری قسمت میں لکھی گئی تھی اس سے ذرا بھی زیادہ نہ ہوئی' پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا:

گر کشتی صد ہزار ہادی چست
نخوری پیش از آنکہ روزی تست

اگر تم لاکھ جتن کرو لیکن جو تمہاری روزی مقدر ہے اس سے زیادہ نہ کھاؤ گے۔

جیسے ہی حضرت شیخ الاسلامؒ نے یہ شعر پڑھا صوفیوں میں سے ایک بزرگ نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو دو شعر عرض کروں۔ حکم ملنے پر انہوں نے کہا: نظم

بہ شغل جہاں رنج بروں چہ سود
کہ روزے بکوشش نباید فزود

بدنبال روزی چہ باید و دید
تو بہ نشیں کہ روزی خود آید پدید

دنیا کے کام کے لئے فکر کرنے کا کیا فائدہ کہ روزی کوشش سے نہیں بڑھ سکتی۔ روزی کے پیچھے کیا دوڑنا' تم بیٹھو روزی خود تمہارے سامنے آئے گی۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! اگر تم سو ہزار برس سے بھی زیادہ کوشش کرو کہ روزی بڑھ جائے' ہرگز ہرگز نہیں بڑھے گی۔ اس لئے ہر حال میں آدمیوں کو چاہئے کہ اپنے کاموں میں راست باز رہے۔ بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ اس شہر سے چلے جائیں گے تو روزی بڑھ جائے گی یا اچھا روزگار مل جائے گا لیکن یہ گناہِ کبیرہ میں سے ایک ہے۔ اور یہ اس شخص کا عدم یقین ہے کہ جو اس بارے میں سوچتا ہے اور یہ بے جا فکر اس کو پریشان کرتی ہے کیونکہ اس جگہ اور ہر جگہ جہاں بھی تم جاؤ اور قیام کرو پروردگار موجود ہے اور جو کچھ تمہاری قسمت میں ہے تم کو مل جائے گا۔

رزق کی تلاش

پھر اسی موقع نے حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ ایک شخص نے تنگ دستی اور روزگار کی کمی کی وجہ سے مجبور ہو کر چاہا کہ اپنے شہر سے دوسرے شہر میں اچھا روزگار حاصل کرنے کے ارادہ سے جائے' اس شہر میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ رخصت ہونے کے وقت وہ شخص ان کی خدمت میں گیا۔ ان بزرگ نے پوچھا کہ کیوں جاتے ہو؟ اس نے کہا اپنے برے وقت سے مجبور ہو کر۔ بزرگ نے پوچھا اچھا تو جب تم اس شہر میں جانا تو اس شہر کے خدا کو میرا اسلام پہنچانا' اس آدمی کو بڑا تعجب ہوا' پوچھا کہ اے حضرت اس شہر میں دُوسرا خدا کہاں سے آیا؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ اے بے وقوف جب اتنا جانتے ہو کہ اس شہر میں اور اس شہر میں دونوں جگہ ایک ہی خدا ہے اور یہاں اور وہاں جو تمہاری تقدیر میں ہے تم کو وہ دے دے گا اور اس سے ذرا بھی کم نہ ہو گا۔ پھر روزی میں کمی کی وجہ سے تم کیوں فکر مند ہو' جاؤ اور دل جمعی کے ساتھ اللہ کے کام میں مشغول ہو جاؤ' دیکھو پھر کیا ظاہر ہوتا ہے۔

خزانۂ غیب سے رزق

پھر' حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا اے درویش! ایک مرتبہ ایک اللہ والے کو بارہ روز تک ایک دانہ میسر نہ ہوا۔ اُس کے بچے اِس تکلیف کو برداشت کرنے سے عاجز رہے۔ وہ سب خواجہ کے دامن کو کھینچتے تھے اور رو رو کر کہتے تھے کہ اے حضرت باہر جا کر یا تو ہم لوگوں کے لئے روزی تلاش کیجئے یا پھر اپنے ہاتھ سے ہم لوگوں کو ختم کر دیجئے کہ ہم لوگ بھوک کی تکالیف سے عاجز اور بے چین ہیں۔ خواجہ نے اپنے فرزندوں کو سمجھایا آج پھر صبر کرو' کل مزدوری کرنے کے لیے جاؤں گا اور تم لوگوں کے لئے خوراک لاؤں گا۔ غرض جب دوسرا دن ہوا' خواجہ وضو کر کے نکل گئے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا' پھر گھر واپس آئے۔ لڑکوں نے ان کو پھر گھیر لیا اور دامن کھینچنے لگے کہ کچھ لائے ہو تو دے دیجئے' خواجہ نے ان لوگوں کو ٹالنے کے لئے کہا کہ جس شخص کے یہاں میں روزی کرنے گیا تھا اس کے مالک نے کہا ہے کہ کل آؤ گے تو دو روز کی مزدوری ایک ساتھ دوں گا۔ چنانچہ اسی طرح دو روز کٹ گئے۔ بچوں نے بڑا آہ و واویلا مچایا اور کہا کہ اے بے رحم باپ! ہم لوگ مرنے کے قریب ہیں اور آپ ہم لوگوں کو کھانا دینے کی کوئی تدبیر نہیں کر رہے ہیں۔ ان بزرگ نے اس روز بھی بچوں سے وعدہ کیا اور ویرانے میں جا کر نماز

پڑھنے لگے' قبل اس کے کہ دوسری نماز کا وقت آئے فرشتوں کو حکم ہوا کہ دو من آٹا' دو مٹکے شہد اور دو ہزار اشرفی بہشت سے لے جاؤ اور ان بزرگ کے گھر پر دے دو۔ اور ان کے بال بچوں کو کہہ دو کہ جس گھر میں تمہارے باپ دو روز مزدوری کرنے کے لئے گئے تھے اس گھر کے مالک نے دو روز کی مزدوری بھیجی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم میرے کام میں کوتاہی نہ کرو گے تو میں بھی تمہاری مزدوری میں کمی نہیں کروں گا' بعد میں جب وہ بزرگ گھر میں آئے تو دیکھا کہ باورچی خانے سے دھواں نکل رہا ہے اور گھر میں بڑی چہل پہل ہے' بچے خوش خوش اُن کے پاس آئے اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ خواجہ نے ایک نعرہ مارا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ایسی سینکڑوں بخششیں کرتا رہتا ہے۔ کاش کہ ہم لوگ بھی اس کے کام میں پکے رہیں۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! جو کہ عبادتِ الٰہی میں دل جمعی سے مشغول رہتا ہے اور اپنی روزی کی فکر نہیں کرتا اللہ اسی طرح اُس کو روزی پہنچاتا ہے جیسا کہ اس نے ان بزرگوار کو بھجوائی۔

پھر اسی مجلس میں حضرت شیخ الاسلامؒ نے ارشاد فرمایا کہ اے درویش! عشق حقیقت میں ایسا موتی ہے جس کی قیمت کوئی جوہری اور نظر والا نہیں لگا سکتا کہ وہ کیا ہے پھر فرمایا کہ اے درویش! سوائے انسان کے ایسی قیمتی نعمت کسی مقرب فرشتے کو بھی نہیں دی گئی ہے۔ لقد کرمنا بنی ادم سے واضح ہے اور جس وقت کہ عشق پیدا کیا گیا اس سے خطاب ہوا کہ اے عشق! جا سوائے مغموم آدمیوں کے دل کے اور کہیں قرار نہ لینا کیونکہ تیرا ٹھکانا صرف ان ہی لوگوں کے دل میں ہو سکتا ہے۔ پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے غایتِ شوق میں یہ رباعی پڑھی

گفتم صنما مگر تو جانان منی — اکنون کہ نگاہ ہمی کنم جان منی
مرتد گر دم اگر زمن بر گزری — اے جان و جہاں تو کفر و ایمان منی

میں نے کہا اے صنم تو میرا محبوب ہے' اب جبکہ میں دیکھتا ہوں تو میری جان ہے میں مرتد ہو جاؤں اگر تو مجھ سے کنارہ کش ہو جائے اس لئے اے میرے محبوب تو کفر اور ایمان سب کچھ میرا ہے۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! جب حق سبحان تعالیٰ نے عشق کو پیدا کیا تو لاکھوں زنجیروں اور لاکھوں ریشہ شوق کو بھی پیدا کیا۔ پھر مومنوں کی ارواح کو آواز دی کہ

تمام ارواح حاضر ہوں۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ عشق کی صورت کو پیش کریں اور ہزاروں راز اور کرشمہ کے ساتھ عشق کی صورت کو ارواح (مومنین) کے مقابلے میں رکھ دیں' پھر جو روحیں کہ عشق اور محبت کے لائق ہیں آگے بڑھیں اور سلسلۂ عشق اور ریشۂ محبت میں سرمست ہو جائیں اور قبہ اوّل میں دریائے محبت میں غرق ہو جائیں اور ان لوگوں کا نام ونشان ظاہر نہ ہوا اور یہ انبیاء اور اولیاء کی روحیں تھیں جو اس عشق کے مرتبہ کے ثابت ہوئیں پھر دوسری روحیں بھی غرق ہوئیں اور یہ اہلِ مجاز کی روحیں تھیں۔ جو شخص کہ مجاز سے حقیقت کی دولت تک پہنچتا ہے بھلا اس کا کیا کہنا۔ پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی:

چنداں نازست زعشق تو بر سر من
یاور غلطم کہ عاشق تو بر من
یا درسر ایں غلط شود ایں سر من
یا خیمہ زند وصل تو اندر من

تیرے عشق کی وجہ سے میرے سر میں اتنا ناز ہو گیا یا میں غلطی پر ہوں کہ تو مجھ پر عاشق ہو گیا یا میرے سر میں یہ غلط سودا ہو گیا یا تیرا وصل مجھ کو حاصل ہو گیا۔

اسی وقت صوفیاء میں سے ایک عزیز نے جو حاضر تھے بڑھ کر عرض کیا کہ امام محمد غزالی[1] کی تواریخ سے ایک شعر مجھے یاد آ گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ اجازت ملنے پر انہوں نے کہا:

اے دوست ترا بخویشتن دوست برام
از رشک تو بادیدہ خود دوست نہ ام

اے دوست تجھ کو اپنے سے بھی زیادہ چاہتا ہوں' عشق کا یہ عالم ہے کہ اپنی آنکھیں بھی

---

[1] امام محمد غزالیؒ بہت بڑے عالم دین اور فلسفی تھے' علم الکلام کے اندر آپ بہت ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ آپ اپنے فلسفہ اور علم الکلام کی مدد سے معتزلہ جماعت کے حملوں کا ہمیشہ مسکت جواب دیتے رہے' جس وقت اسلام پر معتزلہ اور لادینیوں کی یورش تھی امام غزالی چٹان کی طرح سینہ سپر تھے اور تمام اعتراضات کا جواب دے رہے تھے' آپ کی مشہور تصانیف میں احیاء العلوم' منہاج العابدین اور کیمیائے سعادت خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مجھ کو عزیز نہیں ہیں۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! عشق کا ولولہ اور شوق جو کہ عاشقوں میں ہے اُس کی ابتداء اُسی روز سے ہوئی تھی جس دن یہ عشق کی صورت پر فریفتہ ہوئے تھے۔ پس اے درویش! تمہیں اس کی قدر نہیں ہے کہ اتنی اچھی صورتیں تمہارے دل میں جاگزیں کر دی گئی ہیں اور روح کو جو کہ تمام اعضاء کا بادشاہ ہے ازل ہی سے دل کا مالک بنایا گیا ہے اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ جہاں عشق ہے وہاں دل ہے' پس اے درویش! اس کی قدر وہی جانتا ہے جس کے دل میں دوست کے اسرار اور عشق کے انوار جاگزین ہوں اور جس کے دل میں عشق کی جگہ ہو۔

رزق کی اقسام

اسی مجلس میں پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ مشائخ نے رزق کو چار طبقات میں منقسم کیا ہے۔ پہلے کو رزق مقسوم' دوسرے کو رزق مذموم' تیسرے کو رزق مملوک اور چوتھے کو رزق موعود کہتے ہیں' پھر اس کی وضاحت مثال سے اس طرح فرمائی ہے کہ رزق مقسوم وہ ہے جو ازل ہی میں مقدر ہو گیا ہے' اور لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اس کی قسمت میں جتنا لکھا ہے اس کو ضرور مل جائے گا' اور رزق مذموم وہ ہے کہ کھانا پانی اور جو کچھ ضروریات زندگی ہے اس کو بہم پہنچایا جاتا ہے لیکن اس کو صبر نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها۔ یعنی دنیا میں جو مخلوق بھی ہے اللہ ہی اس کا روزی رساں ہے اور وہ تمام مخلوق کی روزی کا ضامن ہے اور رزق مملوک وہ ہے کہ روپیہ پیسہ اور کپڑوں کو جمع کریں اور دوسرے سامان سے تجارت کریں' تاکہ اللہ کے فضل سے ان کاموں سے رزق کی صورت پیدا ہو جائے' لیکن اے درویش! سالکوں نے کہا ہے کہ تجارت وہ کرے جس کو اللہ کے کرم سے انکار نہ ہو' لیکن درویشوں کو چاہئے کہ سونا چاندی اور کپڑا کچھ بھی جمع نہ کریں اور جو کچھ بھی ہو اللہ کے راستہ میں خرچ کریں اور ایک قطرہ بھی بچا کر نہ رکھیں' پھر فرمایا کہ اے درویش! رزق موعود وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے صالحین اور عابدوں سے وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے: ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لایحتسب۔ یعنی صالحوں اور عابدوں کو ہم نے رزق کی طرف سے فارغ کر دیا ہے کیونکہ ان سے میرا وعدہ ہے کہ ان کی ضروریات کو ان کے بغیر مانگے ہوئے ہم پوری کریں گے۔

اللہ پر توکل کا صلہ

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ یہ دعا گوئی اور مسافروں کے ساتھ سیوستان کی طرف سفر کر رہا تھا اس شہر سے باہر ایک غار تھا' اس غار میں ایک درویش رہتے تھے جو عبادت اور ریاضت میں اس قدر مشغول رہتے تھے کہ کسی بزرگ کو نہیں دیکھا گیا' غرض جب میں ان کے پاس پہنچا وہ تلاوت کلام پاک سے فراغت کر کے تھوڑی دیر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور قصہ بیان کیا کہ اے عزیزو! بیس برس تک میں سیاحی کرتا رہا تھا' ایک مرتبہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا جو ایک پہاڑ میں جنگل کے درمیان رہتے تھے اور وہ ایسی جگہ تھی کہ ایک پرندہ کا بھی ملنا وہاں مشکل تھا' میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ درویش یہاں رہتے تو ہیں لیکن اس جنگل میں روزی ان کو کہاں سے ملتی ہے' جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں گزرا انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! رزق کے لئے تم کو کیا تعجب ہو رہا ہے کیا روزی دینے والے خدا کو نہیں جانتے' کلام پاک میں ہے ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ۔جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! خواہ تم آبادی میں رہو یا ویرانہ میں رہو جہاں بھی رہو تمہارے حصہ کی روزی جو تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے تم کو مل جائے گی اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تا کہ قدرت خداوندی کا تماشا دیکھ سکو' جب ان بزرگ نے یہ بات فرمائی میرے بدن میں کپکپی پیدا ہوئی' پھر فرمایا کہ یہ جو پتھر تمہارے سامنے پڑا ہوا ہے اُٹھا لو اور توڑ دو۔ میں ان بزرگ کے حکم کے مطابق اُٹھا اور اس پتھر کو توڑ دیا' اس پتھر کے اندر ایک کیڑا تھا جو باہر نکل آیا' پھر انہوں نے فرمایا کہ اس کو دیکھو میں نے جب اس کو غور سے دیکھا تو دیکھا کہ وہ کیڑا ایک سبز پتی منہ میں لیے ہوئے ہے اور کھا رہا ہے اس وقت ان بزرگ نے فرمایا کہ اے درویش! جو ذات کہ ایک کیڑے کو پتھر کے اندر رکھ کر اُس کو اُس کی روزی پہنچاتی ہے کیا وہ قادر نہیں ہے کہ مجھ کو میرے حصہ کا رزق جہاں بھی میں رہوں دے دے' اسکے بعد میں اس رات کو بھی ان درویش کے پاس ٹھہر گیا جب افطار کا وقت ہوا' ایک آدمی کو میں نے دیکھا کہ وہ دو روٹیاں اور کچھ حلوہ لیے ہوئے آ موجود ہوا۔ تعظیماً سر جھکایا اور ان بزرگ کے پاس رکھ کر واپس چلا گیا۔ جب وہ بزرگ تلاوت سے فارغ ہوئے مجھ کو سامنے بلایا اور کہا کہ اے درویش! آؤ افطار کر و تم پوچھ رہے تھے کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں۔ اس کے بعد جب دن ہوا میں نے ان بزرگ کے قدموں پر اپنا سر رکھ

دیا اور واپس آ گیا۔ پس اے درویش! ان بزرگ نے مجھ سے جو باتیں کہیں تھیں ان کو اچھی طرح کان اور دل میں محفوظ کر لیا اور اس غار میں آ کر جم گیا اور اس کو کم و بیش آج بیس سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ عالم غیب سے مجھ کو رزق مل رہا ہے اور نہ صرف مجھ ہی کو بلکہ اس ویرانہ میں جو بھی آ جاتا ہے اس کے حصہ کا بھی رزق آ جاتا ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو میں اور میرے ہمراہی نے ان بزرگ کے ساتھ نماز ادا کی' تھوڑی دیر کے بعد یکا یک ایک آدمی کھانے کا خوانچہ سر پر رکھے ہوئے حاضر ہوا اور ان بزرگ کے سامنے رکھ دیا اور ہم دونوں نے ان بزرگ کے ساتھ آسودہ ہو کر کھایا لیکن کھانے کے بعد بھی اس میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا' جب ہم لوگ آسودہ ہو کر کھا چکے تو ان بزرگ نے اپنے پائے مبارک کو زمین پر مارا یکا یک وہاں پر پانی کا چشمہ نکل آیا' ہم لوگوں نے پانی پیا۔ وہ خوانچہ ہم لوگوں کے سامنے غائب ہو گیا' جب دن ہوا تو ہم لوگوں نے ان بزرگ سے مصافحہ کرنا چاہا۔ انہوں نے ہاتھ جو بڑھایا تو وہ کٹا ہوا تھا' مجھ کو بڑا تعجب ہوا کہ اس میں کیا حکمت ہے جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال گزرا فوراً ہی ان بزرگ نے کہنا شروع کیا کہ اے عزیز! ایک دن میں جیسے ہی غار سے باہر نکلا سامنے ایک اشرفی پڑی ہوئی تھی مجھے رغبت ہوئی کہ اس کو اٹھا لوں کیونکہ ممکن ہے یہ بھی رزق ہی ہو جو عالم غیب سے مجھے بھیجی گئی ہو' جیسے ہی میں نے اسے اٹھانا چاہا ایک آواز آئی کہ اے جھوٹے دعوے کرنے والے! یہی توکل کا عہد تم نے میرے ساتھ کیا تھا کہ ایک سکے کو دیکھ کر اس کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا کہ اپنا رزق خود پیدا کریں اور میرے واسطے کو بھول گئے' جیسے ہی کہ یہ آواز میں نے سنی' وہیں پر چھری موجود تھی اٹھا کر اس ہاتھ کو جو تم دیکھ رہے ہو کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ پس اے درویش! جو ہاتھ کہ خداتعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی چیز اُٹھالے اس ہاتھ کا کٹا ہونا ہی بہتر ہے' بس اے عزیز! اس واقعہ کو بیس سال کا زمانہ گزر رہا ہے کہ شرمندگی کی وجہ سے میں نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا ہے اور برابر دل میں کہتا ہوں کہ یہ کیا حرکت مجھ سے سرزد ہو گئی۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! مرد یہ لوگ تھے کہ خدا کی راہ سے ذرا سا بھی باہر نہیں ہوتے تھے اور رزق کے لئے ایک لمحہ کے واسطے بھی اپنے دل میں فکر نہیں لاتے تھے۔

چند بدعہد فقراء کا انجام

پھر حضرت شیخ الاسلام نے ایک قصہ بیان فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ کئی اہل دل

فقراء حج کرنے کے ارادہ سے اللہ پر توکل کر کے نکلے اور آپس میں یہ طے کیا کہ اپنے دل کا راز ہم لوگ کسی سے نہیں کہیں گے اور نہ کسی سے کچھ مانگیں گے، غرض ایک جنگل میں یہ لوگ پہنچ گئے کہ جہاں ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی آدمی نہ تھا، اس بیابان میں پانی کا ایک چشمہ تھا۔ اس جگہ یہ لوگ اُتر گئے اور وضو کیا۔ وضو کر کے شرط کے مطابق دو رکعت نماز پڑھی۔ ان لوگوں نے یکا یک دیکھا کہ مہتر خضر علیہ السلام جو کئی روٹیاں لیے ہوئے سامنے آئے۔ یہ سب ان کی طرف متوجہ ہوئے اور خوش ہو کر بولے کہ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی قدم بوسی حاصل ہوئی اور ہم لوگ بھوکے تھے یہ کھانا بھی ہم لوگوں کو مل گیا، جیسے ہی یہ خیال دل میں گزرا۔ آواز آئی کہ اے وعدہ خلاف اور جھوٹے دعویٰ کرنے والو! تم نے یہی عہد ہم سے کیا تھا اور یہی کہا تھا، یکا یک ہوا میں ایک تیغ بلند ہوئی اور سب کے سر کاٹ دیئے، پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جو اپنے عہد کو توڑتا ہے اور توکل میں ثابت قدم نہیں رہتا اس کی یہی سزا ہوتی ہے جو ان سب کو ملی۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ دو مصرعے قاضی حمید الدینؒ ناگوری کی زبان سے شمسی حوض کے اوپر میں نے سنے تھے جو بہت بے مثل ہیں، اور دونوں مصرعے یہ ہیں:۔

جس نے کہ دوست کے ساتھ عہد کیا اور توڑ دیا، اس کا انجام بدعہدوں جیسا ہی ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! عشق کی ابتدا حضرت آدم صفی اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ السلام سے ہوئی۔ جب اُن کو اس دنیا میں لایا گیا تو جمالِ عشق کو ان کے سامنے رکھ دیا گیا، جیسے ہی کہ آدم صفی اللہ علیہ السلام نے آنکھ کھولی اور ان کی نظر جمال عشق پر پڑی، وہ فریفتہ ہو گئے۔ پس اے درویش وہ سب عشق کی حرکت تھی، پھر انہوں نے نگار خانہ بہشت کو پس پشت ڈالا اور دیوانوں کی طرح اس جگہ سے نکل کر دنیا کے ویرانے میں قرار لیا۔ لیکن چونکہ وہ بہت بے چین اور مضطرب تھے اس لئے فرشتوں کو حکم ہوا کہ ہم آدم کے لیے ایک مونس پیدا کرتے ہیں جس سے وہ مانوس ہو اور محبت کرے، ورنہ وہ برداشت نہ کر سکے گا اور ختم ہو جائے گا۔ فرشتوں نے سر بہ سجود ہو کر عرض کیا جو تو جانتا ہے۔ ہم لوگ نہیں جانتے ہیں، تو حاکم مطلق ہے، تیرا حکم سب پر مقدم ہے، فرمان باری ہوا اے فرشتو! دیکھو میں کس طرح اس مونس کو پیدا کروں گا، آدم علیہ السلام بیٹھے رہے اور ان کے بائیں پسلی سے حوا کو پیدا کیا۔ حوا نے سلام کیا اور آدم علیہ السلام کے پہلو میں جا بیٹھیں، آدم علیہ السلام

نے ان کی صورت دیکھ کر پوچھا اے خوبرو تو کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں تمہاری شریک زندگی ہوں تاکہ تم کو میرے ساتھ سکون ملے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! حقیقی عاشق کا نالہ وشیون اسی وقت تک ہے جب تک کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوجاتا جیسے ہی کہ عاشق کو معشوق کا وصل حاصل ہوجاتا ہے اس کا تمام شوروفریاد ختم ہوجاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! شیخ بہاء الدین بخاری کا[1] جو کہ اللہ والوں میں سے ایک تھے یہ قطعہ مجھ کو یاد ہے جس کو انہوں نے بڑی سرمستی میں پڑھا تھا:۔ قطعہ

''من اول روز چوں در تو بدیدم شیفتہ گشتم
ندانستم تو بودے یا کہ بودست اینکہ من دیدم

پہلے روز جب میں نے تجھ کو دیکھا تو فریفتہ ہوگیا' پھر مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ جس کو میں نے دیکھا تھا وہ تو تھا یا کوئی اور تھا۔

اپنے محبوب کے چہرہ کو دیکھ کر میں ایسا والہ وشیدا ہوگیا' کہ خود کو بھلادیا اور جسم و جان میں ہر جگہ تو ہی تو تھا۔

پھر اسی موقع پر انتہائی شوق میں حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی حمیدالدین ناگوریؒ کی زبان سے میں نے یہ رباعی سنی تھی:۔

بلاست عشق منم کز بلا پرہیزم
چو عشق خفتہ بود شور من برانگیزم
اگر عشق خوش است و وفا خوش آمد خوش
مرا خوش است بہرد ولیم بر آمیزم

عشق مصیبت ہے' میں مصیبت سے بچتا ہوں' جب عشق سویا ہوا ہوتا ہے میرا شور اس کو جگادیتا ہے۔

---

[1] حضرت بہاء الدین بخاریؒ بہت بڑے کامل بزرگوں میں تھے بعض جگہ لکھا ہے کہ بابا فرید گنج شکرؒ کے آپ استاد تھے۔ ساتویں فصل میں بابا فرید گنج شکرؒ کے ملفوظات میں خود بابا نے بھی ان کو اپنا استاد ہی کہا ہے۔ (مترجم)

اگر چہ عشق اچھا ہے اور وفا بھی اچھی ہے' مجھے دو دلوں کا باہم مل جانا زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

احباب مجھ کو کہتے ہیں کہ مصیبت سے پرہیز کرو' مصیبت تو دل ہی ہے میں دل سے کس طرح پرہیز کروں۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! رزق کے سلسلے میں توکل ضمناً ہے اس لئے تم جانتے ہو کہ جو کچھ مقسوم میں ہے وہ مل جائے گا' لیکن دوسرے رزقوں میں ایسا نہیں ہے اس لیے کہ جو رزق مملوک ہے اس میں توکل کیا' توکل کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ رزق موعود میں بھی وہی بات ہے اسمیں بھی توکل کا سول نہیں آتا۔ کیونکہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ مل ہی جائے گا۔ لیکن رزق میں توکل ضمناً اس لیے آتا ہے کہ تم جان لو کہ جو کچھ مقرر اور مقدر ہو چکا ہے وہ تم کو رفتہ رفتہ ملے گا' اگر اس کے لئے توکل کرتے ہو تو ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! رزق میں اس طرح کا توکل اگلے لوگوں کو میسر نہیں تھا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک بیسیوں سال توکل میں گزار دیتے تھے اور سارے جہان سے قطع تعلق کر کے بیٹھے رہتے تھے۔

خواجہ ابراہیم ادھمؒ کا توکل

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ پچاس سال تک متوکل رہے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اس پچاس سال میں کسی شخص سے کوئی توقع نہیں قائم کی اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے دیا اور اگر کوئی شخص کوئی چیز لاتا تو اس کو دروازے سے لوٹا دیتے اور فرماتے کہ میں خدا کا بندہ ہوں جو میرا رزق مقدر ہے وہ مجھ کو مل جائے گا' پھر فرمایا کہ اے درویش شیخ قطب الدین بختیار اوشیؒ بیس برس تک حضرت معین الدین سنجریؒ کی ملازمت میں رہے۔ میں نے ان لوگوں کو کبھی لیتے دیتے نہیں دیتا۔ لیکن جب ان کے باورچی خانہ میں کچھ نہیں رہتا تو خادم آ کر کھڑا ہو جاتا۔ خواجہ معین الدین چشتی مصلّی کو ہٹاتے اور خادم سے فرماتے کہ اتنا لے لو جتنا کہ آج اور کل کے لئے کافی ہو۔ خادم اتنا لے لیتا۔ تمام سال ان درویشوں کا یہی معمول تھا اور اگر وارد صادر میں سے کوئی آ جاتا تو جو اس کو درکار ہوتا مل جاتا۔ مسافر کی روانگی کے وقت مصلّی کے نیچے وہ ہاتھ لے جاتے اور جو کچھ ہاتھ میں آ جاتا اس کو دے دیتے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جو کہ خدا کی دوستی اور محبت کا دم بھرتا ہے اور اپنے کو درویش

کہلاتا ہے اور متوکل رہتا ہے اور اس طرح کے دعویٰ کے باوجود اللہ کے بندوں سے آس رکھتا ہے یقین جانو وہ کسی نقطۂ نگاہ سے درویش نہیں ہے۔ پھر خواجہ کے زبان مبارک سے یہ دو بیت ادا ہوئے۔

ہر کہ دعویٰ کند بدرویشی
حظ بیزاری از جہاں بدہد
بالحقیقت بداں کہ مرتد ہست
رفت بدنام کش نشاں ندہد

جو درویشی کا دعوی کرتا ہے اور دنیا سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔
حقیقت میں اس کو مرتد جانو جو بدنام اور بے نشان اس دنیا سے گیا۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام کھڑے ہو گئے اور اندر چلے گئے۔ حاضرین اور یہ دُعا گو سب واپس ہو گئے۔

چوتھی فصل

توبہ

ہم لوگ جماعت خانہ میں حاضر خدمت تھے' توبہ پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اسی دوران میں شیخ بدرالدین[1] غزنوی اور شیخ جمال الدین[2] ہانسویؒ تشریف لائے' ایک دوسرے سے مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔

---

[1] آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے' آپ کی ولادت ۵۴۶ھ میں ہوئی اور وفات ۶۵۷ھ میں' آپ پہلے غزنی سے لاہور آئے وہاں سے دہلی آ کر سکونت اختیار کر لی۔ حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج آپ کے مجلس وعظ میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ آپ کا وعظ بہت دلکش اور موثر ہوتا تھا۔
اخبارالاخیار میں لکھا ہے کہ آپ بہت ضعیف اور کمزور ہونے کے باوجود مجلس سماع میں بہت شوق سے شریک ہوتے تھے اور رقص کرتے تھے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی کمزوری اور ضعیفی پر کس طرح رقص کرتے ہیں' جواب دیا: ''شیخ نمی رقصد عشق می رقصد۔ ہر جا کہ عشق است او جا رقص است۔''

[2] آپ بابا فرید گنج شکرؒ قدس اللہ سرہ العزیز کے بہت عزیز اور مرید خلیفہ تھے۔ بابا صاحب کسی کو خلعت خلافت عطا کرتے تو پہلے اس کو شیخ جمال الدینؒ ہانسوی کے پاس بھیج دیتے اگر وہ قبول کر لیتے تو اس کی خلافت درست ہوتی ورنہ نہیں' مشہور ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے مخدوم علاؤالدین صاحب کی ولائت دہلی کی سند جو بابا صاحبؒ نے عطا کی تھی پھاڑ دی۔ جب بابا صاحبؒ کی خدمت میں اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے فرمایا: ''جمال الدین کا پھاڑا ہوا فریدی نہیں سکتا۔'' بابا صاحبؒ کو شیخ جمال الدین سے کمال محبت تھی' ان کی محبت میں وہ بارہ سال تک ہانسی میں رہے وہ اکثر فرمایا کرتے تھے ''جمال جمال ماست'' شیخ جمال بڑے عالم تھے' عربی میں ان کا ایک رسالہ مہمات موجود ہے وہ شاعر تھے اور ان کا ضخیم فارسی دیوان چھپ گیا ہے (مترجم)

توبہ کی چھ اقسام

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! توبہ چھ قسم کی ہوتی ہے' اوّل دل اور زبان کی توبہ' تیسرے کان کی توبہ' چوتھے ہاتھ کی توبہ' پانچویں پیر کی توبہ' چھٹے نفس کی توبہ' پھر ان سب کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا اے درویش جب تک توبہ کو دل سے تسلیم نہ کرو گے اور زبان سے اقرار نہ کرو گے توبہ درست نہیں ہوگی۔ اس واسطے کہ جب تک کوئی دل کو دنیا اور اس کی لذتوں اور اس کی دوستی سے اور حسد وفحش ریاء اور لہولعب کی گندگیوں سے صاف نہ کرلے گا اور سچائی کے ساتھ ان معاملات سے تائب نہ ہوگا اس کی توبہ' توبہ نہ ہوگی' جیسے کوئی گناہ کرتا جائے اور توبہ بھی کرتا جائے تو وہ توبہ نہ ہوگی۔ اپنے خواہش نفسانی کے مطابق گناہ کرے اور پھر توبہ کرے تو اس طرح کی توبہ درست نہ ہوگی۔ جب تک کوئی دل کو کھوٹ سے باہر نہیں نکالے گا اور تمام خراب معاملات کو پورے طور پر دل سے دُور نہیں کرے گا اس کی توبہ درست نہیں ہوگی' جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے: یاایھاالذین آمنوا توبوالی اللہ توبۃ نصوحا' اے توبۃً قلوبۃً اے توبہ لمافی اے ایمان والو توبہ کرنے میں عجلت کرو۔ اور جب توبہ کرلو تو ہمیشہ اپنے خدا کی طرف متوجہ رہو یعنی ہمیشہ توبہ نصوح کرو اور توبہ نصوح سے مراد یہی دل کی توبہ ہے۔ جب دل کو تم نے ان دُنیاوی برائیوں سے صاف کر دیا تو یہ توبہ' توبہ ہوگی اور پھر تم متقی کے برابر ہو جاؤ گے' جیسا کہ کہا گیا ہے التائب من الذین یکن لاذنب لہ ۔یعنی آدمی توبہ کرتا ہے تو وہ ایسا گناہ سے پاک صاف ہو جاتا ہے کہ گویا کبھی گناہ اس سے سرزد ہی نہیں ہوا ہو' اسی وجہ سے متقی اور تائب دونوں ایک ہی صف میں آ جاتے ہیں۔

اصل توبہ

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! اصل توبہ دل سے ہے۔ اگر سو ہزار مرتبہ زبان سے توبہ کرو لیکن جب تک دل سے اس کی تصدیق نہ کرو گے وہ توبہ ہرگز درست نہیں ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ زبان سے اقرار کرنے کے ساتھ دل سے بھی تصدیق کی جائے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! بعض توبہ کرنے والے ایسے ہیں کہ زبان سے توبہ کرتے ہیں دل سے نہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بیماری میں مبتلا ہو اور صبح سے شام تک ہائے واویلا اور توبہ استغفار کرتا رہے لیکن جیسے ہی کہ اس کو بیماری سے صحت حاصل ہو پھر دنیا میں

غفلت اور بدمستی پر اتر آئے اور توبہ کا خیال بھی نہ رکھے۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی: رباعی

بر دل اثر گناہ بر لب توبہ
در صحت خوشدلی و در تپ توبہ
ہر روز شکستن است و ہر شب توبہ
زیں توبہ نادرست یا رب توبہ

دل پر تو گناہ چھایا ہوا ہو اور لب پر توبہ' صحت ہونے پر تو خوش فعلی اور بدمستی شروع ہو جائے اور بیماری میں اللہ توبہ!

دن کو توبہ توڑ دینا اور رات کو کر لینا' ایسے نامناسب توبہ سے اللہ توبہ!

خواجہ بشرؒ حافی کی توبہ

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! سواری آ جانے سے پہلے ہی توبہ کر لو۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے قصہ بیان فرمایا کہ خواجہ بشر حافی[1] رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ تائب کس طرح ہوئے اور اس کی کیا وجہ ہوئی؟ فرمایا ایک دن میں شراب خانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے کان میں آواز آئی کہ اے شخص تائب ہو جا قبل اس کے کہ مرنے کے بعد منکر نکیر تجھ کو بیدار کریں' جیسے ہی میں نے یہ آواز سنی میں تائب ہو گیا اور پچھلے گناہوں سے باز آیا۔ حق تعالیٰ نے مجھ کو یہ درجہ عطا فرمایا۔

قلوب ثلثہ

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب آدمی اپنے قلوب ثلثہ کو دنیاوی برائیوں سے پاک کر لیتا ہے اور مکمل طور پر تائب ہو جاتا ہے تو اس کے قلوب کی خوشبو مخلوق تک پہنچتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہی توبہ توبہ نصوح ہے اور قلوب ثلثہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

[1] آپ بہت کامل بزرگانِ دین میں گزرے ہیں۔ ''علماء سلف اور نابینا علماء'' میں نواب صدر یار جنگ' مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور بہتر برس کی عمر میں ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔ (مترجم)

نے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: القلوب ثلثة قلب سليم' وقلب منيب وقلب شهيد. اماقلب السليم فهو الذي ليس فيه سواء معرفة الله تعالى و اماقلب المنيب فهو الذى شاهد الله فى كل شئى الى الله تعالى و اماقلب الشهيد فهو الذى شاهد الله فى كل شئى (معنی: ۔قلوب تین ہیں ۔قلب سلیم' قلب منیب اور قلب شہید ۔قلب سلیم وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سوا اور کچھ نہ ہو' اور قلب منیب وہ ہے جس میں ہر چیز سے تائب ہو کر وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور قلب شہید وہ ہے جب ہر چیز میں وہ اللہ ہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جس شخص کے دل میں یہ تین چیزیں پیدا ہو گئیں اور قائم رہ گئیں تو پھر وہ یقینی سلیم' منیب اور شہید ہو گیا اور اس کی توبہ توبۃ نصوح ہوئی اور اگر کوئی دنیاوی شغل اور خواہشات کی اُلفت میں لپٹا ہوا ہو تو وہ دل مردہ ہے البتہ اگر ان تینوں سے اس پر جلا دیدیا جائے تو پھر ازل سے ابد تک زندہ رہے گا۔

بندہ اور خدا کے درمیان حجاب

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! بندہ اور مالک کے درمیان جو پردہ ہے وہ دل کی آلائش اور گندگیوں کی وجہ سے ہے جب یہ سب دُور ہو جاتا ہے اور دل اپنے کو توبہ کر کے پاک صاف کر لیتا ہے تو پھر مالک اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا ہے۔ پس اے درویش یہی دُنیاوی مشغولیت دل کی آلائش اور گنہگاری ہے۔ اس لئے تو دل کو تمام خواہشات اور رغبتوں سے پاک رکھ تا کہ پردہ درمیان سے اٹھ جائے اور لذت و شہوات کے بجائے مشاہدہ اور مکاشفہ کے مقام پر پہنچ جائے۔ انشاء اللہ

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! دل کی توبہ تو تم نے سن لی' زبان کی توبہ کا بھی یہی حال ہے اور زبان کی توبہ یہ ہے کہ ہر نامناسب کلمہ سے زبان کو دُور رکھو اور بیہودہ گفتگو نہ کرو اور واہیات گفتگو سے توبہ کرو' اور دوسری صورت یہ ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھو اور قبلہ رُو ہو کر بیٹھ جاؤ اور التجا کرو کہ خداوندا' میری اس زبان کو بری بات کہنے سے باز رکھ اور اس کی توبہ قبول کر اور آئندہ سوائے اپنے ذکر کے کوئی دوسری چیز زبان سے نہ نکلنے دے

اور ایسی واہیات باتیں جس میں تیری رضامندی نہ ہو میری زبان سے نہ نکلیں۔

خواجہ حاتم اصمؒ

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب صبح ہوتی ہے تو سات اعضاء زبان حال سے فریاد کرتے ہیں کہ اے زبان اگر تو نے اپنی حفاظت کر لی تو ہم لوگ ہلاکت میں نہیں پڑیں گے۔ پھر فرمایا کہ خواجہ حاتم اصم[1] کے منہ سے کوئی بے ہودہ بات نکل گئی تھی تو انہوں نے زبان کو ایسا کاٹا کہ خون ٹپکنے لگا پھر عہد کر لیا کہ جب تک زندہ رہوں گا کسی سے بات نہیں کروں گا پس ایک بے ہودہ بات کہنے کی وجہ سے بیس سال تک انہوں نے بات نہیں کی۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! ایک روز اللہ والوں میں سے ایک صاحب کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی شخص کے آنے کے بارے میں پوچھا کہ فلاں آیا۔ پھر خود ہی دل میں سوچا کہ یہ کیا بات وہ کہہ گئے۔ اس ایک بات کے کفارہ میں تیس سال تک انہوں نے لوگوں سے بات نہیں کی۔ اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے باچشم نم یہ دو مصرعے پڑھے

در کام زبان ہست دشمن جان
گر جاں بکار آید ہوشدار زبان

منہ میں زبان جان کی دشمن ہے اگر تم کو جان سے کام ہے تو زبان سے ہوشیار رہو

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! قاضی حمید الدین ناگوریؒ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ والوں میں سے ایک درویش سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ دس سال تک وہ ان کی خدمت میں رہے اور اس دس سال کے عرصہ میں سوائے ایک بات کے اور کوئی نامناسب بات ان کے منہ سے نہ سنی اور وہ بات بھی یہ تھی کہ انہوں نے اپنے ایک عزیز کو سمجھایا تھا کہ اے درویش! اگر تم چاہتے ہو کہ سلامتی کے ساتھ عقبیٰ میں جاؤ تو نازیبا بات بولنے سے اپنی زبان کو روکو۔ بس جیسے ہی کہ انہوں نے یہ جملہ کہا فوراً زبان کو ایسا کاٹا کہ خون جاری ہو گیا اور فرمایا کہ تجھ کو یہ بولنے سے

---

[1] ایک بزرگ کا نام جو خراسان کے رہنے والے تھے اور زمانہ کی حالت دیکھ کر خود سے بہرے ہو گئے تھے۔ انہوں نے ۱۳۷ھ میں وفات پائی۔

کیا سروکار تھا اور اس ایک بات کے کفارہ میں بیس برس تک بات نہیں کی۔

تخلیق زبان کی غرض وغایت

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جس دن حق سبحانہ تعالیٰ نے چاہا کہ بنی آدم کے منہ میں زبان ڈالے تو اس نے زبان سے فرمایا کہ اے زبان خاص کر تیری تخلیق سے غرض یہ ہے کہ سوائے میرے نام کے تو اور کچھ نہ بولے' تیری زبان سے سوائے میرے کلام کے اور کچھ نہ نکلے اور اگر اس کے علاوہ تو کچھ بولی تو خود اپنے ساتھ سارے اعضاء کو بھی تو مصیبت میں ڈالے گی۔ پس اے درویش! زبان کی تخلیق خاص کر کلام پاک کی تلاوت کے لئے ہوئی ہے۔

اعضاء اور ان کی خواہشات

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! مشائخ کی جماعت نے لکھا ہے کہ آدمی کے اعضاء میں سے ہر ایک عضو میں شہوت اور خواہش ملی ہوئی ہے جو کہ حجاب اور آفت کا باعث ہے۔ جب تک ان شہوتوں اور خواہشوں سے کوئی توبہ نہ کرے گا اور اپنے تمام اعضاء کو طاہر اور پاک نہ رکھے گا ہرگز ہرگز وہ اپنی منزل پر نہ پہنچے گا۔ پھر فرمایا کہ ان اعضاء میں سے جن کا ذکر کیا گیا ہے' اول نفس ہے کہ اس میں شہوت یعنی خواہش نفسانی رکھی گئی ہے۔ دوسرے آنکھ ہے کہ اس میں دیکھنے کی خواہش پیدا کی گئی ہے۔ تیسرے کان ہے کہ اس میں سننے کا احساس دیا گیا ہے' چوتھے ناک ہے کہ اس میں سونگھنے کی رغبت ہے۔ پانچویں تالو ہے کہ اس میں چکھنے کی اشتہا ہے' چھٹے ہاتھ ہے کہ اس میں پکڑنے کی صلاحیت ہے۔ ساتویں زبان ہے کہ اس میں خوشامد اور سراہنے کی عادت ہے۔ آٹھواں دل ہے کہ اس میں کوشش کرنے اور سوچنے کی طاقت ہے پس حق تعالیٰ کے طلبگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان سب چیزوں سے توبہ کرے تا کہ خدا تعالیٰ سے اس کی خوشنودی کا یہ پیغام وہ سنے۔

بین الخلائق اکرمته بحکمتی من حفظ قلبه من حب الدنیا اکرمته بنظری وفکری ومن حفظ نفسه علی البصرا کرمته بترک الذنوب ومن حفظ الوقوف بین یدی سوای اکرمته یوم القیامة.

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! تمام سعادت اور نیکیوں کا سرچشمہ یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کا مالک ہوتا کہ اس کی طبیعت پر شہوت کی حکمرانی نہ ہو' اور حق سبحانہ

تعالیٰ سے مدد مانگے کہ وہ ان صفات سے متصف ہو۔ درویش کا عمل یہی ہے اور جب اس میں یہ حال پیدا ہو جائے تو یہ درویش کا جوہر ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب عالم نورانی سے اسرار و انوار تجلی الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو سب سے پہلے وہ دل پر نازل ہوتا ہے جب دل زبان سے اور زبان دل سے موافقت رکھتی ہے تو انوار عشق اس جگہ سکون پذیر ہو جاتے ہیں اور اگر دل اور زبان ایک دوسرے کے موافق نہیں ہوتے تو پھر انوار محبت اسی جگہ سے واپس لوٹ جاتے ہیں اور ایسے دل پر نزول کرتے ہیں جس کی زبان کے ساتھ موافقت ہو۔

عشق حقیقی میں ثابت قدمی

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ ایک اللہ والے سے لوگوں نے پوچھا کہ عشق حقیقی میں ثابت قدم کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس کا دل اور زبان ایک ہو کیونکہ پہلے عشق حقیقی دل پر وارد ہوتا ہے اس کے بعد زبان پر۔ جب دل اور زبان کی عشق کے ساتھ آمیزش ہو گئی حق کی محبت پیدا ہو گئی اور زبان تمام اعضاء میں بادشاہ کے مثل ہے جب زبان سلامت رہ گئی تو پھر یقین جانو کہ تمام اعضاء سلامت رہ گئے۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ جس بادشاہ کے دین میں خلل واقع ہو گیا اس کی سلطنت کے تمام بلاد میں خلل واقع ہو جائے گا اور جب اس کا دین سلامت ہے تو پھر اس کی ساری سلطنت میں سلامتی رہے گی۔ پس اے درویش کان اور آنکھ بلکہ ساتوں اعضاء زبان کے تابع ہیں زبان کی سلامتی پر تمام دوسرے اعضاء کی سلامتی منحصر ہے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! دوسرے آنکھ کی توبہ ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ نہا دھو کر صاف ستھرے ہو پھر دو رکعت نفل نماز ادا کرو اور قبلہ رُو ہو کر بیٹھ جاؤ اور دُعاء کے لئے ہاتھ اٹھا کر التجا کرو کہ خداوندا! تمام نادیدنی چیزوں کے دیکھنے سے میں نے توبہ کی جس چیز کو دیکھنے کا تیرا حکم ہو گا اس کے علاوہ کوئی نامناسب چیز نہیں دیکھوں گا۔

عشق کی پہلی منزل

پھر فرمایا کہ بار بار آنکھ کو تمام ممنوعات اور خواہشات سے پاک رکھو تاکہ آنکھ کی توبہ قبول ہو۔ اس واسطے کہ یہی آنکھ انسان کو خدا کے حضور تک پہنچاتی ہے اور یہی آنکھ انسان کو مصیبت میں پھنسا دیتی ہے۔ پس اے درویش عشق کی پہلی منزل آنکھ سے شروع ہوتی ہے اس لیے آدمی کو

چاہئے کہ ایسے مقام کے لئے جہاں دیدار الٰہی کی نعمت حاصل ہوتی ہے کوشش کرے اور ہمیشہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھے تاکہ تباہ نہ ہو۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ زیدؓ کے گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے' آپ کی نظر مبارک زیدؓ پر پڑی اور آنکھ لب سے گزری۔ اس وقت مہتر جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے رسول اللہ زیدؓ کی زبان اور لوگوں سے برتر ہوگئی۔

حضرت داؤدؑ کی گریہ وزاری

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جب داؤد[1] علیہ السلام ایک نامناسب چیز کو دیکھنے پر تین سو سال تک روتے رہے تو اللہ کا حکم ہوا کہ اے داؤد کیوں روتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کیا عرض کروں خداوندا کہ اس آنکھ نے مجھ کو بلا میں پھنسایا ہے اس کی وجہ تو آنکھ ہی سے پوچھنی چاہئے کہ کیوں اس نے نامناسب چیز کو دیکھا۔

حضرت شیث علیہ السلام

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حضرت شیث علیہ السلام[2] اتنا روئے کہ اندھے ہوگئے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ اتنا کیوں روئے کہ اندھے ہوگئے جواب دیا کہ دو وجہ سے ایک تو نالائق چیز کے دیکھنے سے دوسرے یہ خیال کر کے کہ جو آنکھ دوست کے جمال کو دیکھتی ہو اور اس کا دعویٰ کرتی ہو افسوس ہے کہ اس کے بعد وہ دوسری چیز کو دیکھ لے پس یہ زیادہ اچھا ہوگا کہ میں اندھا ہو جاؤں تاکہ کل جب میں محشر میں اٹھوں اپنے دوست کے جمال کو دیکھتے ہوئے آنکھ کھولوں۔ اس کے بعد ساٹھ سال تک وہ اور زندہ رہے کسی شخص نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے آنکھ کھولی ہو۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ شعر خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ کی زبان سے میں نے سنا تھا:

دیدہ کو جمال دوست بدید
تا بو زندہ مبتلا باشد

---

[1] مشہور پیغمبر کا نام جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد تھے۔ زبور کتاب ان ہی پر نازل ہوئی آپ کی خوش الحانی مشہور تھی۔ [2] حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کا نام جو اُن کے بعد پیغمبر ہوئے (مترجم)

جس آنکھ نے دوست کا جمال دیکھ لیا' جب تک وہ زندہ رہے گا اسی میں مبتلا رہے گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! حق تعالیٰ کی محبت میں سچا وہ شخص ہے کہ جس کی آنکھ دیدارِ حق سے سرفراز ہو جائے تو پھر وہ آنکھ کو بند کر لے تا کہ کسی دوسری چیز کو نہ دیکھ سکے' البتہ کل قیامت کے دن تجلی کے وقت جلوہ الٰہی سے بہرہ مند ہو اور اس وقت بھی' جب آنکھ کھولنے کے لئے دوست کا تقاضا ہو تب آنکھ کھولے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! آنکھ کی توبہ کئی قسم کی ہے ایک تو حرام نہ دیکھنے کی توبہ۔ دوسرے اگر کسی مسلمان بھائی کے بارے میں کسی کو غیبت کرتے دیکھ لے تو اس سے توبہ کرے کہ کیوں دیکھا اور پھر جو دیکھا ہے اس کو بھی کسی سے کہنا نہیں چاہئے تیسرے جب کسی کو ظلم کرتے ہوئے دیکھ لے تو اپنی آنکھ کو ملامت کرے کہ کیوں اس ظلم کو دیکھا اور اس کے بعد توبہ کرے۔ ایک آنکھ کی توبہ یہ ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! کان کی توبہ یہ ہے کہ تمام نامناسب باتوں کے سننے سے توبہ کرے اور کوئی بیہودہ بات نہ سنے۔ اس وقت اس کی توبہ توبہ ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! انسان کو سننے کی طاقت اس لئے دی گئی ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کا ذکر سنے اور جس جگہ اللہ پاک کا کلام سنے اس کو کان میں محفوظ رکھے کہ کیا حکم باری ہوتا ہے' اس لئے اس کو سننے کی طاقت نہیں دی گئی ہے کہ ہر جگہ گالی گلوچ' ہنسی ٹھٹھا' گانا بجانا اور نوحہ وشیون کی آواز سنتا پھرے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا چیزوں کو سنے گا اور کان میں رکھے گا کل قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے درویش!:

حضرت عبداللہ خفیفؒ

ایک بزرگ تھے کہ ان کو عبداللہ خفیف کہتے تھے' ایک مرتبہ وہ کسی راستہ سے گزر رہے تھے کہ نوحہ کی آواز ان کے کان میں پڑی۔ فوراً کان میں انگلی ڈال لی۔ جب گھر آئے تو آدمی سے کہا کہ تھوڑا سا سیسہ پگھلا کر لاؤ۔ ان کے حکم کے مطابق لوگ لے آئے۔ آپ نے فرمایا اس کو میرے کان میں ڈال دو۔ آج نہ سننے کے لائق آواز میرے کان میں پڑی ہے آج اس گناہ کا کفارہ ادا کر لیتا ہوں کہ کل قیامت کا عذاب مجھ پر نہ ہو۔

پس اے درویش! فقراء نے اسی وجہ سے اپنے کو خلائق اور ان کی صحبت سے دور رکھا

ہے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے' تا کہ کچھ بھی واہیات بات نہ سنیں اور یہی کان کی توبہ ہے لیکن چوتھی توبہ ہاتھ کی توبہ ہے یعنی کسی نہ پکڑنے کے لائق چیز کو ہاتھ میں نہ پکڑے اور تمام نامناسب چیزوں کے پکڑنے سے توبہ کرے۔

بدخشاں کے ایک درویش

پھر اسی مجلس میں حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک درویش سے بدخشاں میں ملاقات ہوئی۔ وہ بزرگانِ دین میں سے تھے ان کا لقب شیخ برہان الدین تھا۔ ان کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور وہ تیس سال سے حجرہ میں اعتکاف کیے ہوئے تھے۔ خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ نے ان سے پوچھا کہ اے حضرت' آپ کے ہاتھ کٹنے کا کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں کسی مجلس میں حاضر تھا صاحبِ مجلس کا ایک دانہ گیہوں ان کی اجازت کے بغیر میں نے اٹھالیا اور اسی دانہ کو دو ٹکڑے کر دیا۔ جیسے ہی دانہ کو میں نے گرایا کہ ہاتف کی آواز میرے سر میں گونجی کہ اے درویش! یہ تم نے کیا کیا کہ دوسرے آدمی کے گیہوں کا ایک دانہ اس کی اجازت کے بغیر دو ٹکڑے کر دیا۔ جیسے ہی میں نے یہ بات سنی فوراً اس ہاتھ کو کاٹ کر باہر پھینک دیا تا کہ دوسری مرتبہ کوئی نامناسب چیز نہ اٹھائے۔ اس وقت حضرت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اللہ والوں نے ایسا کیا ہے' تب کہیں جا کر اس مقام پر پہنچے ہیں۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! پانچویں پیر کی توبہ ہے جس میں نامناسب جگہ جانے سے توبہ کی جائے اور اس کی خواہش پر پیر باہر نہ نکالے تا کہ اس کی توبہ توبہ ہو۔

ایک بزرگ کا اپنا پیر کاٹنا

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ ذوالنون[1] مصریؒ ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے۔ سفر کرتے ہوئے وہ ایک بیابان میں پہنچ گئے جہاں ایک غار تھا۔ اس غار میں ایک بزرگ اور صاحبِ نعمت درویش سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ ان درویش کا ایک پیر باہر تھا اور ایک غار کے اندر اور دونوں

---

[1] ثعبان بن ابراہیمؒ توبہ کے رہنے والے ایک مشہور صوفی اور ولی کامل کا نام جنہوں نے ۷۵ سال کی عمر میں ٦ شعبان ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ (مترجم)

آنکھیں ہوا میں۔ غار کے باہر جو پیر تھا وہ کٹا ہوا پڑا تھا۔ خواجہ ذوالنونؒ مصری ان کے اور نزدیک ہو گئے۔ اور سلام کے بعد انہوں نے پوچھا کیا بات ہے جو اس پیر کو آپ نے کاٹ دیا۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ اے ذوالنون میرا قصہ بڑا طویل ہے۔ لیکن پیر کٹنے کا حال البتہ سن لو۔ ایک روز میں غار سے باہر نکلا ہوا تھا۔ ایک عورت کسی ضرورت سے غار کے سامنے سے گزری۔ خواہش نفسانی نے تقاضا کیا۔ اسی وقت اس عورت کو پکڑنے کے لئے میں نے اِس پیر کو باہر نکالا۔ وہ عورت میرے سامنے سے لاپتا ہو گئی۔ فوراً میں نے اس پیر کو کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ پس اے درویش! آج چالیس برس ہو گئے کہ میں ایک پیر پر کھڑا ہوں اور شرم وندامت سے حیران ہوں کہ کل قیامت کے دن کیا جواب دوں گا۔

عاشق کے لئے حضوری: پھر فرمایا کہ درویش نے خواجہ بایزید[1] سے پوچھا کہ عاشق کے لئے حضوری تمام وقت ہے یا کسی خاص وقت۔ جواب ملا کہ تمام وقت اس لئے کہ اگر حق تعالیٰ کا عاشق کھڑا ہوا ہے تو وہ سامنے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کر رہا ہے اور اگر بیٹھا ہوا ہے تو اسی طرح مشاہدہ میں غرق ہے اور اگر سویا ہوا ہے تو مشاہدۂ حق کے خیال میں مستغرق ہے' پس عاشق کے لئے مشاہدہ دوست کے سلسلے میں حضوری تمام وقت ہے پھر فرمایا کہ اے درویش عاشق کے لئے حضوری اور غیبت دونوں برابر ہیں جیسی حضوری ہے اسی طرح غیبت بھی ہے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! یہ شعر شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی زبان سے سنا گیا ہے:۔ شعر

حضور و غیبت عاشق چو ہردو یکسانیت!
بغیب مست جمالش حضور و نیز ہماں ست

عاشق کے لئے جب حضور اور غیبت دونوں برابر ہیں' اس کے جمال سے مستی اور سرشاری غیبت میں بھی ویسی ہی ہے جیسی حضوری میں ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! چھٹے نفس کی توبہ ہے جس میں نفس کو تمام لذیذ غذا' شہوت اور خواہشوں سے دور رکھنا چاہئے اور ان تمام چیزوں سے توبہ کرنا چاہئے اور خواہش نفسانی کے مطابق کام نہیں کرنا چاہئے۔ نص کلام اللہ اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص خواہش نفس سے اپنے کو

---

[1] مشہور ولی اور صوفی حضرت بایزید بسطامیؒ جن کا اصل نام طیفور تھا۔ آپ متقدمین میں سے تھے۔

روکے گا وہ بہشتی ہے اور اس کی جگہ بہشت ہے۔ کلام اللہ میں آیا ہے وامـا مـن خـاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى یعنی جو کہ اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے اور گناہ سرزد ہو جانے کے بعد اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا ہے اور توبہ کرتا ہے وہ یقیناً جنتی ہے اور اس کا ٹھکانا بے شک بہشت میں ہے۔

ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ کے درمیان اختلاف

پھر فرمایا کہ اے درویش ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید اور زبیدہ میں جھگڑا ہو گیا۔ ملکہ نے اس کو غصہ میں دوزخی کہہ دیا۔ ہارون نے فوراً قسم کھالی کہ ''جب تک کوئی شخص مجھ کو بہشتی نہ کہے گا اس وقت تک میرے اور تمہارے (ملکہ زبیدہ) کے درمیان (اختلاط) کی قسم۔ لیکن یہ قسم کھانے کے بعد دونوں کو پشیمانی ہوئی کہ غصہ میں ان دونوں نے یہ کیا کیا۔ یہ تو اچھا نہ ہوا۔ چنانچہ تمام علماء اور ائمہ کو بلایا گیا۔ لیکن کوئی شخص یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ ہارون الرشید قطعی بہشتی ہے۔ اسی مجلس میں امام شافعی[1] رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے انہوں نے فوراً جواب دیا کہ ہاں فلاں مجلس میں۔ امام شافعیؒ نے فیصلہ کر دیا کہ اس آیت کریمہ کے مطابق بے شک آپ بہشتی ہیں۔ واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى. یعنی جس نے کہ خدائے عزوجل کے خوف سے اپنے کو خواہش نفسانی سے روکا بے شک وہ بہشتی ہے اور جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! توبہ کی تین قسمیں ہیں' حال ماضی اور مستقبل' حال یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں پر جو اس نے کیا ہے نادم اور پشیمان ہو۔

ماضی وہ ہے کہ اپنے دشمن اور مخالفین کو خوش کر دے اور اگر کسی کا ایک دو درہم اس نے غصب کیا ہے تو صرف توبہ! توبہ کہنے سے کام نہیں چلے گا بلکہ وہ دو درہم اس کو واپس کر دے اور اس کو راضی اور خوش کرے تب البتہ اس کی توبہ توبہ ہو گی اور اگر کسی کو اس نے برا بھلا کہا ہے تو اس سے معذرت کر لے اور معافی مانگے اور اگر وہ شخص جس کو اس نے برا بھلا کہا ہے مر گیا ہو تو اس کی طرف سے غلام آزاد کر دے' اور اس نے اگر کسی کی بیوی یا کنیز کے ساتھ بدفعلی کی ہے تو اس کے لئے

---

[1] مسلمانوں کے ایک بہت بڑے مجتہد اور امام کا لقب۔ ان کا اصل نام محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع تھا۔ ۵۴ سال کی عمر پا کر ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کا شمار چار ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے۔ (مترجم)

معذرت طلب کرنا تو بدتر از گناہ ہوگا۔ اس لئے ایسی حالت میں خدا کی طرف رجوع کرے اور اسی کے سامنے توبہ کر کے معافی چاہے اور اگر کوئی شراب پینے سے تائب ہو تو اس کو چاہئے کہ ٹھنڈا اور نفیس پانی خلق اللہ کو پلائے۔ اس سے مقصود یہ ہوگا کہ توبہ کرنے کے وقت وہ اپنے گناہ کی معافی چاہ رہا ہے۔

مستقبل وہ ہے کہ پکی نیت کر لے کہ اب اس کے بعد گناہ کی طرف نہیں لوٹے گا۔ اتنا فرمانے کے بعد حضرت شیخ الاسلام کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمد للہ علی ذالک رب العالمین

پانچویں فصل

خدمتِ خلق اور بزرگانِ دین

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ بزرگوں کی خدمت اور پیاسوں کو پانی پلانے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی' حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جس کو سعادت حاصل ہوئی' خدمت سے حاصل ہوئی کیونکہ دین اور دنیا کی نعمت مشائخ اور پیروں کی خدمت میں ہے پھر فرمایا کہ اے درویش جو سات روز تک مشائخ اور پیروں کی خدمت کرتا ہے حق سبحانہ وتعالیٰ سات سو برس کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے اور اس راہ میں جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس سے حج اور عمرہ کا ثواب اس کو ملتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! اپنے پیر کے وصال کے بعد حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ برابر شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملتے رہتے تھے اور ان کی اتنی خدمت کرتے تھے کہ کوئی خدمت گار بھی اتنی خدمت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ میں ایک مرتبہ بغداد میں ان لوگوں سے ملا تھا۔ ایک دیگ جس میں آش بنا ہوا تھا۔ وہ سر پر رکھ کر لے جا رہے تھے۔ میں نے ان سے (حضرت جلال الدین تبریزیؒ) پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں' انہوں نے جواب دیا حج کے لیے۔ مجھ کو ان کی خدمت کرنے کا انداز دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ اس نواح کے لوگوں سے میں نے پوچھا کہ یہ کتنے سال سے اس طرح خدمت کر رہے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ آج پچیس سال سے ہم لوگ ان درویش کو خدمت کرتے دیکھ رہے ہیں۔

خدمتِ درویش کا صلہ

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ عبداللہ خفیفؒ سے

لوگوں نے پوچھا کہ یہ دولت آپ کو کہاں سے ملی۔ انہوں نے جواب دیا کہ درویشوں کی خدمت کرنے سے۔ فرمانے لگے کہ "ایک درویش کی خدمت میں مین جایا کرتا تھا اور جو کچھ وہ مجھ کو حکم دیتے تھے میں بجالاتا تھا۔ چنانچہ ایک دن ان درویش نے مجھ کو اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ فلاں درویش کے پاس جاؤ اور میرا اسلام پہنچا کر ان سے عرض کرو کہ کل میرے پیر کا عرس ہے کھانا دانا بھی ہوگا۔ آپ اپنی تشریف آوری سے اس مقام کو روشن فرمایئے۔ تبرک آپ کے سامنے تقسیم ہوگا۔ اتفاق سے وہ درویش جہاں رہتے تھے اس کے راستہ میں شیر کا خطرہ تھا اور ان بزرگ نے میری آزمائش ہی کے لئے یہ کام میرے سپرد کیا ہی تھا۔ پس میں حکم کے مطابق ان درویش کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں شیر والے مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ اس جگہ شیر بیٹھا ہوا تھا۔ میں بغیر پرواہ کیے چلتا رہا۔ جب شیر کے نزدیک پہنچا میں نے کہا کہ اپنے پیر کے حکم اور فرمان کے مطابق میں فلاں درویش کے پاس جا رہا ہوں مجھ کو راستہ دیدے' جیسے ہی میں نے اس سے یہ بات کہی وہ شیر فوراً زمین کی طرف منہ جھکا کر کنارے چلا گیا' اور میں گزر گیا اور ان درویش کے پاس پہنچ کر ان کو پیغام پہنچا دیا۔ انہوں نے دعوت قبول کر لی۔ میں آداب بجالا کر واپس ہو گیا۔ جب میں اپنے درویش کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ کو سینہ سے لگالیا اور فرمایا خدمت کرنے کا حق تم نے ادا کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف اپنا منہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ میں نے تم کو دین اور دنیا دونوں بخشے۔ وہاں سے واپس ہو کر میں اپنے حجرہ میں چلا گیا۔ پس جو کچھ نعمت مجھ میں دیکھ رہے ہو وہ سب ان ہی درویش کی بخشی ہوئی ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے مدارج

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش ایک مرتبہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو یہ دولت کہاں سے ملی؟ جواب دیا دو چیزوں سے' ایک تو ماں کی خدمت کرنے سے اور دوسرے اپنے پیر کی خدمت کرنے سے۔ ماں کی خدمت کرنے سے جو مجھے نعمت ملی اس کا قصہ یوں ہے کہ جاڑے کی ایک رات کو میری ماں نے پانی مانگا۔ میں اٹھا اور پانی کا کوزہ بھر کر اپنی ہتھیلی پر لیے کھڑا رہا۔ میری ماں پھر سو گئی تھیں میں نے ان کو نہیں جگایا۔ چنانچہ رات کا تین حصہ گزر گیا۔ جب میری ماں بیدار ہوئیں تو میرے ہاتھ سے انہوں نے پانی لے لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے میرے لیے دُعاء فرمائی۔ پیر کی خدمت سے جو نعمت مجھ کو ملی اس کا

قصہ یوں ہے کہ بیس سال تک میں ان کی خدمت میں لگا رہا نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات۔ چنانچہ ایک رات میں قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول تھا اور مریدوں میں سے کوئی بھی سوائے میرے موجود نہیں تھا۔ شیخ نے آواز دی کہ اے عزیز میرا مصحف پاک لاؤ میں نے لاکر پیش کر دیا مصحف میرے ہاتھ سے لے کر انہوں نے دُعاء فرمائی پس یہ دوسری نعمت تھی جو میں نے اپنے پیر سے پائی۔

حضرت خواجہ معین الدین سنجریؒ

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز نے بیس سال تک پیر کے سونے کا کپڑا سر پر رکھا اور اسے لیے ہوئے ان کے ساتھ حج کو جاتے رہے ہیں تب کہیں جا کر یہ نعمت پائی ہے اور جس کا فیض سارے جہان والوں کو پہنچا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک بزرگ سے میں نے سنا ہے کہ صدق کے ساتھ اپنے پیر کی ایک روز خدمت کرنا ہزار برس کی بے صدق عبادت سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا اے درویش! حدیث شریف میں آیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساقی الیوم اخرھم شربا۔ یعنی جو کہ لوگوں کو پانی پلاتا ہے اور اس کے بعد آخر میں خود پیتا ہے وہ ساقی ہے اور یہی بات کھانے میں برتنا لازم ہے' خادم کو نہیں چاہئے کہ دوسروں سے پہلے کھا لے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! میزبان کے لئے واجب ہے کہ مہمان کے ہاتھ دھلانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھولے اس لئے کہ دوسروں کے ہاتھ دھلانے سے پہلے اپنا ہاتھ دھو لینا بہت بہتر ہے۔ ہاتھ دھونے میں اگرچہ پانی پینے کے برخلاف عمل ہوتا ہے لیکن پہلے ہاتھ دھو لینے میں صفائی اور شرط آداب کی بجا آوری ہے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! ایک شخص خواجہ جنیدؒ بغدادی[1] کی خدمت میں آیا اور ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا اور بیٹھ گیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو میرے لیے ضروری ہو گیا کہ میں کھڑا ہو جاؤں کیونکہ بیٹھ کر ہاتھ دھلانا جائز نہیں ہے اور درویشوں کے یہاں خلاف ادب ہے۔

---

[1] بغداد کے ایک ولی کامل اور عارف اکمل کا نام جنہوں نے ۲۹۷ھ میں وفات پائی۔ (مترجم)

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ امام شافعیؒ امام مالکؒ کے گھر بطور مہمان گئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ دھلانے کے لئے امام مالکؒ خود اٹھے اور ہاتھ دھلائے۔

بابا فرید گنج شکرؒ دجلہ کے کنارے پر

حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں بغداد میں سفر کر رہا تھا کہ دجلہ کے کنارے ایک غار میں ایک بزرگ کو میں نے دیکھا جو بہت باعظمت اور صاحبِ نعمت ولی تھے لیکن وہ حد درجہ ضعیف تھے' جب میں نے ان کے حجرہ کی طرف دیکھا تو ان بزرگ کو نماز میں مشغول پایا۔ تھوڑی دیر صبر کیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کے جواب میں علیک السلام اے فرید من کہا۔ مجھے تعجب ہوا کہ انہوں نے میرا نام کس طرح جان لیا۔ انہوں نے فوراً کہنا شروع کیا کہ جس علیم وخبیر نے تجھ کو میرے پاس پہنچایا ہے اسی نے تیرا نام بھی مجھ کو بتا دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ' میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک میں ان کی صحبت میں رہا' یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو گیا۔ دو آدمی خوانچہ میں کھانا لے کر حاضر ہوئے' اور ان درویش کے سامنے رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کئی صوفی بھی تشریف لائے ان سب کے ساتھ میں نے اور ان بزرگ نے افطار کیا۔ پھر ان بزرگ نے ہاتھ خود دھلائے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے ان سب کے ہاتھ خود کیوں دھلائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے درویش یہ رسم ہے کہ جب مہمان کسی کے یہاں پہنچے تو میزبان خود ہاتھ دُھلائے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اس کے بعد ایک قصہ بیان فرمایا کہ اے درویش! جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر آئے تو حکم ہوا کہ نعلین پیر سے اُتار لو تا کہ پہاڑ کی دُھول تمہارے پیر میں لگے اور اس سے تمہاری بخشائش ہو لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں عرش کے نزدیک پہنچے تو حکم ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعلین کو پہنے چلے آؤ تا کہ تمہارے نعلین کا گرد عرش پر پہنچ جائے اور جنبش سے اس کو قرار مل جائے۔

روز قیامت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جب موسیٰ علیہ السلام قبر سے اٹھیں گے تو مستانہ وار اٹھیں گے اور اس طرح اٹھنے سے عرش کا کنگرہ ہل جائے گا اور وہ خدا سے

فریاد کریں گے کہ خداوندا! مجھے اپنا دیدار کرادے تاکہ میں تجھ کو دیکھ لوں۔ حکم باری ہوگا اے موسیٰ! خاموش رہو' آج یوم حساب ہے۔ حساب کتاب کے بعد بہشت میں دیدار ہوگا۔ لیکن وہ بھی اس وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمت دیدار کرلے گی۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! کل محشر میں بعض عشاق زنجیر کھینچیں گے۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انہیں بہشت میں لے جاؤ۔ یہ سب زنجیر سے ہاتھ نکال کر فریاد کناں عرش کے نیچے آجائیں گے۔ حکم ہوگا کہ دوسری زنجیریں ان سب کی گردن میں ڈالو۔ اس طرح ستر ہزار نور کی زنجیریں ان کی گردنوں میں ڈالی جائیں گی اور وہ سب کی سب پھسل جائیں گی پھر رب العزت کی طرف سے آواز آئے گی کہ صبر کرو اور بہشت میں جاؤ وہیں وعدۂ دیدار پورا ہوگا پھر ان کو قرار آجائے گا۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے' ان کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس کو وہ اُس وقت گھما رہے تھے۔ حکم باری ہوا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک زندہ رہے اس طرح کی حرکت ان سے کبھی نہیں سرزد ہوئی۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! جب یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے قید کردیا تھا تو اسی قید خانہ کے ایک قیدی نے خواب دیکھا' یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر بتائی کہ تو رہائی پائے گا اور خلعت سے نوازا جائے گا۔ پھر یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا کہ بادشاہِ مصر سے میرا تذکرہ کروگے۔ جیسے ہی یہ بات یوسف علیہ السلام کے منہ سے نکلی جبرائیل علیہ السلام وارد ہوئے اور فرمایا ''اے یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے مجھ کو بھلا دیا جو میری خبر دوسروں سے کہہ رہے ہو۔ اس سزا میں تمہیں ایک سال اور قید میں رہنا پڑے گا۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام کی تشفی

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! سلیمان[1] علیہ السلام اتنا ملک رکھنے کے باوجود

---

[1] ایک مشہور پیغمبر کا نام جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے اور ایک ہزار پندرہ سال قبل مسیح پیدا ہوئے۔ بیت المقدس کی تکمیل ان ہی کے وقت میں ہوئی جس کی بنیاد ان کے والد نے رکھی تھی۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جب وہ دعوت کرتے تو کھانے سے پہلے ضرور روتے۔ اس کے بعد خود آفتابہ پکڑتے اور نوکر تشت لیے رہتا اور مہمانوں کے ہاتھ خود دھلاتے اور پانی ہاتھوں سے پلاتے اور خود پانی اس وقت تک نہ پیتے جب تک کہ سب کو پلا نہ لیتے اور اتنی بڑی سلطنت اور دولت کے باوجود آپؑ افطار اس وقت کرتے جب روزانہ ایک زنبیل[1] اپنے ہاتھ سے تیار کر لیتے اور پھر اس کو بازار لے جاتے' فروخت کرتے اور اس سے اپنے کھانے کی چیز خریدتے اور فقیروں کے ساتھ بیٹھ کر افطار فرماتے۔ چنانچہ ایک دن ان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ خداوندا! اتنی بڑی سلطنت تو نے مجھ کو دی ہے کہ میری ہمسری کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن میرا کھانا اس پر منحصر رکھا ہے کہ میں ایک زنبیل بنوں اور اس کو بیچ کر اس سے افطار خرید کر کھاؤں۔ یہ خیال دل میں گزرا' پھر اس روز انہوں نے جو زنبیل بنی اس کو بازار بیچنے کے لئے لے گئے تو اس کو کسی نے خریدا ہی نہیں۔ واپس لے آئے اور روزہ جاری رکھا۔ سات روز تک متواتر یہی ہوتا رہا کہ وہ لے جاتے اور کوئی نہیں لیتا۔ سلیمان علیہ السلام بہت متعجب اور حیران ہوئے کہ یہ کیا بات ہے' جبرائیل علیہ السلام وارد ہوئے اور فرمایا کہ اے سلیمان علیہ السلام! اب زنبیل کی قیمت سے آپ افطار کیوں نہیں کر لیتے' اُوپر کی طرف دیکھئے جب انہوں نے اوپر نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ان کی ساری زنبیل آسمان کے ایک کونہ میں لٹکی ہوئی ہیں۔ حکم ہوا اے سلیمان علیہ السلام یہ سب ہم نے خریدی ہیں' درمیانی آدمی کا تو ایک بہانہ تھا۔ سلیمان علیہ السلام اپنے کئے ہوئے پر بہت پشیماں اور نادم ہوئے' اور توبہ کی۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! اگرچہ وہ کوئی چیز خود سے نہیں دیتا ہے لیکن ظاہر اور باطن میں جو حرکت اور فعل کہ آدمی سے سرزد ہوتا ہے سب خدائے تعالیٰ عزوجل جانتا ہے اور سب کچھ اس کے حکم سے ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک کی مہمان نوازی

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! امام اعظم[2] کا طریقہ تھا کہ جو شخص ان کے یہاں مہمان آتا وہ خود اس کے ہاتھ دھلاتے اور فرماتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور

(بقیہ حاشیہ) سنگ مرمر سونے چاندی اور بیش بہا جواہرات کا کام تھا۔ جسے بخت نصر نے تباہ کیا اور حضرت فاروقؓ کے زمانے میں دوبارہ تعمیر ہوا۔ ان کے پند و نصائح اور امثال حکومت و تعلیم کتب عہد عتیق میں اب تک موجود ہے۔ (مترجم)

[1] زنبیل بمعنی جھولی۔ جالی دار کپڑا۔ (مترجم) [2] حاشیہ اگلے صفحہ پر

دوسرے پیغمبروں کی بھی جیسا کہ امام مالکؒ[1] نے خود ہی اپنے مہمان کے ہاتھ دھلائے تھے اور کھانے کے بعد خود پانی دیا تھا اس لئے اے درویش جب تک ممکن ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرو اور اماموں کی پیروی کرو تا کہ ان لوگوں کے روبرو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دعوت احباب

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا اے درویش! امیر المومنین ابو بکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ دعوت کی۔ تمام اصحاب کو بلایا اور کھانے کے وقت آفتابہ خود اپنے ہاتھ میں لے کر سب کے ہاتھ کھڑے ہو کر دھلائے۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کئے گھر تشریف لے گئے اور یہ دعا گو دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ واپس ہو گیا۔

الحمد للہ علی ذلک رب العالمین

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) النعمان ابن ثابت نام، ابو حنیفہ کنیت، امام اعظم لقب۔ حنفی آپ ہی کے مقلد ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے پہلے امام۔ ستر برس کی عمر میں بمقام بغداد ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کے جنازہ میں سات لاکھ آدمی شریک ہوئے تھے۔ خلق قرآن کے فتنے کے وقت آپ نے بہت ہی استقلال، پامردی اور جرأت کا ثبوت دیا تھا اور ان کے سد سکندری بن کر کھڑے ہو جانے سے اسلام ایک بھنور سے محفوظ نکل گیا۔

[1] یہ بھی ائمہ اربعہ میں تیسرے امام ہیں۔ ان کے مقلدین مالکی کہلاتے ہیں۔ (مترجم)

چھٹی فصل

تلاوتِ قرآن پاک

خدمت اقدس میں ہم عقیدت مندوں کے علاوہ شیخ برہان الدین[1] ہانسوی اور شیخ بدرالدین غزنوی بھی حاضر تھے۔ تلاوتِ کلام پاک کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا

---

[1] آپ شیخ جمال الدین ہانسوی کے صاحب زادے تھے۔ نصیر احمد جامعی نے اپنی تصنیف بابا فریدؒ میں لکھا ہے کہ شیخ جمال الدین ہانسوی کی وفات کے بعد ان کی خادمہ ان کے لڑکے برہان الدین ہانسوی کو لے کر بابا فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہوئی' اُس وقت وہ بچہ تھے۔ بابا صاحب نے خلافت نامہ ان کو عطا کیا اور ان کو تعلیم و تربیت کے لئے حضرت نظام الدین اولیاء کے سپرد کر دیا۔ ان ہی کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی خادمہ بابا صاحب کو خلافت دیتے وقت تعجب سے بولی۔ ''خواجہ برہان الدین ابھی چھوٹا ہے۔'' بابا صاحب نے جواب دیا۔ ''ہلال بھی چھوٹا ہوتا ہے۔''

محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء نے آپ کی بڑی شفقت سے تعلیم و تربیت کی۔ تاریخ فرشتہ لمعہ اول میں لکھا ہے کہ محبوب الٰہی نے ان کو دکن کی طرف رخصت فرمایا تو بہت پریشان ہوئے اور کہا کہ میں اس مجلس کے بزرگوں کو کہاں پاؤں گا؟ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ اس مجلس کے چار سو آدمی تمہیں دیئے۔ پھر فرمایا کہ میں حضور کی جدائی کیسے برداشت کر سکوں گا؟ فرمایا جس مقام پر تم ہو گے میرے تمہارے درمیان حجاب نہ ہوگا۔ دکن میں آپ نے تبلیغ و اشاعت کی بہت خدمت انجام دی اور وہیں دولت آباد میں واصل بحق ہوئے۔ شیخ زین الدین وہاں ان کے جانشین ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہی نے ایک مرتبہ ان کو اپنی جماعت کا بایزید بسطامی بھی کہا تھا۔ (مترجم)

کہ اے درویش! قرآن مجید کی تلاوت تمام عبادتوں سے زیادہ افضل ہے۔ دنیا اور آخرت میں اس کا بہت بڑا درجہ ہے۔ پس اے درویش! کوئی عبادت قران مجید پڑھنے سے افضل نہیں ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ اس طرح کی نعمت سے غافل نہیں رہیں اور خود کو محروم نہ کریں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! قرآن پاک کے پڑھنے میں بہت زیادہ فائدہ ہیں۔ اوّل تو آنکھ کی روشنی ہے جس کے ذریعے دو حرف پڑھ کر ہزار سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے اور اسی قدر برائی اُس کے نامۂ اعمال کے برائی والے خانہ سے نکال دی جاتی ہے۔

کلام مجید کی برکات

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جو چاہتا ہے کہ دوست سے بات کرے تو کلام الٰہی پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور وہ آدمی خوش نصیب ہے جو دوست سے ہم کلام ہو۔ اس واسطے کہ تم جانتے ہو کہ کلام پاک کے پڑھنے میں وہی سعادت نصیب ہوتی ہے جو دوست سے ہم کلامی میں۔ پس اے درویش! ہر روز تیرے دل میں وہ ستر بار آواز لگاتا ہے کہ کیا تجھ کو میری آرزو نہیں ہے۔ پھر کیوں نہیں تمام چیزوں کو چھوڑ کر قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! زیادہ تر لوگوں کو جو مشاہدہ کی نعمت حاصل ہوتی ہے وہ تلاوتِ کلام پاک کے وقت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ بھی اسرار عالم میں ہیں وہ سب کلام الٰہی کے پڑھنے سے اس شخص پر منکشف ہو جاتے ہیں اور کلام پاک کے ہر حرف کو معنی سے پڑھنے والے پر ہفت اقلیم روشن ہو جاتے ہیں اور اس آیت کے پڑھنے سے مشاہدہ یا رحمت جو اس کو نصیب ہوتی ہے وہ دونوں جہاں سے بالا ہے اور تلاوتِ کلام پاک سے آدمی دریائے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اور اس کو سو ہزار نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خود بخود اس کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے اور جب اس پر کسی طرح کا خوف طاری ہو جاتا ہے تو وہ بھی اسی طرح غائب ہو جاتا ہے جیسے کٹھالی میں سونا محلول ہوتا ہے۔

حضرت قطب الدین بختیار اوشیؒ کی تلاوت قرآن

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! حضرت قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز جب تلاوت کلام پاک میں مشغول ہوتے تھے تو دھمکی اور تہدید کی آیت پر پہنچ کر سینہ پر ہاتھ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ پھر جب ہوش میں آتے تو دوبارہ کلام مجید پڑھنا شروع

کر دیتے۔ ایک روز اسی طرح ہزار بار بے ہوش ہوئے اور اسی طرح جب وہ مشاہدہ کی آیت پڑھتے تو مسکراہٹ لبوں پر آ جاتی اور پھر وہ اٹھ کر عالم مشاہدہ میں متحیر ہو جاتے۔ ایک مرتبہ ایک شبانہ یوم اس طرح عالم مشاہدہ میں متحیر رہے کہ ان کو اپنی خبر بھی نہ رہی۔

قرآن پاک کا رُتبہ

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! جب کسی حافظِ قرآن پاک کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی جان کو نور کے قندیل میں رکھ کر عرش کے نزدیک لٹکا دیتے ہیں' اور روزانہ ہزار بار اس پر انوارِ تجلی کی بارش ہوتی ہے' پھر فرمایا کہ اے درویش! کل قیامت کے دن آمنـا وصدقنـا ہوگا تو حافظ کلام پاک کو حکم ہوگا کہ بہشت میں جاؤ۔ اس ایک آدمی کے لئے علیحدہ تجلی ہوگی۔ جیسا کہ مذکور ہے کہ کل قیامت کے دن بہشت میں تمام انبیاء صلواۃ اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے کرامؒ کو ایک مرتبہ تجلی ہوگی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تنہا ایک بار تجلی ہوگی اور یہ اسی قرآن مجید کی فضیلت کی وجہ سے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! کل قیامت کے دن جب عاشقوں کو مقامِ تجلی پر لایا جائے گا تو حکم ہوگا کہ آنکھیں کھولو' اور ان عاشقوں میں سے ہر ایک کو سامنے لا کر باری باری سے تجلی ہوگی' اور ہزاروں سال وہ بے ہوش پڑے رہیں گے۔ جب ہوش میں آئیں گے تو هـل مـن مـزیـد کا نعرہ لگائیں گے' پھر ان پر تجلی ہوگی۔ اس طرح ستر بار ہوتا رہے گا تب کہیں جا کر وہ اپنے مقام پر پہنچیں گے۔ جیسے ہی حضرت شیخ الاسلامؒ کے منہ سے یہ جملہ نکلا انہوں نے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے اور اسی حالتِ بے ہوشی میں یہ رباعی زبان پر جاری تھی:

از بہر رُخ تو مبتلا می باشم
اندر غم عشق در بلا می باشم
وازیاد جمال تو چناں مدہوشم
کز خود خبرے نیست کجا می باشم

تیرے رُخِ زیبا کا میں شیدائی ہوں۔ عشق کے غم کی وجہ سے میں مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں اور تیرے جمال کی یاد میں میں ایسا سرشار ہوں' کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے کہ میں کہاں ہوں۔

ایک بزرگ کا معمول

پھر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں نے شیخ

الاسلام اجل سرزیؒ[1] سے بغداد میں یہ حکایت سنی ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ: "میں اور شیخ سیف الدینؒ بخارا میں تھے وہیں سے سفر پر نکلے" ہم لوگ ایک شہر میں پہنچے جہاں سنی مسلمان رہتے تھے' وہاں مرد' عورت' لڑکا' لڑکی کسی کو بھی ہم نے نہیں دیکھا جو تلاوتِ کلام مجید میں مشغول نہ ہو' وہ سب شام سے صبح تک کلام اللہ پڑھنے میں مشغول رہتے' اور کبھی بھی ہم نے ان لوگوں کو تلاوت کلام پاک سے غافل نہیں پایا۔ اس شہر کے باہر ایک غار تھا۔ اسی غار میں بزرگوں میں سے ایک یعنی شیخ شمس العارفینؒ رہتے تھے۔ ان سے میں اسی حال میں ملا۔ جب ان سے میں نے مصافحہ کیا تو انہوں نے بیٹھنے کے لئے کہا۔ ہم لوگ بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنے کو کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول کر دیا۔ اور ہر بار جب وہ آیت وعید پر پہنچتے نعرہ مار کر گر جاتے اور مثل ماہی بے آب کے تڑپنے لگتے اور اسی طرح وہ مضطرب اور بے قرار رہتے اور پھر اٹھتے اور اس طرح کلام پاک کے پڑھنے میں مشغول ہو جاتے اور جب وہ رحمت اور خوش خبری کی آیت پر پہنچتے تو ہائے ہائے کر کے روتے اور کہتے کہ یہ سب خوش خبریاں تو اس شخص کے بارے میں ہیں جس نے عمل صالح کیا ہو۔ میں نے ذرا بھی نیک کام نہیں کیا ہے جس پر خوش ہوں۔ یہ کہہ کر پھر رونے لگتے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے کہ اے عزیزو! اگر تم لوگ جان لو کہ ہر آیت اور حرف میں باری تعالیٰ کا کیا فرمان ہے تو ہم لوگوں کے بدن سے کھال گر جائے اور تم لوگ گھل جاؤ اور خوف کے مارے نابود ہو جاؤ' پھر فرمایا کہ آج ساٹھ برس کے قریب ہو گئے ہیں تلاوت کلام پاک میں مشغول ہوں اور یہ حال ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

ایک خدا رسیدہ حافظ قرآن

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! ایک خدا رسیدہ حافظ قرآن بزرگ کا انتقال ہوا۔ انتقال کے بعد لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ویسا ہی جیسا کہ وہ اپنے خاص بندوں سے کرتا ہے لوگوں نے ان سے پھر پوچھا کہ آپ کو قبر ہی میں چھوڑ دیا گیا ہے یا اوپر لے جایا گیا؟ بزرگ نے جواب دیا کہ مجھ کو اٹھا کر عرش کے نیچے لے جایا گیا اور حفاظ قرآن کے پاس جگہ دی گئی اور اسی

---

[1] شیخ اجل سرزیؒ بہت بڑے صوفی بزرگ تھے' آپ بابا فرید گنج شکرؒ کے معاصرین میں تھے۔ (مترجم)

جگہ میں ہوں۔"

سلطان معزالدین محمد شاہ کی مغفرت

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! سلطان معزالدین محمد شاہ کے انتقال کے بعد لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ سلطان نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔ لوگوں نے پھر سوال کیا کہ آپ کے کس عمل کی وجہ سے آپ کی بخشش ہوئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک رات میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور قرآن مجید کے پڑھنے کی آواز پڑوس سے آ رہی تھی' میں یہ سن کر فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور تخت سے نیچے اتر کر باادب دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور اپنے کان اور ہوش کو کلام اللہ کی آواز کی طرف متوجہ کر دیا۔ پس اس تلاوت میں مجھے بہت راحت اور رِقت محسوس ہوئی۔ جب میں نے دنیا سے کوچ کیا تو مجھے کلام اللہ کے سننے کے کام میں لگا دیا گیا اور مجھ پر خیر و برکت کی بارش ہوئی۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! کلام اللہ پڑھنے کے وقت کتنے آدمیوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلے تو قرآن پڑھانے والے کی جس نے قرآن کی تعلیم دی۔ دوسرے قرآن پڑھنے والے کی' تیسرے قرآن پڑھتے ہوئے سننے والے کی' چوتھے اس پڑوسی کی جو کہ قرآن مجید کی آواز کو سنتا ہے اور پھر اس کے سننے میں دل و جان سے مشغول ہو جاتا ہے۔

خواجہ اجل سرزیؒ کی خدمت میں چار درویش

اتنا فرمانے کے بعد شیخ الاسلام نے تبسم فرمایا اور ایک قصہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خواجہ اجل سرزیؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ چار درویش ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف ملازمت کے طالب ہوئے ان چار درویشوں میں سے ایک ایسا درویش بھی تھا جو شیخ سرزی کو ہلاک کرنے کے ارادہ سے آیا تھا قریب تھا کہ وہ شیخ سرزیؒ کو قتل کر دے کہ یکا یک شیخ سرزی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اُس درویش کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے درویش! درویش لوگ بھی درویشوں کے مارنے کا ارادہ کرتے ہیں جو تم نے کیا ہے' اسی وقت اس درویش نے سر جھکا لیا اور کہا آپ نے صحیح فرمایا پھر شیخ نے فرمایا کہ یہ کیسی خراب نیت تم نے کی ہے اس سے باز آنا چاہئے جیسے ہی خواجہ اجل سرزیؒ نے یہ بات اس درویش سے کہی وہ درویش اٹھا اور شیخ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا

بے شک میں نے ایسا ارادہ کیا تھا لیکن آپ بزرگ آدمی ہیں آپ کو پتا چل گیا۔ اب میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! آدمی کے لئے سوائے تلاوت کلام پاک میں مشغولی کے اور کوئی کام اور وقت بہتر نہیں ہے۔ اس لئے کہ عاشق اور معشوق کی محبت کا مزہ گفتگو کرنے میں ہے اور اس سلسلے میں اہل سلوک لکھتے ہیں کہ اس مشاہدہ سے بڑھ کر اور کوئی مشاہدہ نہیں ہے' جانتے ہو ایک دوست کو ایک دوست سے بات چیت کرنے میں کیسی راحت ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے بات کرنا یہی کلام اللہ پڑھنا ہے۔ پس جس کو اس ذوق کا پتہ چل گیا اور اس کے بعد بھی وہ کسی دوسرے کام میں مشغول رہا تو وہ جھوٹا مدعی ہے اور اپنی محبت میں سچا نہیں ہیں۔

پھر حضرتؒ نے فرمایا کہ اے درویش! جب کوئی شخص قرآن مجید پڑھے تو اس کے معنی مطلب میں ایسا مستغرق ہو کہ کسی چیز کا اس کو ہوش نہ رہے۔ بس کوئی شخص اس نہج پر قرآن مجید پڑھے گا تو فرشتہ سو ہزار حوروں کے ہمراہ آئے گا اور اس کے برابر بیٹھے گا اور ان حوروں کے ساتھ فرشتہ بھی اپنے کو ایسا سنوارے گا کہ آنکھیں تاب نہ لاسکیں گی اور قرآن مجید پڑھنے کی وجہ سے غائت محبت میں وہ فرشتہ اپنے منہ کو اس کے منہ کے برابر رکھے گا اور جب تک وہ شخص زندہ رہے گا وہ فرشتہ حوروں کے ساتھ وہاں سے اُٹھے گا اور اُس کے ساتھ بہشت میں جائے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلاوت قرآن

پھر حضرتؒ نے فرمایا کہ اے درویش! امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ جب کلام مجید پڑھنے میں مشغول ہوتے تھے تو پتے کی طرح کانپتے تھے اور جب کسی آیت پر پہنچتے تو انتظار کرنے والوں کی طرح اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور پھر بیٹھ جاتے اور اسی طرح کلام اللہ پڑھنے میں مشغول ہو جاتے اور اس طرح سات شبانہ یوم مشغول رہتے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جیسا کہ کوئی شخص تنہائی میں کلام اللہ پڑھنے کے ذوق سے لطف اندوز ہوتا ہے اسی طرح کل محشر میں تجلی کے ذوق سے بھی تنہا ہی لطف اندوز ہو گا۔

غزنین کا ایک قاری

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! غزنین میں ایک آدمی تھا جو سات قرأت سے قرآن مجید پڑھنا جانتا تھا اور بہت باصلاحیت اور دولت مند تھا' اس کا نام محمد مقری تھا

اور اللہ نے اس کو ایک کرامت بھی بخشی تھی وہ یہ کہ جو شخص قرآن کی کوئی ایک سورۃ اس کے سامنے پڑھ لیتا خدائے تعالےٰ پورا قرآن مجید اس کو یاد کرا دیتا۔ چنانچہ میں نے بھی ایک سورۃ اس کے سامنے پڑھی تھی اور اس آدمی کی برکت سے پورا کلام پاک مجھ کو زبانی یاد ہو گیا۔ محمد مقری کا ایک بھائی بھی تھا جو دمشق میں رہتا تھا' ایک مرتبہ ایک آدمی دمشق سے غزنین آیا۔ محمد مقری نے اس کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ میرا بھائی خیریت سے ہے نا؟ اتفاق سے اس کے بھائی کا انتقال ہو چکا تھا۔ نو وارد نے اس کی وفات کی خبر چھپائی اور کہا کہ جی ہاں خیریت سے ہے۔ اس کے بعد دمشق کا حال بیان کرنا شروع کیا کہ سخت بارش ہوئی سیلاب آ گیا' مکانات منہدم ہو گئے' پھر ایک خوف ناک آتشزدگی کی واردات ہوئی' بہت سے گھر اس میں جل گئے' جب وہ اپنا قصہ ختم کر چکا تو محمد مقری نے کہا غالباً میرا بھائی زندہ نہیں ہے۔ آنے والے نے آخر کار اقرار کیا کہ صحیح ہے وہ ان آفتوں سے پہلے ہی خدا کو پیارا ہو چکا تھا۔

پھر حضرتؒ نے فرمایا کہ اے درویش! قرآن شریف کی تلاوت کے بعد حضرت رسالت پناہ اور ائمہ دین کے طفیل میں کسی کی روح کو فاتحہ بخشنا چاہئے' تا کہ کلام اللہ کی برکت اور ان بزرگوں کی روح کے طفیل میں اس شخص کی بھلائی دین اور دنیا دونوں میں ہو' اور اس کو بلند مرتبہ نصیب ہو اور اس کو مالک کی قربت اور اسرار و تجلّی کی نعمت حاصل ہو۔

سورۃ فاتحہ کی برکات

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جو شخص سورۃ فاتحہ کو بیماروں کی شفایابی کی نیت سے یا کسی مہم کے لئے اکتالیس بار اعوذ اور تسمیہ کے ساتھ اس طرح پڑھے کہ تسمیہ کے رحیم کا میم الحمد کے الف لام کے ساتھ مل جائے۔ پھر دُعاء مانگے اور مریض پر پھونکے' انشاء اللہ شفا ہو گی چونکہ سورۃ فاتحہ کا ورد اکتالیس بار ہوا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! اسے اچھی طرح یاد رکھو۔ یہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سورۃ فاتحہ ہر بیماری کے لئے شفا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سورۃ بقرہ کا ورد دن میں ایک بار ہے اور وہ اس طرح کہ صبح کی فرض اور سنت نماز کے درمیان جو شخص سورۃ بقرہ کو ایک مرتبہ تین روز تک پڑھے گا تو پھر وہ جس نیت سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی نیت ضرور پوری کرے گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ نے اپنی کوئی ضرورت خدا کے حضور میں اس سورۃ کے توسط سے پیش کی۔ ابھی ایک دن کی نماز اس ترکیب سے ختم ہی ہوئی تھی کہ خواجہ کی ضرورت پوری ہوگئی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سورۃ آل عمران کا ورد دن میں دو بار ہے اس سے دین و دنیا کی کشادگی خود بخود حاصل ہوتی ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! بدرالدین' یہ سب ترغیب جو میں دے رہا ہوں یہ سب تم کو اور ان لوگوں کو جو میرے سلسلے سے منسلک ہیں درجۂ کمال پر پہنچانے کے لئے ہے کیونکہ پیر مرید کے لئے مشاطہ کے طور پر ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ سورۃ نساء کا ورد دن میں سات مرتبہ ہے' جو شخص کہ دن میں سات مرتبہ اس سورۃ کو پڑھ لے گا دین و دنیا کی تمام مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور جو سورہ مائدہ دن میں سات مرتبہ پڑھے تو اس کے شہر میں خشک سالی نہ ہوگی' اور سورۂ انعام کا ورد دن میں ستر بار اور دوسری روایت کے مطابق اکتالیس بار ہے جو شخص اپنی کسی ضرورت کے لئے اس کو پڑھے گا اس کی ضرورت پوگی ہوگی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سورۂ الاعراف قبول توبہ کے لئے ہے جو شخص ستر بار استغفار پڑھے پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور قل یا ایھا الکافرون سو بار اور دوسری رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص سو بار پڑھے اور سورۂ الاعراف کو پڑھے اس کی توبہ قبول ہوگی۔

پھر فرمایا کہ سورۃ انفعال کا ورد چار بار ہے اور یہ قیدیوں کو رہائی دلانے کے لئے ہے جو شخص کہ دن میں چار بار اس سورہ کو پڑھے گا حق تعالیٰ اس کو قید و بند سے چھٹکارا دے گا اور آخرت میں اس کا خاص خیال رکھے گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سورہ توبہ کا ورد کاموں پر فتح پانے اور دنیا میں انجام بخیر ہونے کے لئے دن میں چالیس بار کرے' پس جو شخص اس کو پڑھے گا ضرور فتح مند ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! کافروں پر ظفر اور نصرت حاصل کرنے کے لئے سورۂ ہود کا ورد دن میں دس بار کرے۔

پھر فرمایا کہ سورہ ابراہیم کا ورد بخشش اور مقبول ہونے کے لئے دن میں دس بار ہے اور جو شخص کہ اس سورۃ کو قرآن پڑھنے اور حفظ کرنے کی نیت سے پڑھے گا حق تعالیٰ اس کو حافظ قرآن بنائے گا۔

پھر فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سورہ یوسف کو پڑھے گا قرآن شریف اس کو ضرور یاد ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ سورۃ الرعد کا ورد سات بار ہے۔ جو شخص اس کو دشمنان دین کے خوف و ہراس سے چھٹکارا پانے کے لئے سات بار پڑھے گا وہ کامیاب ہوگا' اور سورۃ الحج کا ورد ستر بار ہے اگر کوئی اس کو مرگی اور جنون والے مریض پر پڑھ کر دم کرے اللہ اس کو صحت بخشے گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سورۃ النحل کا ورد دن میں دس بار ہے' روزانہ دس بار اس کو پڑھ کر آدمی جو کچھ بھی خدائے تعالیٰ سے مانگے گا اس کو ملے گا۔ اسی طرح سورہ بنی اسرائیل کا ورد دس بار ہے' ہر روز آدمی کو چاہیئے کہ اس کو دس بار پڑھے اور سورہ کہف کا ورد چالیس بار ہے۔ ہر جمعہ کو تمام اہم کاموں کے حصول کے لئے جو آدمی اس کو پڑھے گا اس کو کامیابی ہوگی اور سورۂ مریم کا ختم بیس بار ہے نعمت اور کاروبار کی کشادگی کے لئے اس کو بلاناغہ پڑھنا چاہیئے۔

اور سورہ طٰہٰ کا ورد شب جمعہ کو تین بار ہے حضرت عزت کی طرف سے ہر شب جمعہ کو بے کام و بے زبان اس سورۃ کی تلاوت ہوتی ہے' جو شخص کہ جمعہ کی رات کو اس سورہ کو پڑھے گا اس کی مثال ایسی ہی ہوگی گویا وہ حق تعالیٰ سے بات کر رہا ہے۔

پھر فرمایا کہ سورہ انبیاء کا ورد پچھتر بار ہے یہ دشمنوں کو مقہور بنانے کے لئے ہے پھر فرمایا کہ سورہ قد افلح المومنون کا ورد دین و دنیا سے چھٹکارا پانے اور زکوۃ دینے والوں کا پتا چلانے کے لئے سات بار ہے' اسی طرح سورۂ نور کا ورد سات بار ہے' اس کے پڑھنے سے ہر طرح کی آفتیں اور بلائیں دُور ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ سورۂ فرقان کا ورد سات بار ہے اور سورۃ الشعراء کا پچھتر بار۔ یہ دشمنان دین سے نجات پانے کے لئے کارآمد ہے اور سورۂ نمل کا ورد اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے ہے اور سورۂ قصص الانبیاء کا ورد دس بار ہے جو ثواب کہ انبیاء کے لئے ہے اس سورہ کے پڑھنے والے کو اسی قدر ثواب ملے گا اور سورۂ العنکبوت کا ورد دس بار ہے یہ شیطان کے وسوسوں کو دُور کرنے کے لئے ہے اور سورۂ الروم کا ورد دشمنوں سے نجات پانے کے

لئے اکیس بار ہے اور سورۂ لقمان کا ورد دین و دنیا میں سعادت حاصل کرنے کے لئے ستر بار ہے اور سورۂ السجدہ کا ورد شہادت کا پتہ چلانے کے لئے اکیس بار ہے اور سورۂ الم نشرح کا ورد کارہائے عظیم کو حل کرنے کے لئے پچھتر بار ہے اور سورۂ السباء کا ورد اللہ تعالیٰ کی رضا اور دشمنوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اکتالیس بار ہے اور سورۂ فاطر کا ورد بلاؤں سے محفوظ رہنے اور ایصال ثواب بزرگان کے لئے ستر بار ہے اور سورۂ یٰسین کا ورد ہر کار عظیم کو حل کرنے کے لئے کافی ہے اور سورۂ الصافات کا ورد بے خوف اور محفوظ رہنے کے لئے اکیس بار ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سورۂ تنزیل الکتاب کا ورد شب جمعہ میں پانچ بار ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کاہلی دُور ہوتی ہے اور سورۂ سجدہ کا ورد ظالموں کو دُور رکھنے کے لئے دو بار ہے اور سورۂ حم عسق کا ورد بلاؤں کو دُور کرنے اور سعادت حاصل کرنے کے لئے سات بار ہے۔

اور سورۃ زخرف کا ورد ایمان کی حفاظت کے لئے اکیس بار ہے اور سورۂ دخان کا ورد سعادت حاصل کرنے کے پچھتر بار ہے اور سوءۂ محمد کا ورد اسرار الٰہی کے ظاہر ہونے کے لئے اکتالیس بار ہے۔

جب حضرت شیخ الاسلام اس جملہ پر پہنچے تو فرمایا کہ اے درویش! جو شخص عقلمند ہے وہ قرآن شریف کے پڑھنے سے غافل نہیں ہے' کیونکہ اس میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جس میں اسرار الٰہی اور انوارِ تجلی مضمر نہیں ہوں۔ پھر اے درویش! جس چیز میں کہ نعمت ظاہر ہو' اس سعادت کو حاصل کرنے سے کیوں کوئی شخص محروم رہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! دوسری سورتوں کے ورد کے بارے میں انشاء اللہ اگر اللہ نے توفیق بخشی تو دوسرے موقع پر گفتگو ہوگی۔

حضرت شیخ الاسلام اس بات کو ختم کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمدللہ علی ذلک۔

ساتویں فصل

سورۃ اخلاص کی فضیلت

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے اور سورۂ اخلاص کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا ناصح الدین، شیخ جمال[1] ہانسویؒ اور شمس بندیز اور کئی دوسرے صوفیائے کرام خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص ختم قرآن کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ رات کو پچیس بار سورۂ اخلاص پڑھے اس طرح گویا اس نے پورا قرآن پڑھ لیا۔ پس اے درویش! قل ھو اللہ احد اس کی صفت ہے، بس جو شخص درستیٔ اعتقاد کے ساتھ پڑھے کہ تمام صفت خاص کر خدائے تعالیٰ کے لئے ہے اگرچہ وہ بے صفت ہے کیونکہ کوئی صفت اس میں سما نہیں سکتی اور نہ اس سے کوئی باہر ہے۔

سورۂ اخلاص

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جب تک ختم قرآن نہ کرلو نہ سوؤ، دوسرے جب تک جہاد نہ کرلو تیسرے جب تک اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کرلو استراحت اور سونے کے لئے بستر پر مت جاؤ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پانچویں شرائط زبان مبارک سے بیان فرمائے تو اصحاب کو بڑا تعجب ہوا ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ پانچ کام ایک رات میں کس طرح کیے جاسکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کیسے جاسکتے ہیں اور وہ اس

---

[1] دیکھو ماقبل کا نوٹ۔ ان کا ذکر چوتھی فصل میں بیان کیا جاچکا ہے (مترجم)

طرح کہ جو شخص چاہتا ہے کہ ایک رات میں ختم قرآن کرے وہ پچیس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ لے تو گویا اس نے جہاد کر لیا اور جو شخص مجھ کو خوش کرنا چاہتا ہے وہ سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجے گویا اس نے مجھ کو خوش کر لیا اور جو شخص چاہتا ہے کہ ہر شب حج کرے تو وہ سو مرتبہ لا الـه الا الله الـحـكـيـم الـكـريـم پڑھے گویا اس نے حج کر لیا اور جو شخص چاہتا ہے کہ خدائے عز و جل کو راضی کرے تو وہ رات میں لا اله الا الله محمد رسول الله بہتر مرتبہ پڑھے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک دن میں ایک بیمار کے پاس پہنچا اور سورہ اخلاص پڑھ کر اس بیمار پر پھونکی بس پھونکتے ہی بیماری صحت سے بدل گئی۔

سورۂ اخلاص کی برکات

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر کر رہا تھا' میرے شہر کے اوپری حصہ میں سوتہ نام کی ایک ندی تھی۔ ہم دونوں اس ندی پر پہنچ گئے۔ اس جگہ کشتی نہیں تھی کہ ہم لوگ پار ہوں' اور وہ جگہ بھی خطرناک تھی' شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ اے فرزند آ تو گئے ہو لیکن ہم لوگ پار کس طرح ہوں گے؟ ابھی میرے دل میں یہ بات پیدا ہی ہوئی تھی کہ اچانک خواجہ قطب الدین اور اپنے کو دوسری طرف ساحل پر کھڑا دیکھا' میں نے صورت حال کے بارے میں حضرت خواجہ سے دریافت کیا' انہوں نے جواب دیا کہ جب ہم لوگ ندی کے کنارے پہنچے کشتی موجود نہیں تھی۔ سورہ اخلاص پڑھ کر میں نے پانی پر پھونکا۔ خدا کے حکم سے پانی درمیان سے پھٹ گیا اور راستہ پیدا ہو گیا اور ہم لوگ پار ہو گئے۔

سورۂ اخلاص کی اہمیت

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! رسول صاحب طریقت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ اخلاص کو قرآن مجید کا تہائی فرمایا ہے اور سورہ کا ورد تین مرتبہ ہے' قرآن شریف ختم کرنے کے بعد اس سورہ کو تین بار پڑھنے میں جانتے ہو حکمت کیا ہے؟ حکمت یہ ہے کہ اگر قرآن شریف کے ختم کرنے میں اگر کسی جگہ غلطی ہو گئی ہو تو سورۂ اخلاص کو پڑھ لینے سے قرآن کا ختم کرنا نصیب ہو گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! قرآن شریف ختم کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کی

چند آیات پڑھتے ہیں۔ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ یہ اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا من خیر الناس' یعنی آدمیوں میں اچھا کون ہے؟ رسول علیہ السلام نے جواب دیا الحال المرتحل یعنی منزل تک پہنچتے ہی جو پھر روانہ ہو جائے۔ الحال اس شخص کو کہتے ہیں جو منزل پر پہنچا ہو اور المرتحل اس شخص کو کہتے ہیں جو منزل سے روانہ ہو۔ اس جملہ میں اشارہ اس طرف کیا گیا ہے کہ قرآن پڑھنے والا جب قرآن ختم کرتا ہے تو گویا منزل پر پہنچتا ہے اور جب پھر قرآن شروع کر دیتا ہے تو گویا منزل سے دوبارہ چل پڑتا ہے۔ مختصر یہ کہ آدمیوں میں سب سے اچھا وہ ہے کہ جب وہ قرآن شریف ختم کرے تو پھر فوراً شروع کر دے۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحال المرتحل کہہ کر اس طرح سمجھایا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ اپنے استاد مولانا بہاؤ الدین بخاری سے سنا ہے:

خواجہ تمیم انصاری کی رہائی

ایک مرتبہ خواجہ تمیم انصاریؒ[1] حبشیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے۔ اس حبشی نے ان کو مار ڈالنا چاہا اور اسی بنا پر سات سال تک قید میں رکھا۔ جس روز ان کو مار ڈالنے کا وعدہ تھا خواجہ نے اپنے پیر خواجہ ابوسعید ابوالخیر کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے تھے کہ تم کو حبشیوں کے سردار کے پاس لے جایا جائے گا۔ تم تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس پر پھونک دینا۔ خواجہ تمیم انصاریؒ خواب سے چونک کر جاگ گئے۔ جب ان کو حبشیوں کے سردار کے پاس لے جایا گیا تو خواجہ تمیم انصاریؒ نے حسب ہدایت تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس پر پھونک دیا' جیسے ہی کہ حبشیوں کے سردار نے خواجہ تمیم انصاری کے چہرے کو دیکھا وہ فوراً خواجہ کے قدم مبارک پر گر گیا اور کہا: ''مجھ کو بچاؤ'' تا کہ میں تم کو رہا کروں۔ خواجہ تمیم نے فرمایا بات کیا ہے؟ اس نے کہا کہ دو اژدھے تمہاری بغل میں کھڑے ہوئے ہیں اور مجھ کو مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ خواجہ تمیمؒ نے فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ اس کے بعد خواجہ تمیم کو بھی رہائی مل گئی اور وہ دونوں اژدھے خواجہ کے بغل سے غائب ہو گئے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ اور ہم ایک

---

[1] خواجہ تمیم انصاری قدس اللہ سرہ العزیز ایک کامل بزرگ تھے۔ آپ حضرت خواجہ ابوالسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید تھے۔ (مترجم)

جگہ تھے۔ مولانا علاؤالدین صوفی اس طرف سے گزر رہے تھے۔ شیخ کی نظران پر پڑ گئی۔ ان کو بلایا اور اپنا کپڑا ان کو دیا اور پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اس پر پھونک دیا۔ حق تعالیٰ نے جو کچھ نعمت اور برکت مولانا علاؤالدین کو بخشی تھی وہ سب اسی کے بدولت تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کی برکت سے ان کو بہت کچھ حاصل ہوا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک روز خواجہ حسن بصریؒ حجاج بن یوسف کے آدمیوں کے ظلم سے ڈر کر بھاگے۔ حجاج بن یوسف کے سب آدمی بھی ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ چنانچہ خواجہ حسن بصریؒ خواجہ حبیب عجمیؒ کی خانقاہ کے سامنے پہنچے۔ خواجہ حبیب عجمیؒ نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا حجاج کے آدمی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ خواجہ حبیب عجمیؒ نے فرمایا کہ اندر چلے جایئے۔ خواجہ حسن بصریؒ جیسے ہی اندر گئے وہ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ حجاج کے آدمی بھی پہنچ گئے۔ ان لوگوں نے خواجہ حبیب سے پوچھا کہ حسن کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا یہیں نماز پڑھ رہے ہیں۔

خواجہ حسن بصریؒ کی محافظت

جب حجاج کے آدمی اندر گئے حق تعالیٰ نے ان لوگوں پر پردہ ڈال دیا۔ انہوں نے خواجہ حسن بصری[1]ؒ کو نہیں دیکھا۔ وہ سب لوٹ کر خواجہ حبیب عجمی[2]ؒ کے پاس آئے اور کہا ٹھیک ہی ہے جو تم لوگوں کو حجاج بن یوسف اس طرح جھوٹ بولنے پر مارتا ہے۔ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد خواجہ حبیب عجمیؒ نے فرمایا کہ اے خواجہ اگر سچ نہیں کہتا تو آپ گرفتار ہو جاتے اور آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے آپ کو دکھلا دیا۔ سچ کہنے سے ہم حق پر بھی رہے' پھر خواجہ حسن بصری نے پوچھا کہ جب میں اندر گیا تو آپ نے کچھ پڑھا بھی تھا؟ خواجہ حبیب عجمی نے جواب دیا ہاں اسی پڑھنے کی وجہ سے اللہ نے آپ کو امان میں رکھا۔ خواجہ حسن بصریؒ نے پوچھا وہ کیا تھا؟ خواجہ حبیب عجمیؒ نے جواب دیا میں نے دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر آپ پر پھونک دیا تھا جو پردہ کہ آپ کے اور ان

---

[1] ایک بہت بڑے ولی کامل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بھی تھے اور حضرت علیؓ سے کمال ارادت رکھتے تھے اور سلسلہ تصوف میں ان کے خلیفہ بھی تھے۔ انہوں نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی (مترجم)

[2] ایک کامل ولی اللہ کا نام جو ۱۵۶ھ میں فوت ہو کر بصرہ میں مدفون ہوئے۔ (مترجم)

لوگوں کے درمیان حائل ہو گیا وہ سورۂ اخلاص کی برکت سے تھا۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خلوت میں عبادت میں مشغول تھا۔ جب سورۂ اخلاص پر پہنچا تو وہاں پر ٹھہر گیا۔ یکا یک عالم تجلی سے اسرار و انوار مجھ پر نازل ہونے لگے۔ چنانچہ ان انوار کی وجہ سے میں باہر نکل گیا اور حق تعالیٰ کے عشق و محبت کے صحرا میں بھٹکنے لگا۔ میں نے چاہا کہ کسی طرح اس منزل سے گزر جاؤں لیکن وہاں سے نکلا تو حق تعالیٰ کے عشق و محبت کے دریا میں اتر گیا اور سات شبانہ یوم میں اسی طرح رہا۔ پھر مستی سے عالم ہوش میں آیا

سورۂ اخلاص کی مدد

پھر اسی موقع پر حضرت نے فرمایا کہ ایک روز امیر المومنین علیؓ خیبر[1] کی جنگ میں مشغول تھے۔ جتنا انہوں نے فتح کرنا چاہا اتنا ہی فتح میں تاخیر ہو رہی تھی اور دروازہ نہیں کھل رہا تھا۔ تھک کر اور عاجز آ کر انہوں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اے علیؓ سورۂ اخلاص کو پڑھنا شائد تم بھول گئے ہو۔ جیسے ہی یہ جواب پہنچا ایک روز سورۂ اخلاص کو پڑھا اور دوسرے روز میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے اور درۂ خیبر کو فتح کر لیا اور اس پھاٹک کو جڑ سے اکھاڑ کر چالیس قدم کے فاصلے پر پھینک دیا اور یہ سورۂ اخلاص کی برکت تھی۔ جب شیخ الاسلام اس جگہ پہنچے تو اذان کی آواز آ گئی اور آپ اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمد للہ علی ذلک

---

[1] یہودیوں کا مشہور قلعہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فتح ہوا تھا۔ (مترجم)

آٹھویں فصل

خرقہ اور فقر

انبیاء کا لباس

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ خرقہ اور فقر وغیرہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، کچھ صوفیائے کرام بھی موجود تھے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ کمبل اور صوف نبیوں کا لباس ہے۔ پس اے درویش! یہ لباس اس شخص کے لئے جائز ہے جس کا ظاہر اور باطن صفات سے خالی نہ ہو۔ اس لئے کہ صوفی وہ شخص ہے جس میں دنیا کی آلائش اور بشریت کی گندگی نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کمبل اور صوف پہننا نبیوں کی سنت ہے۔ جب اولیاء اور انبیاء میں سے کسی شخص کو کوئی ضرورت اور مہم پیش آ جاتی تو وہ اس وقت کاندھے پر کمبل کو رکھ لیتے اور پھر حضرت بے نیاز کی بارگاہ میں التجا کرتے اور اپنے کمبل اور صوف کو وسیلہ بناتے۔ حق تعالیٰ ان کی حاجت کو پوری کر دیتا اور مہم انجام کو پہنچاتا۔

پھر اسی موقع پر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! یہ صحیح روایت ہے کہ خرقہ پہننا انبیاء اور اولیاء کی سنت ہے اور جو لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں وہ بھی پہنتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصریؒ عزیزان اہل صفہ کے ساتھ مسجد کہف میں جمع تھے۔ موضوع سخن خرقہ تھا کہ یہ کہاں سے نکلا اور اس کی اصل کیا ہے۔ سب ہی اہل مجلس غور و فکر کر رہے تھے اور متحیر تھے۔ ان لوگوں میں سے کسی کو کچھ بولتے نہیں بن رہی تھی۔ اسی درمیان میں حضرت خواجہ عبداللہ سہل[1] تستری نے فرمایا کہ بعض مشائخ کی روایت کے مطابق

---

[1] ابو محمد بن عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ ایک مشہور ولی اور صاحب سلسلہ بزرگ گزرے ہیں۔ اسی برس کی عمر پا کر ۲۸۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ (مترجم)

خرقہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی سنت ہے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! جس روز حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق کے ذریعے سے پھینکا گیا تو جبرائیلؑ بہشت سے جو لباس لے کر اترے اور حضرت ابراہیمؑ کی گردن میں ڈال دیا' وہ خرقہ تھا۔ اس کے بعد پھر یہ خرقہ حضرت اسحٰقؑ کی گردن میں ڈالا گیا۔ اور ان کے بعد حضرت یعقوبؑ کی گردن میں۔ اور جب حضرت یوسفؑ پیدا ہوئے تو یوسفؑ کی گردن میں ڈالا گیا۔ لیکن بعض روایات میں ہے کہ جب بھائیوں نے یوسفؑ کو لے جا کر کنویں میں ڈال دیا اور جبرائیلؑ تعویذ لے کر وہاں اُترے تو اس کا پیراہن بنا کر حضرت یوسفؑ کے گلے میں پہنا دیا۔ لیکن بعض محققین کی رائے ہے کہ یہ خرقہ حضرت الوہیت کی طرف سے ہے جب حضرت آدمؑ صفی صلوٰۃ اللہ علیہ دنیا میں تشریف لائے تو جبرئیلؑ خرقہ لائے اور ان کے گلے میں پہنا دیا۔ پس اس سے ظاہر ہوا کہ خرقہ حضرت الٰہی کی طرف سے ہے۔ پس اے درویش! جس نے اپنے کو بے خرقہ' بے مقراض' بے محبت اور بے ارادت کے مرید بنایا وہ گمراہ ہوا' مرید نہیں ہوا۔

خرقہ اور مقراض کا منکر

پھر فرمایا کہ اے درویش! جو خرقہ اور مقراض کا منکر ہوا وہ اہلِ مشائخ کے نزدیک زندیق ہوا صدیق نہیں ہوا۔ لیکن اے درویش! ہمارے خواجگان کے نزدیک اصل خرقہ حضرت الٰہی سے ہے۔ اس لئے کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں خرقہ عطا ہوا تو حکمِ باری تعالیٰ ہوا کہ اس خرقہ کو لے جاؤ اور اپنے صحابہ میں سے ایک کو دے دو اور اپنا خلیفہ بنا دو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے صحابہ میں سے ہر ایک سے انہوں نے سوال کیا۔ کسی نے اس کا جواب اس طرح نہیں دیا جیسا حکم ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرقہ

جب امیر المومنین حضرت علیؓ کی باری آئی تو انہوں نے بالکل صحیح جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خرقہ ان کو دے دیا اور وہ سوال اور جواب یہ تھا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اگر یہ خرقہ میں تم کو دے دوں تو تم کیا کرو گے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ یہ خرقہ مجھ کو دیں گے تو میں اپنے مسلمان بھائیوں اور خدا کے بندوں کی اس سے پردہ پوشی کروں گا اور ان کے عیوب کو

چھپاؤں گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خرقہ حضرت علی مرتضیٰ کو دے دی اور حضرت علیؓ سے یہ خرقہ چاروں رکن میں پھیلا اور مشہور ہوا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں بغداد گیا تھا اور شیخ شہاب الدین[1] سہروردیؒ کی مجلس میں حاضر تھا اور دوسرے عزیزان جیسے شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ بہاؤ الدین[2] سہروردی، شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ برہان الدین سیوستانی حاضر تھے اور خرقہ پہننے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اسی درمیان میں ایک ضعیف شخص شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ادب کے ساتھ خرقہ کی درخواست کی۔ شیخ شہاب الدین نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ آج معاف کرو، پھر کبھی آؤ تو خرقہ میں تم کو دوں گا۔ جب رات ہوئی اور شیخ کو نیند آئی تو انہوں نے خواب میں دیکھا فرشتے آگ کی زنجیر گردن میں ڈالے دو درویشوں کو اوپر لئے جا رہے ہیں۔ اس شیخ نے فرشتوں کے دامن کو چھو کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں، فرشتوں نے جواب دیا یہ پیر اور وہ مرید ہے۔ اس پیر نے خرقہ دیا تھا اور اس نے خرقہ کا حق کچھ بھی ادا نہیں کیا اور گلی اور بازار میں دنیا والوں کے ساتھ مارا مارا پھرا اور بادشاہوں کا مصاحب بنا رہا اور ہر وقت ہر موقع پر خرقہ کو آگے آگے لئے پھرتا رہا۔ ہم لوگوں کو حکم باری ہوا ہے کہ ان تاریک ضمیر پر اور اس گمراہ مرید کو آگ کی زنجیر گلے میں ڈال کر کھینچو اور دوزخ میں لے جاؤ۔ جیسے ہی شیخ شہاب الدین کے صاحب زادے نے یہ خواب دیکھا فوراً بیدار ہوئے اور وہ وہ شیخ الشیوخ کے پاس آئے، شیخ شہاب الدین نے مسکرا کر فرمایا کہ دیکھا تم نے خرقہ پوشوں کا حال۔ پس اے فرزند! خرقہ وہ شخص پہنے جو دونوں جہاں سے دستبردار ہو جائے اور اپنے پیروں اور مشائخ کے طریقہ کی پیروی کرے اور تم ابھی تک ستر حجاب کے اندر ہو۔ ابھی تمہارے خرقہ پہننے کا وقت نہیں آیا ہے اس خیال سے باز آ جاؤ ورنہ جیسا ان لوگوں کا حال دیکھا ہے وہی اپنا دیکھو گے۔

---

[1] علم و فضیلت میں درجہ امتیاز رکھتے تھے اور اپنے وقت میں بغداد کے شیخ الشیوخ تھے۔ آپ شیخ نجیب الدین سہروردی کے مرید تھے۔ حضرت شیخ سعدیؒ بھی آپ کے مرید تھے۔ آپ کی پیدائش ۵۳۷ھ میں ہوئی اور وفات ۶۳۰ھ میں (مترجم)

[2] آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے صاحب زادے تھے۔ آپ کا مشائخ میں بہت بلند درجہ تھا (مترجم)

خرقہ پہننے کی شرائط

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! جب تک کوئی شخص اپنے باطن کو دنیا کے تمام ماکولات اور آلائش سے صاف نہیں کر لے اس کو خرقہ نہیں پہننا چاہئے کہ بغیر دل کی صفائی کئے مرید کو خرقہ دے اس لئے کہ خرقہ اولیاء اور انبیاء کا لباس ہے۔ دنیا کی آلائش میں مشغول رہتے ہوئے اگر کوئی خرقہ پہنتا ہے تو وہ اس کا حق نہیں ادا کر سکتا ہے۔ پس اس کا گمراہی میں پڑ جانا ضروری ہے۔ خود بھی گمراہ ہوگا اور اس کا مرید بھی گمراہ ہوگا

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! خرقہ پہننا اچھا اور آسان کام ہے لیکن کام کرنا اور حق بجالانا مشکل ہے پس اے درویش! اگر خرقہ پہننے سے آدمی کو نجات مل جاتی ہے تو تمام لوگ خرقہ پہنتے اور خلوت نشیں ہو جاتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ اور اگر خرقہ پہنتے ہو اور اس کا حق بھی بجالاتے ہو اور جو کچھ متقدمین نے کیا ہے وہ کرتے ہو تو ٹھیک ہے۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! اگر خرقہ پوشوں کا کام تم دنیا میں کرتے ہو تو پھر ٹھیک ہے' خرقہ پہنو ورنہ یہی خرقہ کل قیامت کے دن تم پر دعویٰ کرے گا کہ اس نے جب مجھ کو پہنا تھا تو حق کیوں نہیں ادا کیا؟ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ آگ کا خرقہ گردن میں ڈال کر اس کو دوزخ میں بھیجو۔ پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! اگر خرقہ پہننے کا خیال رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے پہنو' لوگوں کو دکھلانے کے لئے نہیں کہ اس سے لوگ عزت کریں گے ورنہ قیامت کے دن تم عاجز دکھلائی دو گے اور گرفتار عذاب ہو گے۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ درویش! اس راہ میں پیر کی خود اپنی قوت ہونی چاہئے اور اس کا ضمیر روشن ہونا چاہئے۔ جو کوئی شخص اس کے پاس مرید ہونے کی نیت سے آئے تو اس کو وہ معرفت کی نظر سے اس کے قلوب ثلثہ میں دیکھے اور معرفت کے نور سے اس کے سینہ کو تمام فضلات دنیاوی سے صاف کرے اور کچھ عرصہ تک اس کو اپنی خدمت میں رکھ کر مجاہدہ کرائے اس کے بعد جب اس میں شہوت اور خواہشات کی اسی طرح کی کدورت نہیں رہے تو خرقہ دینا جائز ہوگا اور اگر پیر میں خود اس طرح کی قوت نہ ہو پھر بھی وہ لوگوں کو خرقہ اور کلاہ دینا روا رکھے تو وہ گویا اپنے کو بھی گمراہی میں ڈال رہا ہے اور اس بے چارے مرید کو بھی۔

مولانا بہاؤالدین زکریا ملتانی پر شیخ بہاؤالدین سہروردی قدس اللہ سرہ کی عنایات

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! خرقہ اور کلاہ دینا اس شخص کو درست ہوگا جو کہ اپنے کو اور اپنے دل کو مجاہدہ اور اولیاء اللہ کی محبت میں غرق کر چکا ہو۔ غرض ایسے ہی لوگوں کو خرقہ اور کلاہ دینا جائز ہے۔ پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! جب برادرم مولانا بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنا عشق و محبت الٰہی کا کام مکمل کر لیا تو شیخ بہاؤالدین سہروردی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تین روز ان کی خدمت اقدس میں رہے۔ چوتھے روز خرقہ عصا اور نعلین اور مصلّی ان کو دے کر فرمایا ولایت ملتان، ہم نے تم کو عطا کی، وہاں جاؤ تمام حاضرین کو شرم آئی اور ان لوگوں نے دل میں کہا کہ ہندوستان سے آیا اور تین روز میں ولایت مل گئی اور ہم لوگ اتنے سال سے خدمت میں حاضر ہیں اور ہر طرح کی خدمت کر رہے ہیں سب بے کار گیا۔ جب یہ بات شیخ بہاؤالدین سہروردی نور اللہ مرقدہ کے کان میں پڑی تو فرمایا کہ درویشو ایسا ہی ہوتا ہے۔ بہاؤالدین زکریا اپنا کام ختم کر کے آئے تھے اور سوکھی لکڑی لائے تھے اور اسی لئے جب وہ آئے تو تین دن کے اندر سب کچھ ہو گیا اور تم لوگ گیلی لکڑی لائے ہو۔ اس کو کارآمد بنانے میں کافی دیر لگے گی۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! خرقہ وہ شخص پہنے جو اپنی آنکھ کو اندھا کر لے یعنی خدا کی مخلوق کا کوئی عیب نہیں دیکھے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ قاضی حمیدالدین ناگوری نے حوض شمسی پر جلسہ کیا تھا اور اس موقع پر شیخ شاہی موئے تاب کو خرقہ عطا کیا اور فوراً شیخ محمود موضع دوز کے پاس آدمی خبر لے کر بھیجا کہ آج شیخ شاہی موئے تاب کو میں نے خرقہ دیا ہے۔ تم کو پسند ہے یا نہیں۔ شیخ محمود موضع دوز نے جواب کہلا بھیجا کہ آپ کی پسند میری پسند ہے اس لئے کہ جس کو آپ خرقہ دیں گے وہ خرقہ کے لائق ضرور ہوگا۔

خرقہ سے محرومی

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں نے شام کا سفر کیا تھا۔ اسی شہر میں ایک بزرگ کا مجھے پتہ چلا چنانچہ میں ان کے حجرہ میں گیا۔ ان درویش کو میں نے بہت مشغول اور بزرگ پایا۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کو فرمایا۔ تھوڑی دیر میں ان کے مریدوں میں سے کئی خرقہ پوش درویش آئے، اور کلاہ کو زمین پر رکھا اس کے بعد ایک

دوسرے درویش آئے اور بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر تک وہ درویش سر بسجود رہے پھر فرمایا کہ اس درویش کو میں خرقہ دینا چاہتا ہوں' کیا تم لوگوں کو پسند ہے؟ ہم سب نے سر جھکا کر جواب دیا کہ آپ کو جو پسند ہوگا ہم لوگوں کو بھی ہزار بار پسند ہوگا۔ پھر فرمایا کہ ان سب نے حالات کے موافق کچھ باتیں کیں لیکن جس درویش کو کہ خرقہ دینا چاہا تھا اس نے بغیر پوچھے ہوئے دوستوں کی مخالفت میں کچھ کہا۔ وہ بزرگ اٹھے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اس درویش کو واپس کر دو کیونکہ یہ خرقہ کے لائق نہیں ہے۔ یہ آدمی مخالف اور جھوٹا ہے۔ غرض ایسے آدمی کو خرقہ نہیں دینا چاہئے۔

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! خرقہ کا کئی اعتبار نہیں ہے اس واسطے کہ اگر خرقہ کا اعتبار ہوتا تو تمام دنیا خرقہ پوش ہو جاتی لیکن خرقہ کا اعتبار آدمی سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! معراج کی رات جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر خرقہ رکھا گیا تو حکم ہوا کہ اے محمدؐ تم یہ نہ جانو کہ تمہاری عزت اس خرقہ سے ہے بلکہ تمہاری عظمت اور بڑائی کی بنا پر یہ خرقہ ہم نے تم کو عطا کیا ہے تا کہ خرقہ کی عزت اور اعتبار تم سے ہو۔ پس اے درویش! جو شخص کہ خرقہ کا کام اور حق ادا نہیں کرتا ہے تو نہ اس کا اعتبار رہتا ہے اور نہ خرقہ کا۔ پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اے درویش! حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اگر خرقہ کا اعتبار ہوتا تو خرقہ کو آگ اور لوہے سے بناتے۔ لیکن ہر روز میرے سر میں آواز آتی ہے لا اعتبار بالخرقة۔ پس اے درویش! کہ قیامت کے دن بہت سے خرقہ پوش ہوں گے جن کی گردن میں آگ کا خرقہ ہوگا اور جو لوگ کہ خرقہ پوشوں کا کام اور عمل کریں گے وہ لوگ بہشت میں جائیں گے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک روز خواجہ داؤد طائی[1] رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ

---

[1] شیخ ابو سلیمان داؤد بن نصر کا نام جو صوفی کامل اور فقیہ بے مثل تھے۔ موسیٰ رضا کے خاص مرید حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حبیب راعی کے مرید طریقت تھے۔ حضرت ابراہیم ادھم کے ہم عصر تھے' قبیلہ طے سے تھے اس لئے طائی کہلاتے تھے۔ ۱۶۵ھ واصل بحق ہوئے۔ (مترجم)

میں بیٹھا ہوا تھا ایک قبا پوش آدمی ان کی زیارت کے لئے آئے اور ادب سے بیٹھ گئے۔ خواجہ داؤد طائی جتنی مرتبہ ان کی طرف نظر کرتے تھے مسکرا دیتے تھے پھر حاضرین کی طرف منہ کر کے فرمایا جو کچھ خرقہ پوشوں میں مَیں ڈھونڈتا ہوں اس آدمی میں نظر آتا ہے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جب خرقہ پوشوں کی جماعت عالم سماع میں خرقہ کو چاک کرتی ہے اور اشنائی کے دریا میں تیرتی ہے تو پھر دوست کے اشتیاق میں وہ ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ عالمِ حیات سے کچھ بھی ان میں باقی نہیں رہتا اور محبت کی کٹھالی میں وہ اس طرح اپنے کو گھلاتے ہیں کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔ پس اس وقت غایت رشک اور غیرت کی وجہ سے خرقہ پوش اپنی یکتائی سے تمام دوئی کو چاک کر دیتے ہیں اور یہ ان خرقہ پوشوں کا حال ہے جو دوست کے عشق میں مستغرق ہیں، ان پر اثر ہوتا ہے لیکن وہ از خود رفتہ نہیں ہوتے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ دو مصرعے ایک بزرگ کی زبانی مجھے یاد ہیں:

محبت کے خرقہ پوشوں نے دوئی کو چاک کر دیا تا کہ میں تیرے وصل کی گلی میں یکتائی کی آواز لگاؤں۔

درویش کی تعریف

پھر حضرت نے فرمایا کہ ایک درویش پڑا ہوا تھا اور وہ بول رہا تھا کہ درویش وہ ہے کہ اگر اس کو کچھ فتوحات حاصل ہوں اور دن کا وقت ہے تو رات کے لئے کچھ پیسے بچا لے اور اگر رات کا وقت ہے تو اس میں سے کچھ بھی دن کے لیے نہیں بچائے اور سب خرچ کر دے اور راہِ خدا میں دے دے۔ لیکن اے درویش! درویشی یہ نہیں ہے کہ کوئی لنگوٹ باندھ لے یا کھال بدن پر لپیٹ لے یا دو لقمے کھانے کے لئے مارا مارا پھرے یا اپنے ہی جیسے آدمی کے سامنے ہاتھ پھیلائے بلکہ درویش وہ ہے کہ اپنے سجادہ سے نہ ہٹے اور اچھا صاف ستھرا کپڑا پہنے اور جو کچھ ملے اسے کھائے اور کھلائے اور درویشوں کو دے اور بالخصوص ان درویشوں کو دے جو کھانے کا مزہ نہیں جانتے اور کچھ بھی نہ بچائے۔ جو کچھ آئے اس کو جاری رکھے۔ پس اے درویش! ایک مرتبہ حضرت خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ درلیش کون ہے، جواب دیا کہ درلیش وہ ہے کہ ہیژدہ ہزار عالم میں جو کچھ سونا چاندی موجود ہے اگر وہ سب اس کے ہاتھ پر رکھ دیا جائے تو وہ سب

کو راہِ دوست میں خرچ کردے۔

مقاماتِ درویشی

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! درویشی کے ستر ہزار مقامات ہیں۔ پس جب تک درویش ان ستر ہزار مقامات سے نہیں گزرے گا اور ہر مقام سے واقف نہیں ہوگا اس کو درویش نہیں کہہ سکتے۔ دنیا میں بھی ستر ہزار عالم ہیں۔ جب تک درویش تمام عالموں سے واقف نہیں ہوگا اور ان مقامات کے بارے میں نہیں بتائے گا وہ درویش نہیں ہے ظاہر ہے اپنی شکم پرستی کے لئے فقیری کرتا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جو درویش کہ تمام عالم سے واقف ہے پس جب وہ اس مقام پر جو درویشوں کا ہے وہ پہنچتا ہے تو خوف وڈر سے فنا نہیں ہوتا بلکہ جہان بھر کا خزانہ اس درویش پر نازل ہوتا ہے اور آزمائشوں کے ثبوت میں اس پر بلاؤں کا نزول ہوتا ہے اگر اس کا قدم ذرا سا بھی ڈگمگایا تو پھر اس کی کوئی جگہ نہیں ہے لیکن جو شخص کہ ان بلاؤں پر صابر اور راضی رہ گیا اس کا کام ہیزدہ ہزار عالم سے گزر کر اوپر چلا جاتا ہے، پس مذہب سلوک میں ایسے ہی آدمی کو درویش کہتے ہیں۔

درویشی کی پہلی منزل

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب ان ستر ہزار مقامات میں سے پہلے مقام پر درویش پہنچتا ہے تو وہ ہر روز خمس اوقات میں اپنے کو عرش کے گرد کھڑا دیکھتا ہے اور ساکنانِ عرش کے برابر نماز ادا کرتا ہے۔ اور پھر جب اس جگہ سے لوٹتا ہے تو ہر ساعت اپنے کو خانہ کعبہ میں دیکھتا ہے اور جب یہاں سے بھی واپس ہوتا ہے تو تمام عالم کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہے۔ بس اے درویش! یہ ماجرا درویش کے پہلے مقام کا ہے جہاں پر اس کی رسائی ہوتی ہے لیکن جب درویش ان ستر ہزار مقامات میں سے گزر جاتا ہے تو پھر کسی کے فہم و وہم میں اس کے مقام کے سمجھنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور نہ یہ جاننے کے لئے کہ اس کا مقام کہاں ہے کسی کا اشارہ ہی کام کرتا ہے۔ بس وہ ایک راز بندہ اور مالک کے درمیان ہو کر رہ جاتا ہے اور اس راز کا پتہ سوائے خدا تعالیٰ کو کسی کو نہیں معلوم۔ پھر حضرت نے ایک نعرہ لگایا اور یہ مثنوی پڑھی:

چو درویش را کار، بالا کشید
بیک لحظہ سرور ثریا کشید
چناں غرق گرد و بدریائے عشق
کہ یک دم سر از عشق بالا کشید

جب درویش کا معاملہ عالم بالا سے ہوا' تو پھر ایک لحہ میں وہ ثریا تک پہنچ گیا
دریائے عشق میں وہ ایسا غرق ہوا' کہ یکا یک عشق کی منزل سے بھی آگے نکل گیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ بایزید شوق اور اشتیاق کے عالم میں تھے کہ یکا یک ان کی آنکھوں سے خون جاری ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ اپنے آپے میں آئے تو فرمایا اس وقت میں نے ایک قدم اٹھایا تو عرش پر پہنچ گیا اور وہاں آواز لگائی کہ **الرحمن علی العرش استوی** یعنی اے عرش میرے دوست کا پتا لوگ تیرے پاس بتاتے ہیں۔ پس عرش نے جواب دیا کہ اے بایزید کیسی باتیں کر رہے ہو۔ مجھ کو تو حق تعالیٰ کا پتہ لوگوں نے تمہارے دل میں بتایا ہے۔ حق تعالی کا پتا اکثر آسمان والے زمیں والوں سے اور اکثر زمین والے آسمان والوں سے پوچھتے ہیں۔

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ اور قاضی نجم الدینؒ کے درمیان دل چسپ بحث

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! اس گفتگو سے مقصد درویشی کا مرتبہ ظاہر کرنا ہے یعنی درویش عرش سے بھی ایک قدم اوپر جاتا ہے' پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ برادرم شیخ جلال الدین تبریزیؒ بدروں کے قاضی نجم الدینؒ کی طرف سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ قاضی نجم الدین کیا کر رہے ہیں' لوگوں نے بتایا کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ قاضی نماز پڑھنا جانتے ہیں۔ یہ بات قاضی کے کان میں پہنچ گئی' وہ فوراً شیخ کے پاس آئے اور کہا کہ یہ آپ نے کیا فرمایا؟ ہاں میں نے کہا ہے۔ اس لئے کہ علماء کی نماز دوسری ہے اور فقراء کی نماز دوسری' قاضی نے پوچھا وہ کس طرح؟ شیخ نے جواب دیا کہ جب تک علماء قبلہ رُو نہیں ہوتے نماز نہیں پڑھتے اور اگر قبلہ کا پتہ نہ چلے تو پھر دل جس طرف قبلہ ہونے کی گواہی دے نماز ادا کرتے ہیں لیکن فقراء جب تک عرش کو سامنے نہیں دیکھتے نماز نہیں ادا کرتے ہیں' غرض قاضی واپس ہوگئے اور گھر چلے آئے۔ رات کو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ جلال الدین عرش کے اوپر مصلّی بچھا

کر نماز پڑھ رہے ہیں' خوف سے قاضی کی آنکھ کھل گئی۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت چاہی اور کہا کہ مجھ کو معاف کر دینا چاہیے۔ شیخ نے فرمایا کہ اے نجم الدین جس جلال کو عرش پر نماز پڑھتے تم نے دیکھا وہ درویش جلال تھا۔ یہ کمترین کوئی درویش ہے؟ البتہ درویشی کا مقام اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ اگر اس کا مظاہرہ کیا جائے تو کوئی اپنی جگہ پر نہ رہے اور نور کی زیادتی سے لوگ ہلاک ہو جائیں۔

خضر علیہ السلام سے گفتگو

پھر اسی موقع پر حضرت نے ایک قصہ بیان فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں بغداد کے سفر میں تھا۔ ٹہلتا ہوا دریائے دجلہ کے کنارے پہنچا۔ وہاں بزرگانِ دین میں سے ایک بزرگ کو میں نے دیکھا کہ سطحِ آب پر مصلّی بچھا کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سر بسجود ہو کر دعا مانگنے لگے کہ خداوندا! خضر علیہ السلام گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان کی توبہ قبول کر' یہ کہہ ہی رہے تھے کہ خضر علیہ السلام سامنے آئے اور فرمایا کہ اے بزرگ! میں نے کون سے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔ فرمایئے تا کہ میں اس سے توبہ کرلوں۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ آپ نے جنگل میں ایک درخت لگایا ہے۔ آپ اس کے سائے میں بیٹھ کر آرام کرتے ہیں۔ لیکن کبھی یہ نہیں کہتے کہ میں یہ خدا کے لئے کر رہا ہوں۔ خضر علیہ السلام نے توبہ استغفار کیا۔ اس کے بعد ان بزرگ نے ترکِ دنیا اور درویش کے حق کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بس اسی طرح جیسا میں ہوں اور کر رہا ہوں ہونا چاہیے۔ خضر علیہ السلام نے کہا تم کس طرح ہو اور کیا کر رہے ہو۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ میں ایسا ہوں کہ اگر ساری دنیا مجھ کو دی جائے اور یہ بھی کہا جائے کہ تم سے کوئی حساب کتاب نہیں لیا جائے گا اور یہ بھی کہا جائے کہ اگر نہیں قبول کرو گے تو تم کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر بھی میں دوزخ قبول کروں گا' دنیا نہیں قبول کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے کہا کیوں؟ ان بزرگ نے جواب دیا کہ دنیا مبغوضہ خدائے عزوجل ہے۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے میں اس جگہ پر دوزخ کو قبول کروں گا' اس کو نہیں قبول کروں گا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں ان بزرگ کے اور نزدیک ہو گیا' سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ چلے آؤ۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ پانی کے اندر میں کیسے جاؤں گا۔ میں یہ خیال ہی کر رہا تھا کہ اس میں ایک راستہ بن گیا اور ان بزرگوار کے قریب پہنچ گیا' تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے

میری طرف دیکھا اور فرمایا آج چالیس برس گزر گئے اور اس عرصہ میں مَیں زمین پر نہیں سویا اور جو کچھ مجھ کو مقررہ پہنچتا ہے جب تک میں ان کو خرچ نہیں کر لیتا ہوں، دل کو آرام نہیں ملتا۔ اس لئے کہ درویشی یہ ہے کہ خدا سے جو تم کو ملے خود مصرف میں لاؤ اور دوسروں کا جو حصہ ہے ان کو دو۔ اسی عرصہ میں دو پیالہ ارش اور چار روٹیاں غیب سے آ گئیں۔ ان بزرگ نے ایک پیالہ میرے سامنے رکھا اور دوسرا پیالہ اپنے سامنے رکھا۔ اور ہم دونوں نے کھالیا۔ جب رات ہوئی تو وہ عشاء کی نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ میں ان کے برابر ان کی اقتداء کرتا رہا۔ انہوں نے دو رکعت نماز میں چار مرتبہ ختم قرآن کیا۔ یعنی ہر رکعت میں دو ختم قرآن کیا۔ اس کے بعد سلام پھیرا اور سر بسجود ہو کر ہائے ہائے کر کے رونے لگے، اور فرمایا خداوندا! میں نے کوئی عبادت ایسی نہیں کی ہے جو تیرے شایانِ شان ہو۔ اور میں سمجھوں کہ میں نے کوئی کام کیا۔ اسکے بعد انہوں نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد مجھ کو رخصت کیا۔ میں نے اپنے کو دریا کے کنارے کھڑا دیکھا اور وہ بزرگ نظر سے اوجھل ہو گئے۔ مجھے کچھ نہیں پتہ کہ وہ کہاں گئے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! درویشی دراصل تو یہ تھی جو یہ لوگ رکھتے تھے کہ دنیا کی چیزوں میں سے ذرا بھی سوائے ایک ٹوٹے مٹکے کے ان کے پاس نہیں ہوتا تھا جب رات آتی تو گھڑے میں جو پانی ہوتا اس کو بھی ہٹا دیتے، اور رات دن محاسبہ اور تجرید میں لگے رہتے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک بہت بڑے درویش تھے جو کہتے تھے کہ اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا کرتے رہے تو میں کہوں گا کہ میں تجرید میں تھا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! گزشتہ زمانے میں ایک بزرگ تھے جو بیس سال تک عالم تحیر میں مشغول رہے، چنانچہ کسی سال ان درویش کے پاس کھانا پانی نہ ہوتا اگر صحرا میں ہوتے تو ایک خرما جماعت خانہ کے ایک طاق میں رکھا ہوتا، جب ان پر بھوک غالب ہوتی تو اس خرمے کو اس طاق سے لے لیتے اور پھر اسی جگہ رکھ دیتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح ایک خرما پچاس سال تک رہا اور پھر بھی ختم نہ ہوا اور کچھ اس میں باقی رہ ہی گیا تھا کہ وہ بزرگ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ اور ایک خارش زدہ کتا

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ

العزیز گزر رہے تھے کہ ایک خارش زدہ کتا راستہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ خواجہ نے اپنے پیرہن کا دامن اس سے اٹھالیا۔ وہ خارش زدہ کتا بولا: کہ اے خواجہ کیوں آپ نے اپنا دامن مجھ سے کھینچ لیا۔ صرف تین مرتبہ دھولینے سے میرے اور آپ کے درمیان صلح صفائی ہوسکتی ہے۔ میں ظاہری ناپاکی رکھتا ہوں اگر آپ کا کپڑا مجھ سے چھو جائے گا تو تین مرتبہ دھو دینے سے پاک ہو جائے گا لیکن آپ کی نجاست جو آپ کے باطن میں ہے اس سے بہت زیادہ بری ہے کیونکہ اگر آپ اپنے کو سات دریاؤں سے دھوئیں گے تب بھی آپ پاک نہیں ہوں گے۔ آپ کو یہ فاسد خیال دماغ سے نکال دینا چاہئے' اے خواجہ! آپ اپنے آپ کو سلطان العارفین کہتے ہیں' اور درویشی کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ گیہوں سے بھرا ہوا ایک گھڑا آپ کے گھر میں موجود ہے' البتہ درویشی یہ ہے جو میں رکھتا ہوں اگر آج ایک ہڈی مجھ کو مل جائے تو میں سب ختم کردوں گا' کل کے واسطے کچھ نہیں رکھوں گا اور آپ اپنی درویشی کے دعویٰ کے باوجود گیہوں سے بھرا ہوا گھڑا جمع رکھے ہوئے ہیں تا کہ کل کھائیں' یہ بھی کوئی درویشی ہے؟ جیسے ہی کتے نے یہ کہا خواجہ نے ایک نعرا مارا اور کہا کہ آج میں کتے کی صحبت اور ہمسری کے بھی لائق نہیں ہوں' کیونکہ اس کو مجھ سے شرم آتی ہے' کل قیامت کے دن اہل سلوک اور حضرت ذوالجلال کے رُوبرو میں کیسے ہوسکوں گا۔

حضرت شیخ الاسلام نے جیسے ہی یہ کہا کہ ظہر کی اذان ہوگئی۔ وہ نماز میں مشغول ہوگئے اور ہم لوگ واپس ہوگئے۔

الحمدللہ علی ذالک

نویں فصل

کمبل اور صوف

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے' شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ برہان الدینؒ اور مولانا یحییٰ غریب بھی اسی مجلس میں شریک تھے۔ کمبل اور صوف کے موضوع پر گفتگو ہورہی تھی۔ حضرت کی زبان مبارک سے نکلا کہ کمبل اور اُون کا لباس انبیاء اور اولیائے کرام کے لئے ہے۔ پس اے درویش! یہ لباس اس شخص کو زیب دیتا ہے جس کا ظاہر اور باطن دونوں صاف و شفاف ہوں اس لئے کہ صوفی کہتے ہیں اس شخص کو جس میں دنیا کی آلودگیوں کا ذرا بھی شائبہ نہ ہو' پھر فرمایا کہ اے درویش! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کمبل اور صوف پہننا انبیاء کی سنت ہے۔ اولیائے کرام میں سے جب کسی کو کوئی حاجت اور مہم پیش آتی تو وہ کمبل اور صوف میں ملبوس رہتے اور حضرت بے نیاز کے حضور میں دُعاء مانگنے کے وقت کمبل اور صوف کو وسیلہ بناتے حق تعالیٰ ان کی حاجت پوری کر دیتا اور کمبل اور صوف کی برکت سے ان کا عظیم کام انجام پا جاتا۔

یادگار حضرت ابراہیم علیہ السلام

پھر حضرت نے اسی موقع پر فرمایا کہ اے درویش جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت حاضر تھے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے دوستو! میرا یہ کمبل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی یادگار ہے جو ان سے مجھ کو ملا ہے مجھ کو حکم ہے کہ یہ کمبل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دوں تا کہ وہ میری اُمت کو پہنچا دیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! کمبل پہننے کی ابتدا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

سے ہوئی ہے۔ چنانچہ خرقہ بھی ان ہی سے شروع ہوا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک روز حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہ وسلم بارگاہ ایزدی میں سر بہ سجود ہو کر دعا مانگ رہے تھے کہ خداوندا! اہل صفہ کو جو کچھ میسر تھا وہ سب مجھے حاصل ہے صرف ایک کمبل کی کمی ہے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کالا کمبل لائے اور فرمایا کہ اے ابراہیم! حکم ہوا ہے کہ یہ مخصوص کمبل ہم نے تمہارے لئے بہشت میں تیار کیا تھا۔ اس کو لو اور پہنو اور اپنے فرزندوں کے مصرف کے لئے چھوڑ و۔ یہاں تک کہ تمہارے فرزندوں میں نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں اور وہ اس کے وارث ہوں۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! پس اس سے مجھ کو یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کمبل کی اصل بہشت سے ہے جہاں سے یہ ابراہیم علیہ السلام کو ملا اور ان سے ہم لوگوں کو ملا۔ پس صوفی درویش وہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء کا لباس پہنے تو اس کا حق بھی ادا کرے تا کہ کل قیامت کے روز اس کو شرمسار نہ ہونا پڑے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جب خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی اور ان کے پیر سے کمبل اور صوف ان کو عطا ہوا تو انہوں نے اس کو کاندھے پر رکھا اور اس کے بعد چالیس سال تک ان کے لب مبارک پر ہنسی نہیں آئی۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اے حضرت! تقریباً چالیس سال گزر گئے' آپ کے لب مبارک پر ہم نے کبھی ہنسی نہیں دیکھی' ماجرا کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے عزیز! جب سے کہ میرے پیر نے یہ کمبل اور صوف میرے جسم پر ڈالا ہے میں سخت متحیر اور بے حواس ہوں کیونکہ میرے پیر نے تو اپنا کام کر دیا اب مجھ کو اسی کمبل اور صوف کا حق بجالانا ہے اور میرے پیر نے کمبل اور صوف پہن کر جو کچھ کام انجام دیا اگر میں نہ کر سکا تو کل قیامت کے دن اس کمبل اور صوف کو کالا سانپ بنا کر میری گردن میں لپیٹ دیا جائے گا۔ پس اے درویش! کمبل اور صوف پہننے کے بعد کس طرح ہنسی آ سکتی ہے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جب درویش صوف پہن لے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ گوشہ گیر ہو جائے' دنیا والوں کی صحبت سے پرہیز کرے اور دولت مندوں کی صحبت چھوڑ دے۔ پھر وہ البتہ درویش ہے اور کمبل اور صوف پہن کر امراء اور بادشاہوں کے درمیان جائے اور دولت مندوں کی صحبت میں بیٹھے اور انبیاء اور اولیاء کے لباس کو کوچہ دبازار میں

گھسیٹتا پھرے تو پھر اس سے وہ لباس لے لینا چاہئے اور اس کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں دینا چاہئے کیونکہ وہ ایسا مقدس لباس پہننے کے لائق نہیں ہے۔

کمبل اور صوف کے تصرفات

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے گروہ کے بعض مشائخ پر جب پریشانی کا وقت آتا یا ان کو کوئی حاجت پیش آتی تو وہ کمبل اور صوف کو درگاہ بے نیاز میں شفیع بناتے اور اس کی برکت سے ان کی مہم سر ہو جاتی اور ان کی حاجت پوری ہو جاتی۔

پھر اسی موقع پر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب موسیٰ علیہ السلام کو کمبل پہننے کی خواہش ہوئی تو انہوں نے خدا سے التجا کی حکم ہوا کہ اے موسیٰ میرے عاشقوں کا لباس بغیر شکرانہ کے پہننا چاہتے ہو۔ پہلے شکرانہ ادا کر لو تب کمبل اور صوف پہنو۔ جیسے ہی یہ فرمان پیغمبر علیہ السلام کو ملا وہ فوراً اٹھے اور گھر آ کر جو کچھ مال اور سامان وہ رکھتے تھے سب کو راہِ خدا میں خرچ کر دیا یہاں تک کہ اپنے بدن کا کپڑا بھی فقیروں کو خیرات کر دیا۔ جب ان کے پاس کچھ نہیں رہا اور تن تنہا اپنے دوست کے سامنے حاضر ہوئے تو حکم ہوا کہ اے موسیٰ جب دنیا کی آلائش اور گندگیوں سے کچھ بھی تم نے اپنے پاس نہیں چھوڑا تو اب تمہیں کمبل پہننے کا حق ہے۔ کمبل پہنو۔ غرض موسیٰ علیہ السلام نے جب کمبل پہنا تو دس برس تک گوشہ نشین ہو گئے اور باہر نہیں آئے اور سرکش فرعون کے وقت تک ذکر و فکر اور عبادت میں مشغول رہے۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ دو مصرعے پڑھے:۔

شکرانہ دہند عاشقان جان جہاں
تا صوف و گلیم عشق راہ خویش کنند

جان جہان کے عشاق شکرانہ ادا کرتے ہیں، تا کہ عشق کے کمبل اور صوف کو اپنے لیے مخصوص کریں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے مَیں نے سنا ہے کہ کل روز محشر میں جب کمبل پوشوں کو پیش کیا جائے گا تو ان میں سے ہر ایک میدانِ حشر میں کمبل کاندھے پر لیے مستانہ وار نکلیں گے اور ان

کے کمبل میں سو ہزار تار لٹک رہے ہوں گے اس کے بعد ان کے مریدان اور فرزندان آئیں گے جو ان کے کمبل کے لٹکتے ہوئے تار کو مضبوطی سے پکڑ لیں گے اور حق تعالیٰ اُس روز اُن کمبل پوشوں کو ایسی قوت عطا فرمائے گا کہ وہ اپنے کمبل کو ان لوگوں کے ساتھ لیے ہوئے پل صراط اور دوزخ سے گزر جائیں گے اور پھر اپنی جگہ پر واپس آ کر کھڑے ہو جائیں گے اور آواز لگائیں گے کہ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے مجھ سے رُوگردانی نہیں کی ہے بلکہ عزت اور احترام کے ساتھ میری خدمت کی ہے آ جائیں اور اس کمبل کے تار کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور پل صراط سے گزر کر اللہ کے حکم سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہشت میں چلے جائیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! یہ کام ان لوگوں کا ہے جنہوں نے کمبل اور صوف کو پہنا اور اس کا حق بھی بجا لائے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! صوفیوں کے دل کی اصلاح اس وقت شروع ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے دل کو دُنیا کی آلودگیوں سے پاک کر لیتے ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے وی الفل والحقد والحسد والحرص والکبر والبغض والغضب والریا۔ یعنی جب تک صوفی صافی اپنے دل کو ان تمام آلائشوں سے پاک صاف نہ کرے اس کو کمبل اور صوف پہننا جائز نہیں ہے' کیونکہ مذہب صوفیاء میں ایسا ہی آیا ہے۔

فقر اور تصوف کے مقامات

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! مذہب تصوف میں خواجہ سلطان ابراہیم خواص نے سلوک کے بارے میں لکھا ہے ومن حسد وحقد فی مذھب الفقراء والتصوف ان یاخذ المحققین من المتقدمین علامة العسر طواف النحل ولا یوثر ولا توثر علی الفقر لان الفقیر من لیس له شی۔ اے درویش! فقر اور تصوف کے بہت سے مقامات ہیں لیکن ان مقامات کو برباد کرنے والا دل کا کھونٹ اور کدورت ہے اور غل وغش اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ صوفیاء دنیاوی مرتبہ اور درجہ کی بلندی کی طرف دل کو لگاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! جب صوفیاء کمبل کو لوگوں کی مہربانی اور اقتدار حاصل کرنے کا سبب بنائیں تو مذہب تصوف میں وہ چاپلوس' کذاب اور جھوٹے کہے جائیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کے زمانے میں مَیں

نے دیکھا ہے کہ تمام مذہب میں صوفیاء کے لئے دنیا والوں سے ملنا جلنا اور بادشاہوں کے یہاں آنا جانا حرام ہے۔

صوفیاء کی کمبل پوشی

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حدیث شریف میں آیا ہے بمذھب اھل تصوف اذااصبح و ای لیس فی قلبه غل و غش لاصد. وقال الله تعالی ونزعنا مافی صدورھم من غل اخوانا۔ یعنی صوفیاء کے لئے ایسا کمبل چاہئے جو ان کو دنیا اور اس کے تمام گناہوں سے بچالے اور یہ بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوگی جب تک وہ دُنیا والوں کی صحبت ترک نہ کرے گا اور گلیم پوش صوفیاء کی صحبت اور ارادت نہیں اختیار کرے گا۔

پھر فرمایا کہ درویش بھی عزت والوں میں سے ہے اگر وہ اپنا مرتبہ سمجھے۔ اس واسطے کہ اس کی تعریف کلام اللہ میں لکھی ہوئی ہے۔ قال الله تعالی ولقد کرمنا بنی آدم.

یعنی ہم نے عزت بخشی بنی آدم کو۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت صوفیاء کے بارے میں ہے ان کی بزرگی کو ظاہر کرنے کے لئے یعنی صوفیاء تمام موجودات عالم پر بڑائی رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے عالم علوی میں مذہب تصوف کو قبول فرمایا تھا۔

کمبل پوشوں کا امراء سے اجتناب

پھر فرمایا کہ اے درویش! جو کہ حرام اور مشتبہ لقمے سے پرہیز نہیں کرتا ہے اور امراء اور بادشاہوں کے دربار سے دُور نہیں رہتا ہے اس کو صوف اور کمبل پہننے کی اجازت نہیں ہے' اور صوف اور کمبل کو مرتبہ سوائے موسیٰ علیہ السلام' ابراہیم خلیل اللہ اور آدم صفی اللہ علیہم السلام اور مشائخ طبقات اور اہل علم کے کسی نے نہیں دیا۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! صوفیاء کے مذہب میں جو کہ کمبل اور صوف پشمین پہنتا ہے اس کو لقمہ تر اور مرغن کھانا اور اہل دنیا اور بادشاہوں کے ساتھ ملنا نہیں چاہئے اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو انبیاء اور اہل سلوک کے لباس میں خیانت کرتا ہے اور ان کا حق ادا نہیں کرتا ہے' اور لباس کے سلسلے میں کمبل اور صوف کے رنگ میں بھی اختلاف ہے' بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ لال اور سبز رنگ نہیں پہنے کیونکہ یہ شیطان کا لباس ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ اور بعض مشائخ نے کمبل' پائجامہ' پیراہن اور مندیل بتایا ہے لیکن اختلاف پائجامہ کے بارے میں ہے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے پہنا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جو شخص کہ اس لباس کو ذلیل نہیں کرتا ہے اور اس لباس کو پہن کر دُنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ کی ہوس نہیں کرتا ہے اور حریصوں کا طریقہ اختیار نہیں کرتا ہے۔ وہ صحیح راستہ پر ہے اس لیے کہ یہ لباس درویشوں' صابروں اور متوکلوں کا لباس ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں دمشق گیا ہوا تھا' وہاں ایک بزرگ تھے ان کی خانقاہ کا مجھ کو پتہ چلا لوگ کہتے تھے کہ ولایت ان کو شیخ شہاب الدینؒ سے ملی تھی اور بعض کہتے تھے کہ ان کو خواجہ حکیم ترمذیؒ سے نسبت تھی۔ جب میں خانقاہ کے اندر گیا تو سلام کیا۔ انہوں نے بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ میں بیٹھ گیا۔ کئی اور صوفیاء ان کی خدمت میں موجود تھے اور کمبل' صوف اور اہل تصوف کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی' اور ان کے لباس اور دُنیا والوں سے ملنے جلنے کے متعلق بھی بات ہو رہی تھی۔ یکا یک ایک آنے والے نے آ کر ادب سے عرض کیا کہ فلاں شخص جو حضور کے مریدوں میں سے ایک ہے دُنیا والوں سے بہت زیادہ ربط ضبط بڑھائے ہوئے ہے۔ ان بزرگ نے جب یہ سنا فوراً فرمایا کہ اس کو میرے سامنے حاضر کرو' جب اس مرید کو لوگ بلا کر لائے تو ان بزرگ نے فرمایا کہ کمبل اور صوف کا لباس اس سے لے لیا جائے اور جلا دیا جائے' لوگوں نے لے کر جلا دیا' ان بزرگ نے سرخ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس کو نکال دو کیونکہ یہ ابھی تک صوف پہننے کے لائق نہیں ہوا ہے۔

کمبل پوشی کا احترام

پھر فرمایا کہ اے درویش! یہ لباس انبیاء کا لباس ہے۔ جو آدمی کہ اس میں خیانت کرے گا کل قیامت کے دن وہی لباس اس کی گردن میں لپیٹ کر میدان حشر میں فرشتے پھرائیں گے اور آواز لگائیں گے کہ یہ ان لوگوں کی جماعت ہے جنہوں نے کمبل اور صوف پہنا لیکن اس کا حق ادا نہیں کیا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! راہِ طریقت اور مذہب تصوف میں بنیادی چیز یہ ہے کہ انسان ہمہ وقت خاموش رہے اور عالم تحیر میں مستغرق رہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! رسوم اور علوم کچھ نہیں ہیں۔ صرف اخلاق ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ تعالیٰ یعنی تم اخلاق کے لئے پیدا کیے گئے ہو۔ رسوم اور علوم کے لئے نہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! صوفیاء دنیا اور دنیا کی چیزوں کے دشمن ہیں اور اپنے مولا کے دوست ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اہلِ تصوف حق میں ایسا ڈوب جاتے ہیں کہ ان کو کسی مخلوق کی خبر نہیں رہتی، اور بات چیت ان کے درمیان سے ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ حق تعالیٰ کے حضور میں مشغول رہتے ہیں اور تا زندگی حق تعالیٰ کے دوست رہتے ہیں۔

صوفی اور تصوّف

پھر حضرت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! تصوف یہ ہے کہ تمہاری ملکیت میں کچھ باقی نہ رہے اور تم کہیں موجود نہ ہو، پھر فرمایا کہ تم کو صوف اور کمبل پہننے کی اجازت ہے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! تصوف صاف دلی کے ساتھ مولے کی دوستی کا نام ہے اور صوفیاء دنیا اور آخرت میں سوائے محبت مولے کے اور کسی چیز پر فخر نہیں کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ محبت اور تصوف میں کمال کیا ہے۔ جواب دیا کہ جب اہل تصوف کو روزانہ عرش پر نماز پڑھتے دیکھیں اور اس جگہ پر وہ پانچوں وقت حاضر ہوں تو یہ اہل تصوف کا کمال سمجھا جائے گا۔

صفائی قلب

پھر فرمایا کہ اے درویش! صوفی وہ ہے جس کا دل اتنا صاف ہو کہ کوئی چیز اس کے صفائی قلب کے سامنے چھپی ہوئی نہیں ہے پھر فرمایا کہ اہل تصوف کے ستر مقامات ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اس دُنیا سے بالکل نابلد ہے۔

پھر اسی موقع پر عشق حقیقی کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ انسان میں عشق کی تحریک معشوق کے مشاہدہ سے ہے، جب انسان مجاہدہ میں مبالغہ کرتا ہے تو اس پر منکشف ہو جاتا ہے اور جس کا مشاہدہ ظاہر ہو گیا اور عاشق معشوق کے دیدار سے مشرف ہو گیا تو عشق میں زیادتی ہو جائے گی اور آتش شوق بھڑک اٹھے گی اور یہ رفتہ رفتہ تیز تر ہوتی جائے گی۔ پردے درمیان سے ہٹ جائیں گے اور پھر ایک خاص مقام آجائے گا اور اس مقام پر پہنچنے کے بعد عاشق کو قرار آجائے گا

اور اس کے بعد وہ عالم تحیر میں ڈوب جائے گا۔ شیخ الاسلام اس فوائد کو تمام کر کے رونے لگے اور فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشیؒ سے یہ رباعی میں نے سنی تھی جس کو وہ ہزاروں بار زبان مبارک سے عالم حیرت اور حالت میں پڑھتے تھے: رباعی

اصل ہمہ عاشق را دیدار آید
چوں دیدہ بدید آنکہ درکار آید
دردام بلانہ مرغ بسیار آید
پروانہ بہ طمع نور درنار آید

تمام عاشق کی اصل دیدار ہے' جب وہ دیکھ لیتا ہے تو حرکت میں آجاتا ہے چڑیا مصیبت کے پھندے میں کم آتی ہے' پروانہ روشنی کے لالچ میں آگ میں جل مرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر عاشق ہر روز ہزار بار تجلی انوار اور اسرار عشق کو ملاحظہ کرے اور دیکھے تو وہ ہرگز سیر نہیں ہو بلکہ ھل من مزید کا نعرہ لگائے اور یہ فریاد اس کی اس وقت تک کم نہ ہوگی جب تک مشاہدہ کے تمام مرادات یعنی دیدار کی تمام آرزوئیں اس کے دامن میں نہ ڈال دی جائیں۔ پس اے درویش یہ ان لوگوں کا کام ہے جو کہ تمام ساعت مشاہدہ دوست کے طلب گار ہیں اور مشاہدہ سے کسی وقت بھی خالی نہیں رہتے۔

پھر اسی موقع پر فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ سے میں نے یہ مثنوی سنی تھی اور اسے سن کر شب و روز اس میں مستغرق رہا۔ اس مثنوی کا ایک شعر یہ ہے:۔

زآنجا کہ جمال دوست از دلبر ماست
مادر خورادیم نہ او درخو ماست

چونکہ دوست کا جمال میرے محبوب جیسا ہے' ہم اس کے لائق ہیں اور وہ میرے لائق ہے۔

جلوۂ محبوب

پھر فرمایا کہ اے درویش! جو شخص کہ عاشق و معشوق ہے اس کی نظر کے سامنے جو کچھ بھی آتا ہے اس میں اپنے محبوب کا جلوہ ہی نظر آتا ہے اور یہ بات غایت شوق کی وجہ ہوتی ہے چنانچہ ایک مرتبہ مجنون نے کھانا نہیں کھایا تھا بھوکا تھا۔ ایک ہرن اس کے دام میں آیا۔ اس کو بھی اس نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اس کی آنکھیں لیلےٰ کی جیسی ہیں اس کو تکلیف کیسے پہنچاؤں۔

عاشق کامل کا مشاہدہ

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جو شخص کہ حق تعالیٰ کا عشق کامل ہوتا ہے دیدار کے ابتدائی مرحلہ میں اس پر بے خودی طاری ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ مستغرق رہے گا تو مشاہدہ کے وقت ضرور ہی بے ہوش ہو جائے گا۔ جیسا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ غلبۂ عشق کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجنون کے قبیلہ کے لوگ جمع ہو کر لیلیٰ کے گھر والوں کے پاس گئے اور کہا کہ ایک آدمی عشق میں مر جائے گا اس میں کیا نقصان ہے اگر تم لوگ اسے اجازت دے دو کہ وہ ایک مرتبہ لیلیٰ کا رُخِ زیبا دیکھ لے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کو اس بارے میں کوئی انکار نہیں ہے لیکن مجنون کو خود اس کی تاب و طاقت نہیں کہ مشاہدہ کر سکے۔ قبیلہ والوں نے مجنون کو بلایا اور حرم گاہ لیلیٰ کی طرف لے چلے۔ پردہ پڑا ہوا تھا۔ ابھی لیلیٰ کا سایہ ظاہر بھی نہیں ہوا تھا کہ مجنون بے ہوش ہو گیا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہم نہیں کہتے تھے کہ مجنون طاقتِ دیدار نہیں رکھتا۔ اتنا کہنے کے بعد غایت محبت میں حضرت شیخ الاسلام نے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ شعر ان کی زبان پر تھا:۔

گرمی ندہد ہجر تو وصلت یارم
با خاک سر کوئے تو کارے دارم

اے میرے محبوب اگر تو مجھے ہجر کے بدلے وصل سے شادکام نہیں کرتا' تو تیری گلی کی دھول ہی میرا سرمایۂ حیات ہے۔

پھر اسی موقع پر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ برادرم مولانا بہاء الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز عالمِ عشق وشوق میں مستغرق تھے' ہر باران پر عشق میں حالت اور حیرت کی کیفیت طاری ہو رہی تھی اور زار و زار رو رہے تھے اور یہ دو شعر پڑھتے تھے اور بے ہوش ہو جاتے تھے۔ سات شبانہ یوم تک وہ ان دو اشعار میں ایسے مستغرق رہے کہ دنیا جہان کی ان کو کوئی خبر نہ ہوئی وہ دو اشعار یہ ہیں۔

با درد بساز چوں دوائے تو منم
در کس منگر چو آشنائے تو منم

گر برسر کوئے عشق من کشتہ شوی
شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

درد پیدا کرو کہ تمہاری دوا میرے پاس ہے' جب ہم سے آشنائی کرلی تو کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔

اگر میرے عشق کی گلی میں تم قتل کئے جاؤ' تو شکر ادا کرو کہ تمہارا خون بہا میں موجود ہوں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! تم کیا جانو کہ جو لوگ مستغرق رہتے ہیں ان پر کیسے انوار نازل ہوتے ہیں اور جنہوں نے اس شعر سے دردِ دل کا مزا پایا ہے اور اس کے ذریعہ عاشق و معشوق کے درمیان معاملات طے ہوئے ہیں اس کی لذت تو بس عاشق جانے یا معشوق دوسرا کون سمجھ سکتا ہے۔

دنیا سے اہلِ تصوف کی کنارہ کشی

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں نے اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ تھے جنہوں نے چالیس سال تک لوگوں سے علیحدگی اور گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی اور لوگ ان کو بہت کم دیکھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ حضور پر کم نظر پڑتی ہے انہوں نے جواب دیا کہ اے عزیزان! جب اہل تصوف لوگوں سے علیحدہ ہوتے تو وہ خالق سے قریب ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں بھی چالیس سال سے لوگوں سے علیحدگی اختیار کئے ہوئے ہوں اور دنیا کی نعمتوں سے ان چالیس برسوں میں ذرا سا بھی لطف اندوز نہیں ہوا ہوں۔

جیسے ہی شیخ الاسلام نے یہ جملہ ختم کیا اذان کی آواز آئی وہ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ واپس ہوگئے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

دسویں فصل

محبت

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ محبت کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ شیخ برہان الدین شیخ جمال الدین ہانسوی اور شیخ بدرالدین غزنوی اور دوسرے عزیزان بھی مجلس میں موجود تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! محبت کے سات مقامات ہیں اور اس میں سے پہلا مقام یہ ہے کہ جب کسی شخص پر دوست کی طرف سے کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ اس پر صابر رہے۔

حق تعالیٰ کی محبت

پھر فرمایا کہ اے درویش! ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے میں نے کتاب محبت میں لکھا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت ایک بادشاہی ہے جو صرف انہیں قلوب کو بخشی جاتی ہے جو اس لئے موزوں ہوتے ہیں۔ ایک یہ قضائے قدرت ہے کہ محبت صرف عقل مندوں کے یہاں ٹھکانہ بناتی ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ محبت ایک ایسی بساط ہے جس پر صرف وہی لوگ قدم رکھ سکتے ہیں جو کہ ہیزدہ ہزار عالم سے گزرنے پر سوائے محبت دوست کے اور کسی چیز کو حائل نہیں دیکھیں اور سب سے بیگانہ رہیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حدیث شریف میں آیا ہے کہ تمام اعضاء کی سرشت ہوئی ہے اور عاشقوں کی سرشت عشق و محبت سے ہوئی ہے۔ جو لوگ کہ شروع سے آخر تک رب ارنی انظر الیک کا نعرہ مارتے ہیں ان کا عشق و محبت ہیچ ہے پس اے درویش! جس آنکھ میں عشق کا سرمہ لگ گیا اس کے سامنے سے عرش سے فرش تک کے سارے پردے اٹھ جائیں گے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حق تعالیٰ کی محبت وہ تھی جو حضرت ابراہیم علیہ

السلام سے ظاہر ہوئی کہ انہوں نے حق تعالیٰ کی دوستی کے لئے لڑکے کو قربان کر دیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ وہ محبت میں ثابت قدم اور سچے نکلے تو اس نے حکم دیا کہ اپنے لڑکے کو قربان مت کرو میں نے بدلہ میں بہشت سے قربانی کے لئے جانور بھیجا ہے اس کو قربان کرو۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا امتحان

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب حضرت ابراہیم خلیل صلوات اللہ علیہ نے حق تعالیٰ کی دوستی کا دعویٰ کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ خداوندہ! اگر مجھ کو حکم ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تیری محبت کے سلسلے میں آزماؤں یعنی امتحان لوں ۔حکم ہوا کہ اچھا تو ہے جاؤ اور آزماؤ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نیچے آ کر ایک پہاڑ پر کھڑے ہو گئے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس وقت کعبہ کی عمارت میں تھے۔جبریل علیہ السلام نے اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر یا اللہ کا نعرہ مارا۔ابراہیم علیہ السلام نے جیسے ہی اللہ کی آواز سنی فوراً خانہ کعبہ سے نکل آئے اور کہا اے حضرت ایک مرتبہ اور اللہ کا نام لے کر پکاریئے'جبریل علیہ السلام نے کہا پہلے شکرانہ تو ادا کر لیجئے۔جب حضرت شیخ الاسلام اس جگہ پر پہنچے تو آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور یہ مثنوی زبان مبارک سے پڑھی:۔

شکرانہ دہم ہر آنچہ در ملک من است
بہر خدا بگوی اللہ تو باز
جان نیز دہم و آنچہ در قلب نیست
مک مار اگر لگدے اللہ تو ماز

جو کچھ میرے پاس ہے سب تمہارے شکرانہ میں نچھاور کر دوں' صرف خدا کے واسطے ایک مرتبہ اور اللہ کہہ دو۔

جان بھی نثار کر دوں اور جو کچھ دل میں ہے وہ بھی دے دوں' اگر تم صرف ایک مرتبہ اور اللہ کہہ دو۔

غرض ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہزاروں اونٹ جو میں رکھتا ہوں وہ سب اللہ کی رضا اور دوستی کے لیے میں نے تصدق کیے آپ پھر اللہ کا نام لیجیے۔جبریل علیہ السلام نے یا اللہ کا نعرہ لگایا۔چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس مال اور سامان جو کچھ تھا سب انہوں نے وعدہ کے

مطابق دے دیا۔ جبریل علیہ السلام نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اب کیا کہتے ہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بار اور یا اللہ کہہ دیجیے کہ جان بھی فدا کردوں۔ جبریل علیہ السلام نے پھر یا اللہ کا نعرہ لگایا ابراہیم علیہ السلام نے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ اب جبریل علیہ السلام کو ابراہیم خلیل اللہ کی سچائی کا اندازہ ہوگیا۔ جب انہیں ہوش آیا تو جبریل علیہ السلام نے کہا حق تعالیٰ کی محبت میں آپ کو صادق کہلانا زیب دیتا ہے پھر وہ اپنے مقام پر واپس ہوگئے اور سر بہ سجود ہوکر کہا کہ خداوندا! تیری محبت میں ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ویسا ہی پایا جیسا کہ کہا جاتا تھا۔

یادِ الٰہی

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حق کی محبت میں سچا وہ شخص ہے جو کہ تمام وقت دوست کی یاد اور ذکر میں مشغول رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی حق تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ رہے۔ اہل سلوک کہتے ہیں کہ جو آدمی خدا کو دوست رکھتا ہے وہ اس کا ذکر بہت کرتا ہے اور ذرا دیر کے لیے بھی اس کی یاد سے خالی نہیں رہتا ہے چنانچہ حجۃ العارفین میں آیا ہے: من احب شیئا اکثر ذکرہ (معنی: جو کسی چیز کو پسند کرتا ہے اس کا ذکر بار بار کرتا ہے)

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ حسن بصریؒ حضرت رابعہ[1] بصریؒ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور حق تعالیٰ کی محبت پر بات ہو رہی تھی، خواجہ حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ جب تک بات ہوتی رہی نہ میرے دل میں یہ خیال ہوا کہ میں مرد ہوں اور نہ ان کے دل میں یہ بات گزری کہ وہ عورت ہیں اور پھر قسم کھا کر فرمایا کہ جب میں رابعہ کے پاس سے اٹھا تو اپنے کو مفلس پایا اور ان کو مخلص۔

محبت کی آگ

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! تمام دنیا اور جو کچھ اس میں ہے طالبان حق کو حلال اور بے حساب دیا جاتا ہے لیکن وہ سب ان لوگوں کو ایسا ہی ذلیل اور خراب معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آدمی کو مردار معلوم ہوتا ہے پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ ایک بزرگ سے بغداد میں

---

[1] ایک مشہور عالمہ فاضلہ، زاہدہ اور ولیہ کامل جو اپنے والدین کی چوتھی لڑکی اور بصرہ کی رہنے والی تھیں، ان کا زمانہ دوسری صدی ہجری کا زمانہ ہے (مترجم)

ملاقات ہوئی کئی روز میں ان کی صحبت میں رہا۔ وہ بزرگ بار بار سر بہ سجود ہو کر یہ دعا مانگتے تھے کہ خداوندا!! اگر کل قیامت کے دن تو نے مجھ کو دوزخ میں بھیجا تو تیری محبت کا ایک راز مجھ سے فاش ہو جائے گا اور وہ اس طرح کہ دوزخ مجھ سے ہزاروں سال دور بھاگے گی۔ کیونکہ محبت کی آگ کے سامنے کوئی آگ ٹھہر ہی کب سکتی ہے اور اگر کوشش بھی کرے گی تو ٹھنڈی ہو جائے گی۔

حضرت رابعہ بصریؒ کی دُعاء

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ رابعہ بصری رحمہا اللہ عالم شوق اور اشتیاق میں تھیں بار بار سجدہ کرتی تھیں اور پھر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ ایسا وہ مسلسل کرتی رہیں آخر میں انہوں نے فرمایا کہ خداوندا!! اگر تیری پرستش میں نے دوزخ کی ڈر سے کی ہے تو مجھے دوزخ ہی میں جلائیو اور اگر بہشت کی امید میں تیری عبادت کی ہے تو مجھے دوزخ ہی کا ایندھن بنا دینا اور بہشت مجھ پر حرام کر دینا اور اگر صرف تیرے واسطے میں نے تیری پرستش کی ہے تو پھر اپنے جمال سے مجھ کو محروم نہ کرنا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! اس کی مملکت میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے چاہنے والوں کو سب کچھ سجا کر دیتا ہے اور ان کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن یہ عشاق اپنے گوشۂ چشم سے ان چیزوں کو دیکھ کر ٹھکرا دیتے ہیں۔ ان کی مانگ صرف دیدارِ حق کی ہوتی ہے اور وہ اسی کے طلبگار ہوتے ہیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عالم شوق میں ہوتے تو تین تین چار چار شبانہ یوم کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہتے رہتے یوم تبدل الارض یعنی جس روز کہ زمین لپیٹی جائے گی اور دوسری زمین پیدا کی جائے گی۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم قدس اللہ سرہ العزیز سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی جو آپ نے ملک بلخ جو چھوڑ دیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک روز میں بیٹھا ہوا تھا کہ محبت کا آئینہ میرے سامنے رکھ دیا گیا۔ میں نے جو اس طرف نظر کی تو اپنی منزل کو دیکھا اور وہ منزل قبر تھی جہاں نہ کوئی مددگار تھا نہ غمگسار۔ سفر بھی بڑا طویل تھا اور زادِ راہ بھی کچھ ساتھ نہیں۔ پھر اس مقام کا حاکم اعلیٰ جو تھا وہ بڑا انصاف والا جس کے سامنے میری حجت اور دلیل سب بے کار تھی۔

یہ سب دیکھ کر میرا دل سلطنت سے اُچاٹ اور متنفر ہو گیا اور میں نے اپنا ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں سکونت اختیار کر لی۔

حق تعالیٰ کی محبت

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حق تعالی کی محبت ایک بادشاہ کی طرح ہے کہ جب وہ عاشق کے دل پر قابض ہو جاتا ہے تو پھر اس میں کسی دوسرے کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ ایک مرتبہ غزنین میں میری ملاقات ایک درویش سے ہوئی۔ وہ درویش محبت والے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ محبت کی انتہا ہوتی ہے یا نہیں جیسے ہی میں نے ان سے یہ سوال کیا وہ زور سے بولے' اے نادان حق تعالی کی محبت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! محبت کی آگ خدا کی تلوار ہے کہ جس پر پڑی اسے ٹکڑے کیے بغیر نہ چھوڑے گی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان سے سنا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت انسان کے تمام اعضاء میں سرشت کی گئی ہے اور ہر انسان کو اللہ نے اپنی محبت کے خمیر سے گوندھا ہے چنانچہ آنکھ ہے تو وہ دوست کی محبت میں مستغرق اور لبالب ہے۔ کان ہے تو دوست کی بات' سننے کی محبت میں مشغول ہے۔ ہاتھ اور پیر ہیں تو سب کے سب اس کی محبت میں سرشار ہیں۔ پس اے درویش! انسانی عضو کا ذرا سا حصہ بھی حق تعالی کی محبت سے خالی نہیں ہے۔

عاشقان حق کا دل

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ عاشقان حق کا دل چراغ کی طرح انوار کے قندیل میں آویزاں ہے اور اس کی روشنی سے تمام کائنات روشن ہے۔ پھر ان کو اندھیرے کا کیا ڈر۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اپنے کو بھلا دینا حق تعالی کو یاد کرنا ہے اور جس دل میں کہ اس کی یاد ہے وہ دل کبھی نہیں مرے گا اور جس میں کہ اس کی یاد نہیں ہے اس کو فنا ہو جانا ہے اور کسی نعمت کا اس پر اثر نہیں ہو گا۔

پھر فرمایا کہ :۔

اے درویش! کتاب محبت میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ گرسنگی ایک بادل کی مانند ہے' جس سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ بایزید قدس اللہ سرہ العزیز سے لوگوں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ کی محبت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ محبت وہ ہے کہ دین و دنیا اور اس کی چیزوں میں سوائے دوست کے کسی اور چیز سے دل نہیں لگایا جائے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! حق کی محبت مملکت عشق میں دار کے شوق کی مانند ہے اور اس دار پر تختہ رکھا ہوا ہے' سامنے فراق کی تلوار اور ہجر کی تیغ کھنچی ہوئی ہے اور نرگس وصال کی شاخ قضا کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے اور ایک سانس میں ہزاروں سر کٹ کر گر رہے ہیں۔ پس جو شخص حق تعالیٰ کا عاشق ہے اگر اس کے سر کو ایک لمحہ میں ہزار بار بھی کاٹیں گے تو پھر دوسرا سر اس کے جسم پر پیدا ہو جائے گا اسی طرح اگر ہزار بار بھی کاٹیں گے تو بھی وہی سلسلہ جاری رہے گا۔ پھر حضرت نے یہ رباعی پڑھی:۔

رباعی

در یاد تو ہر روز چناں مدہوشے
صد تیغ اگر تیغ زنندز آں نخروشم
آہی کہ زیاد تو زنم وقتِ سحر
گر ہر دو جہان دہند آن لفروشم

تیری یاد میں میں ہر روز ایسا مدہوش ہوں' کہ اگر سینکڑوں تلواریں بھی مجھ پر پڑیں تو میں نہ چلاؤں۔

جو آہ کہ صبح کے وقت تیری یاد میں میں کھینچتا ہوں' اگر اس کے بدلے میں دونوں جہان بھی مجھ کو دیے جائیں تو میں نہ بیچوں۔

ایک عاشقِ حق عالم نزع میں

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ ایک عاشق حق پر نزع کا عالم طاری ہوا۔ وہ آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا اس کے احباب جو اس کے سرہانے تھے کان لگا کر سننے لگے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہ عاشق خدا کہہ رہا تھا کہ اے میرے محبوب! جب تک زندہ رہا تیرے نام کی یاد

میں زندہ رہا اور آج جب اس دنیا سے جا رہا ہوں تو تیرے ہی نام کی یاد لیے جا رہا ہوں اور جب قیامت کے دن اٹھوں گا تو تیرے ہی نام میں مستغرق اٹھوں گا اور اتنا کہنے کے بعد اس نے اللہ کا نام زور سے لیا' اور واصل بحق ہو گیا۔ جب شیخ الاسلام اس جملے پر پہنچے تو آنکھیں پرنم ہو گئیں' اور فرمایا کہ عاشقوں نے اسی طرح جان دی ہے اور پھر یہ دو اشعار پڑھے:۔

آیم بسر کوئے تو پویاں پویاں
تاجاں ندہم نام تو گویاں گویاں
رخسارہ زآب دیدہ شویاں شویاں
ہنجار وصال یار جویاں جویاں'

میں تیری گلی میں دوڑا دوڑا آؤں' اور جب تک
جان نہ جائے تیرا ہی نام ورد زبان رہے۔
آنسوؤں سے گال دُھلاتے رہیں' اور وصال
یار کے راستے ڈھونڈتا ہی رہوں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! دہلی میں ایک درویش سے میری ملاقات ہوئی' جو بہت بزرگ' صاحبِ دولت اور عشق حق میں سرشار تھے۔ حوض شمسی کے اوپر مجلس سماع میں ہم لوگ ایک ساتھ تھے۔ یہ دو شعر میں نے ان سے سنے اور جو وقت کہ اس روز مجلس سماع میں مجھ پر گزرا پھر اس کا تجربہ مجھے کبھی نہیں ہوا۔

وہ دو اشعار یہ ہیں:۔

عشق بہم جاں را رسوا کرد
داند طلب جمال تو شیدا کرد
دردے کہ زعشق تو بدل پنہاں بود
ازاں جملہ زشوق تو زخم پیدا کرد

تیرے عشق نے مجھ کو رسوا کیا' اور تیرے جمال کی طلب میں مَیں شیدا ہوا۔
تیرے عشق کی وجہ سے جو درد دل میں پیدا ہوا۔ اسی سے تیرے اشتیاق میں زخم پیدا ہوا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی زبان سے میں نے سنا ہے وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں بغداد سے واپس ہو رہا تھا' بخارا کے پاس ایک بزرگ سے میری ملاقات ہوگئی وہ صاحبِ نعمت اور عشق و محبت والے انسان تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا وہ اس وقت ایسے احوال میں تھے جس کو زبان سے ادا نہیں کیا جا سکتا۔ وہ یادِ حق میں مستغرق اور اپنے سے بے خبر تھے۔ الغرض کئی روز میں ان کی خدمت میں رہا' وہ بار بار سجدہ کرتے اور روتے جاتے اور گریہ وزاری کے ساتھ یہ رُباعی پڑھتے اور بے ہوش ہو جاتے اور ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے:۔

''خداوندا! میں نے ایک سجدہ بھی ایسا نہ کیا جو تیرے شایان شان ہوتا۔'' وہ رباعی یہ ہے:۔

رباعی

از خوردن نعمتِ تو دندانم شود
یک سجدہ چناں نشد کہ فرمانم بود
ہم بودے وہم باشی وہم خواہی بود
نے بودم ونے باشم و نے خواہم بود

علم معرفت اور ذوق وشوق

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! زندگی ہے تو علم میں' اور راحت ہے تو معرفت میں' اور شوق ہے تو محبت میں اور ذوق ہے تو ذکر میں۔

پھر فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز اور شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ سلوک کے موضوع پر باتیں ہو رہی تھیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ علم خدا ہے اور معرفت مکر ہے اور محبت مشاہدہ ہے اور مشاہدہ مجاہدہ سے ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ:

جو شخص لذت وشہوت سے اپنے دل کو مردہ کر لیتا ہے اس کو لعنت کے کفن میں لپیٹ کر

ندامت کی زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ:۔

اے درویش! حق تعالیٰ کے چاہنے والے سوائے وصال دوست کے کسی چیز سے خوش نہیں ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ:۔

حق تعالےٰ کے عشاق جب تک لوگوں سے علیحدگی نہیں اختیار کر لیتے اور خلوت نشین نہیں ہو جاتے ان کو حضوری نہیں ہوتی اور وہ اپنے دوستوں کو دشمن، اور بیوی بچوں کو یتیم اور اسیر کی طرح سمجھتے ہیں تب کہیں جا کر ان کو حق کی حضوری حاصل ہوتی ہے، پھر حضرت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھنا شروع کیا:۔

رباعی

گر عاشقی دوستی نہ تنہاش طلب
در خلوت وعشق آئی و پیدائش طلب
گرمی خواہی حضور نعمت ہر روز
آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

اگر تم عاشق ہو تو تنہائی میں اس کو طلب کرو، خلوت میں آؤ اور اس کے طلبگار رہو۔
اگر تم ہر روز حضوری کی نعمت کے خواستگار ہو، جس جگہ کہ کوئی نہ ہو اس جگہ اس کے طلب گار رہو۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ:۔

ایک مرتبہ اہل مجانین (دیوانے) میں سے ایک بزرگ سے راستہ میں میری ملاقات ہو گئی۔ ہم اور وہ دونوں ایک ساتھ مل کر سفر کر رہے تھے۔ ہم لوگ ایک صحرا میں پہنچے جہاں پانی کی بہت کمی تھی اور مجھ کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ پیاسے ہونے کی وجہ سے میں ان بزرگ سے بات نہیں کر رہا تھا چونکہ وہ بزرگ روشن ضمیر تھے، کھڑے ہو کر فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم پیاسے ہو۔ میں نے کہا، جی ہاں صحیح ہے، انہوں نے فوراً پائے مبارک زمین پر مارا۔ وہاں پر چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر انہوں نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا: جس قدر تم پینا چاہتے ہو پی لو۔ جب میں نے اس

چشمہ سے پانی پیا تو اس پانی میں مجھ کو وہ مزہ ملا جو عمر بھر کبھی بھی مجھ کو ویسا نہیں ملا۔ وہاں سے چل کر ہم لوگ منزل پر آئے' عشاء کی نماز پڑھی' پھر وہ بزرگ علم وفکر میں مشغول ہو گئے' تھوڑی دیر کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے فرزند! کل قیامت کے دن عشاق جب قبر سے اٹھیں گے تو وہ سیدھے دوزخ کے دروازے پر جائیں گے' اور اس کے سامنے اس طرح بیٹھ جائیں گے کہ ان کی نظر دوزخ پر پڑے' ان کی نظر پڑتے ہی آگ کم اور ٹھنڈی ہو جائے گی اور اسے سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہوگی۔ جب دوزخ کی آگ کم ہو جائے گی تو لوگوں کو اس سے آرام ملے گا اور عذاب سے ان کو چھٹکارا نصیب ہوگا' اور یہی وجہ ان کے دوزخ کے دروازے پر بیٹھنے کی ہوگی۔

پیر کی صحبت

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ ہم اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' ایک آدمی نے پوچھا کہ فریضہ اور سنت کیا ہے؟ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً جواب دیا کہ فریضہ پیر کی صحبت ہے اور سنت دنیا اور دنیا کی چیزوں کو ترک کرنا ہے۔

پھر فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک بزرگ سے میں نے سنا ہے کہ جس درویش کے دل میں خودی ہوگی وہ آخرت کی رسوائی کا باعث ہوگی اور جس دل میں محبت ہوگی اسی کو درویشی نصیب ہوگی' محبت کا گوہر دل میں رکھنے والا ہی حقیقی درویش ہے۔

پھر فرمایا کہ:۔

اے درویش! محبت درجہ کمالیت کو اس وقت پہنچتی ہے جب کہ عشق میں کوئی عیب اس کو نظر نہ آئے اور عوام کی محبت سے وہ دست بردار ہو جائے تب حق تعالیٰ اس کو اپنی قربت بخشتا ہے۔

خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا طریقہ

پھر فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ خدا تک آدمی کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:۔ اندھا' گونگا اور بہرہ ہو کر۔

جس شخص نے یہ تینوں صفتیں اختیار کر لیں وہ خدا تک پہنچ گیا۔ لیکن جب یہ دشمن سب اس کے ساتھ ہوں تو پھر محبت والوں کے لئے دروازہ بند ہے لیکن چار جگہیں ایسی ہیں جہاں وہ بیٹھ کر پھر بھی خدا سے دل لگا سکتا ہے۔ پہلی جگہ تو اس کے گھر کا گوشہ ہے جہاں کوئی دوسرا مزاحم نہ ہو، دوسری جگہ مسجد ہے کہ وہ دوست کا گھر ہے، تیسری جگہ قبرستان ہے جہاں انسان کو گناہوں سے عبرت ہوتی ہے، چوتھی جگہ وہ ویرانہ ہے جہاں سوائے اس کے اور حق تعالیٰ کے کسی کا گزر نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ اتنا فرمانے کے بعد حضرت قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز ہائے ہائے کر کے رونے لگے۔ اور یہ رباعی پڑھنے لگے:۔

رباعی

گر عاشقی دوستی بہ تنہاش طلب
درخلوت عشق آئے و پیدائش طلب
گرمی خواہی حضور نعمت ہر روز
آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

اگر تم عاشق ہو تو دوست کو تنہائی میں بلاؤ، عشق کی خلوت میں آؤ اور پھر اسے بلاؤ۔
اگر تم ہر روز حضوری کی نعمت چاہتے ہو، تو پھر اسے وہاں بلاؤ جہاں کوئی نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ:۔

اے درویش! عورتیں ہم لوگوں سے زیادہ بہتر ہیں کہ یہ لوگ مہینہ میں ایک مرتبہ ناپاکی دُور کرنے کے لئے غسل کر لیتی ہیں، لیکن ہم نے تو زندگی بھر میں کوئی غسل ایسا نہ کیا جس سے نجاست دور ہوتی۔

محبت اور رضا

پھر فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عالم شوق اور اشتیاق میں مستغرق اپنے دوست کے حضور تنہا بیٹھے ہوئے تھے، اور جملہ عالم ملکوت کے گردگشت کر رہے تھے کہ حکم باری تعالیٰ ہوا کہ اے بایزید! میری جناب میں کیا تحفہ لائے ہو، انہوں نے جواب دیا محبت اور تیری رضا کہ یہ دونوں تجھے پسند ہیں، پھر آواز آئی کہ اے بایزید! اچھی چیز تحفہ لائے ہو۔ یہ میری

شایانِ شان ہے اور مجھے پسند ہے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! ایک مرتبہ لاہور میں ایک ذاکر درویش سے میری ملاقات ہوگئی۔ وہ ذکر فکر کرنے والے بڑے پایہ کے بزرگ تھے' کئی روز میں ان کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ ہر مرتبہ فرض نماز کے بعد وہ ذکر میں مشغول ہو جاتے اور تنہا ذکر کرتے کہ پیشانی عرق عرق ہو جاتی اور سینکڑوں بار وہ زمین پر گرتے اور پھر اٹھتے' ذکر سے فارغ ہونے کے بعد وہ فرماتے کہ کتاب محبت میں آیا ہے کہ جب میرا ذکر مومن پر غالب آتا ہے اور وہ غایت خشوع اور خضوع کے ساتھ میرے ذکر میں مستغرق ہو جاتا ہے تو میں اس پر عاشق ہو جاتا ہوں اور عشق کے معنی محبت کے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اس سعادت سے اپنے کو محروم کرے' اور تمام وقت ذکر حق میں مشغول نہ رہے۔

دل کی تین اقسام

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! اللہ تعالیٰ نے دلوں کو خاص کر عرش کے طواف ہی کے لئے پیدا کیا ہے' اور دل کی تین قسمیں ہیں :۔

ایک دل تو وہ ہے جو پہاڑ کی چٹان کی طرح ہے کہ کوئی اس کو اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتا۔ یہ عشاق کا دل ہے' دوسرا دل وہ ہے جو درخت کی طرح کھڑا ہے اور جڑیں اس کی نیچے گڑی ہوئی ہیں' ہوا اس کو صرف ہلاتی رہتی ہے' اور تیسرا دل وہ ہے جو پتے کی طرح ہوا کے ہر جھونکے سے ادھر سے ادھر ہوتا رہتا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! محبت میں سچا وہ شخص ہے جو ذکر دوست کے سوا کسی چیز کو پسند نہیں کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ :۔

اے درویش! جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کو حکم ہوا کہ سرکش فرعون کے پاس جائیں اور اس کو صحیح راستہ پر چلنے کی دعوت دیں تو یہ بھی ہدایت کی گئی کہ اس کو نرمی اور آہستگی

سے سمجھائیں کہ اس کو رنج نہ پہنچے اس جگہ حضرت شیخ الاسلام پہنچ کر رونے لگے اور فرمایا کہ جو ذات خدائی کا دعوے کرتی ہے اور اپنے کو انا ربکم الاعلی کہتی ہے' جب کوئی شخص پانچ وقت اس کے سامنے سر بہ سجود ہو کر سبحان ربی الاعلی کہے گا' اور اس کی محبت کا دم بھرے گا کیسے نہیں اس کی رحمت کا امیدوار رہے گا۔ بیشک اس کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیے۔ ہرگز ہرگز اس سے ناامید مت ہو اور تم نے جب اپنا فرض ادا کر دیا ہے تو پھر دیکھو مالک تمہارے لیے کیا کرتا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جو کہ آج حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کا دم بھرے گا' اور اس کی یاد میں مشغول رہے گا' کل قیامت کے دن اس پر کوئی عذاب اور تکلیف نہیں ہوگی اور میدان حشر کی سزاؤں سے وہ بے فکر ہو جائے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جب قارون علیہ اللعنۃ اپنے مال واسباب کے ساتھ چوتھے طبق زمین میں دھنستے ہوئے پہنچا تو اس جگہ کی مخلوق نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کس گناہ کی سزا میں تم کو زمین کے اندر دھنسایا جا رہا ہے قارون نے جواب دیا کہ میں موسےٰ علیہ السلام کی قوم سے ہوں' میں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کی' اور خدا کے پیغمبر کے ساتھ ہمسری کا دعوے کیا۔ اس کی وجہ سے یہ برا دن مجھے دیکھنا پڑا۔ جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام قارون کی زبان پر آیا' فرشتوں کو حکم ہوا کہ قارون کو اسی جگہ (یعنی چوتھے طبق زمین میں) رہنے دو' جس نے کہ میرے دوست کا نام زبان سے لے لیا' اب ضروری ہے کہ اس پر میں عذاب نہ کروں۔ جب شیخ الاسلام اس حرف پر پہنچے آنکھیں نم ہو گئیں' اور فرمایا کہ اے درویش! جو شخص کہ ہمیشہ دوست کا نام لیتا رہتا ہے اور اس کی یاد میں مستغرق رہتا ہے' ضروری ہے کہ قیامت کے دن اس کا دامن اس کی مرادوں سے بھر دیا جائے اور انوار تجلی سے اس کو مشرف کر دیا جائے۔

خواجہ یوسف چشتیؒ کا قول

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک دن خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اہل محبت کون لوگ ہیں۔ جواب دیا وہ لوگ جو دوست کے سوا کسی دوسرے کی یاد میں مشغول نہیں

رہتے۔ اس لئے کہ دوست کے ماسوا کسی سے اگر کوئی شاد ہوتا تو پھر یقین جانو کہ تمام غم واندوہ سے وہ نزدیک ہو گیا ہے اور جو شخص کہ دوست کی خدمت اور محبت سے مانوس ہے تمام قسم کے اندوہ اس سے دور ہو جائیں گے' جس کا دل دوست سے لگا ہوا نہیں ہے اور اس کو محبت کا دعوے کرنا زیب نہیں دیتا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! جس کا پہلا قدم محبت کے ارادے سے اٹھتا ہے وہ بہت جلد خدا تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے' اور جس کا راستہ دنیا کی طرف ہوتا ہے وہ دوزخ سے نزدیک ہو جاتا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جب صاحب محبت مملکت کا دعوے کرے تو پھر یقین کے ساتھ سمجھ لو کہ محبت اس سے دور ہو گئی۔

جیسے ہی حضرت شیخ الاسلام اس حرف پر پہنچے' مجلس برخاست ہوئی وہ اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

گیارہویں فصل

خوف اور توکل

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے' مولانا برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ بدرالدین غزنویؒ اور دوسرے عزیزان بھی مجلس میں موجود تھے' خوف اور توکل کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خدا کا خوف بے ادب بندوں کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے ایک تازیانہ ہے تا کہ یہ لوگ خدا کے ڈر سے گناہ سے باز آ جائیں اور سیدھے راستے پر قدم رکھیں۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! کلام اللہ میں آیا ہے الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! وقت آ گیا ہے کہ تمہارے دل میرے ڈر سے نرم ہو جائیں' اور تم ہی میں سے بعض وہ لوگ ہوں گے جو میرے ساتھ صلح کر لیں گے' میں ان کی توبہ قبول کر لوں گا۔

خوف و رجا

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خوفِ خدا اس کے عدل سے ہے اور رجا اس کے فضل سے ہے پس اس کے دربار میں سب سے عزیز ترین آدمی وہ ہے جس میں یہ دونوں چیزیں موجود ہوں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! ایک بزرگ تھے جو خدائے عزوجل کے خوف سے چالیس سال روتے

رہے اور خوف و ہراس سے برگ بید کی مانند کانپتے رہے۔ ہزاروں بار بے ہوش ہوتے اور جب ہوش آتا تو یہ آیت پڑھتے:۔ **ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم** ۔ پھر نعرہ مارتے اور بے ہوش ہو کر گر جاتے اور کہتے' مجھے کچھ نہیں معلوم کہ کل قیامت کے دن ان دونوں گروہوں میں سے کس گروہ کے ساتھ میں رہوں گا اور کس صف میں کھڑا کیا جاؤں گا' کچھ عرصہ کے بعد جب ان بزرگ کا وصال ہوا تو لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ انہوں نے جواب دیا وہی جو اپنے دوستوں کے ساتھ وہ کرتا ہے۔ مجھ کو جب عرش کے نیچے لے جایا گیا' تو حکم ہوا کہ اے درویش! تو اس قدر روتا کیوں تھا؟ کیا مجھ کو غفار نہیں جانتا تھا؟ میں نے کہا کہ خداوندا تیری قہاری کا خوف تھا کہ کہیں میری ساری عبادتیں ناچیز اور نابود نہ کردی جائیں اسی ڈر سے میں تمام وقت روتا رہتا تھا۔ جب میں نے بارگاہ ایزدی میں یہ عرض کیا تو مجھ کو حکم ہوا کہ جا تجھ کو میں نے بخش دیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! حضرت یحیٰی صلوات اللہ علیہ وسلم جب بچہ ہی تھے اتنا روتے تھے کہ ان کے رخسار کا گوشت اور چمڑا جگہ جگہ چھل گیا تھا۔ الغرض ایک روز وہ ایک پہاڑ پر سر بسجود ہو کر گریہ وزاری کر رہے تھے' ٹھیک اسی وقت ان کی والدہ پہنچ گئیں اور ان کو اس حال میں دیکھ کر شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں' حضرت یحیٰی علیہ السلام نے سمجھا کہ ملک الموت آ پہنچا یہ اس ہی کا ہاتھ ہے۔

انہوں نے کہا ذرا صبر کرو' میں اپنی ماں سے ملاقات کرلوں جیسے ہی حضرت یحیٰی علیہ السلام نے یہ بات کہی' ان کی والدہ نے ایک نعرہ لگایا اور کہا اے ماں کی جان! میں ملک الموت نہیں ہوں' تمہاری ماں ہوں' میرے ساتھ آؤ۔ اٹھو کھانا تیار ہے۔ الغرض حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنی ماں کے حکم کے خلاف نہ کر سکے اور ان کے ساتھ گھر آئے' ان کی ماں نے ان کو سمجھانا شروع کیا کہ اے یحیٰی! تم ابھی بچہ ہو ابھی تم سے کوئی گناہ نہیں سرزد ہوا ہوگا' اس قدر گریہ وزاری کیوں کرتے ہو اور اپنے کو اور اپنی ماں کو اس قدر پریشان کیے ہوئے ہو' تا تمامت رو' جب ان کی ماں نے یہ بات کہی تو یحیٰی علیہ السلام نے فرمایا: بات تو آپ ٹھیک کہتی ہیں ماں' لیکن کل قیامت کے دن جب دوزخ کے تیز شعلے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیں گے تو آپ صرف دیکھتی رہ جائیں گی'

لیکن بچا نہیں سکیں گی' ماں نے جواب دیا یہ تو ہے بیٹے' پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ماں! آپ کے لئے مناسب نہیں کہ مجھ کو خدا کے خوف اور گریہ وزاری سے روکیں' کیونکہ آج مجھ کو کچھ تدبیر کرنی ضرور ہے کہ کل قیامت کے دن دوزخ کے شعلوں کی دستبرد سے محفوظ رہوں۔

انبیاء اور خدا کا خوف

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! انبیاء اور اولیاء خدا کے خوف سے اس طرح گھلتے رہتے ہیں جیسے کٹھالی میں سونا پگھلتا ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے انجام سے واقف نہیں ہے کہ وہ دُنیا سے کس طرح اور کس حال میں جائے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! بزرگان دین میں سے ایک بزرگ عبداللہ خفیف نامی گزرے ہیں' وہ چالیس برس تک رات کو نہیں سوئے' اور انہوں نے زمین سے پہلو نہیں لگایا تھا' اور حق تعالےٰ کے خوف سے وہ اتنا روتے تھے کہ ان کے رخسار پر سے چمڑا اور گوشت گر کر غائب ہو گیا تھا' چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ چڑیوں نے ان کے رخسارے کے درمیان اپنا گھونسلا بنالیا تھا' اور وہ خوف خدا میں ایسے حیران رہتے تھے کہ ان کو چڑیوں کے آنے جانے کی بھی خبر نہ ہوتی تھی۔ الغرض وہ بزرگوار جب قیامت کے حالات اور قبر کیفیت سنتے تو برگ بید کی طرح کانپنے لگتے تھے' اور پھر زمین پر پچھاڑ کھا کر گرتے اور ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے تھے' پھر جب ہوش آتا تو کھڑے ہو کر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھتے **فریق فی الجنة وفریق فی السعیر** (معنی: ایک جماعت جنت میں ہوگی اور ایک جماعت دوزخ میں) پھر چیخ مار کر ہائے ہائے کر کے روتے اور کہتے کہ ان دو گروہوں میں سے معلوم نہیں' میں کس گروہ کے درمیان ہوں گا)۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! آخر عمر تک خواجہ عبداللہ خفیفؒ کا یہی حال رہا' یہاں تک کہ وہ واصل بحق ہو گئے۔

حضرت امام اعظمؒ کا جہاد نفس

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! تیس برس تک حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہیں سوئے تھے اور زمین سے پیٹھ نہیں لگائی تھی' اور اس تیس برس میں ان کو یہ نہیں معلوم

ہوا کہ نیند کیسی ہوتی ہے اور جب ان پر نیند کا غلبہ ہوتا تو ایک شبانہ یوم بلکہ اس سے بھی زیادہ بے ہوش رہتے اور جب ہوش میں آتے تو اپنے نفس سے محاسبہ کرتے کہ اے نفس! اب تک تو نے کوئی بندگی خدا کی ایسی نہ کی جو اس کے شایانِ شان ہوتی اور قیامت میں تجھ کو نجات ملتی اور خدا کو پہچان سکتا' کیونکہ خدا کو پہچاننا ہی تو سب کچھ ہے' پس اے نفس' تو نے دین اور دنیا دونوں ہی برباد کیا۔ اس طرح سے وہ بزرگ اپنی زندگی کا خود ماتم کرتے اور زار وزار روتے اور اگر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو جب عذاب کی آیت پر پہنچتے تو کھڑے ہو جاتے اور سال دو سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ اسی طرح عالم تحیر میں کھڑے رہتے اور کسی مخلوق کی ان کو خبر نہ ہوتی اور جب ہوش میں آتے تو فرماتے بڑے تعجب کی بات ہوگی اگر ابوحنیفہ کو قیامت کے دن رہائی مل جائے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! ایک مرتبہ ایک صالح اور پارسا جوان تھا جو خدا کے خوف سے اتنا کمزور اور نحیف ہو گیا تھا کہ سوائے ہڈی کے اس کے جسم پر کچھ نہیں رہا تھا۔ جب رات ہوتی وہ اپنے گلے میں رسی لپیٹ کر چھت سے باندھ دیتا اور اسی طرح کھڑا رات بھر روتا رہتا اور جب سجدہ میں جاتا تو کہتا اتنا گناہ میں نے کیا ہے کہ اس کی کوئی حد اور حساب نہیں ہے کل قیامت کے دن لوگوں کے سامنے جب میرے گناہ پیش کیے جائیں گے تو میں سیاہ رو کس طرح اپنا چہرہ دکھا سکوں گا۔ اسی طرح اس نے اپنی پوری عمر گزار دی' رات بھر نوحہ وزاری کرتا اور بے ہوش ہو جاتا' جب ہوش میں آتا تو ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا' اور اس کو اپنے تن بدن کی خبر نہ ہوتی۔ مختصر یہ کہ وہ بیمار ہوا' اور تکیہ کی جگہ سر کے نیچے اینٹ رکھے پڑا رہا' جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو اس نے اپنی سفید بالوں والی بوڑھی ماں کو پاس بلایا اور کہا:۔

''اے میری ماں! جب میں مر جاؤں تو ایک رسی لا کر میری گردن میں باندھ دینا اور مجھ گناہ گار کو گھر کے چاروں کونوں میں گھسیٹنا اور کہنا کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے مالک سے بھاگا رہتا تھا۔ اس کی سزا آج بھی یہی ہونی چاہئے تھی' دوسرے یہ کہ جب لوگ میرے جنازہ کو باہر نکالنا چاہیں تو وہ لوگ رات کو نکالیں' تاکہ کوئی شخص میرے جنازے کو نہ دیکھے' ورنہ جو دیکھے گا اس کو میرے گناہوں کے پیش نظر افسوس ہوگا' تیسرے یہ کہ جب لوگ مجھ کو قبر میں رکھیں تو تم میرے پاس رہنا اور میری قبر کو نہ چھوڑنا۔ ممکن ہے تمہارے قدم کی برکت اور سینہ کی آہ کی وجہ سے میں

عذاب سے چھٹکارا پا جاؤں۔'' یہ وصیت کر کے وہ مر گیا اور اس کی ماں نے وصیت کے مطابق چاہا کہ رسی اپنے بیٹے کی گردن میں باندھے۔ گھر کے ایک کونے سے آواز آئی: ''اے بڑھیا! دوست دوست کے پاس پہنچ گیا' اپنا ہاتھ اس جوان سے ہٹا لے۔ خدا کے دوستوں کے ساتھ کوئی ایسا کرتا ہے جیسا تو کر رہی ہے' اپنا ہاتھ اس سے روک لے اور اس کی گردن سے رسی کھینچ لے' کیونکہ وہ میرے دوستوں میں سے ایک ہے' میں نے اس کو بخش دیا۔''

خواجہ حسن بصریؒ کا خوفِ خدا

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ خدا کے خوف سے اتنا روئے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی نہر جاری ہوگئی' اتفاقاً رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ادھر سے گزریں انہوں نے جب یہ حال دیکھا تو اوپر چلی گئیں۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے زار و زار روتے رکھا رابعہ بصریؒ نے پوچھا' اے خواجہ کھڑے ہو کر کیوں اس قدر رو رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ خدا کے خوف سے' مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن کس گروہ کے درمیان میں ہوں گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس میں خدا کا خوف نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہے' کیونکہ مسلمان وہ ہے جس پر خدا کا خوف چھایا ہوا ہو۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ منصور عماد کسی جگہ سے گزر رہے تھے' گھر کے اندر سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ رونے والا کہہ رہا تھا:۔ خداوندا' میں نے بہت گناہ کیے ہیں' معلوم نہیں کل قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا۔ منصور عمادؒ نے یہ سنا تو اور نزدیک چلے گئے اور دروازے کے سوراخ میں کان لگا کر کھڑے ہو گئے اور اس کے رونے کی آواز سن کر خود بھی رونے لگے۔ پھر سوراخ پر ہاتھ رکھ کر یہ پڑھا:۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم . وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون (معنی: دوزخ وہ ہے جس کی آگ کا ایندھن سوائے آدمی اور پتھر کے اور کچھ نہ ہوگا۔ پس اس دوزخ پر موکلان اور سخت دل فرشتے متعین ہیں جو کسی کو نہ چھوڑیں گے اور خدا کی ذرا بھی نافرمانی نہیں کریں گے اور ان کو جو کچھ حکم دیا جائے گا بجا لائیں گے)

خواجہ منصورؒ بیان فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے اس آیت کو پڑھا سوراخ میں کان لگا کر سننے پر بھی کوئی آواز اس گھر سے نہیں آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد نعرہ مارنے اور تڑپنے کی آواز آئی۔ تھوڑی دیر میں اور ٹھہرا پھر کوئی آواز نہیں آئی۔ اس جگہ سے میں آگے بڑھ گیا۔ جب دن ہوا۔ میں پھر اس گھر کی طرف آیا کہ دیکھوں کیا ماجرا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے' میں اور نزدیک ہو گیا کہ مالک مکان کے بارے میں پوچھوں۔ یکا یک ایک بوڑھی عورت روتی ہوئی نکلی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس بوڑھی عورت اور اس آدمی کے ساتھ کیا واقعہ ہوا؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ مرحوم اس بوڑھی عورت کا لڑکا ہے۔ یہ شخص بڑا ہی پرہیز گار تھا۔ رات بھر نماز پڑھا کرتا اور دن کو روزہ رکھتا اور پھر خاندان رسولؐ سے تھا۔ صبح کے وقت خدا کے سامنے سر بہ سجود ہو کر مناجات کر رہا تھا اور رو رہا تھا' کہ کوئی آدمی اس کے دروازے کے سامنے سے گزرا اور قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی جیسے ہی کہ قرآن مجید کی آواز اس کے کان میں پڑی وہ پچھاڑ کھا کر زمین پر گرا اور جان جان آفرین کو سپرد کر دی۔ یہ سن کر منصور عماد رونے لگے اور آہ کر کے فرمایا کہ وہ شخص تو میں ہی تھا' پھر جنازہ کی نماز میں شریک ہوئے۔

اتنا کہنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے ایک نعرہ مارا اور مصلّے پر گر پڑے اور اسی طرح ایک شبانہ یوم پڑے رہے حتیٰ کہ ان کو تن بدن کا بھی ہوش نہیں رہا۔ پھر جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ:۔

حضرت سہیل عبداللہ تستریؒ کی گریہ وزاری

اے درویش! حضرت سہیل عبداللہ تستریؒ چالیس سال تک حق تعالٰے کے خوف سے روتے رہے' یہاں تک کہ اس درمیان میں کسی نے ان کو ایسا نہیں دیکھا کہ وہ رو نہیں رہے ہوں' لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اے خواجہ! آپ کو ہر وقت ہم لوگوں نے روتے ہی دیکھا آخر ماجرا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: عزیز من! قیامت کی دہشت اور گھبراہٹ یاد آتی ہے جس دن ماں اور باپ اپنے فرزندوں کی طرف نہیں دیکھیں گے اور بال بچے اپنے ماں باپ کو نہیں پوچھیں گے' باپ بیٹے سے بھاگے گا اور بیٹا باپ سے منہ موڑے گا' بھائی بھائی سے اور مسلمان مسلمان سے بے توجہی برتے گا۔ جس شخص کو اس دن سے سابقہ پڑنے والا ہو اور وہ یہ بھی نہ جانتا ہو کہ اس پر کیا گزرے گی تو اس کو نیند اور سکون و قرار سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔ وہ تو بڑا ہی

سنگدل انسان ہے جو اس روز کے خوف سے نہ روئے اور اس دن کا خیال کر کے فکر مند نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کل قیامت کے دن سب لوگ لرزاں و ترساں اور گریہ وزاری کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ مگر اولیاء اللہ جو کہ دنیا میں حق تعالیٰ کے خوف سے روتے رہے ہیں یہ لوگ بلکہ مسکراتے ہنستے قبر سے اٹھیں گے' جیسے ان لوگوں کو اس روز کی پرواہ ہی نہ ہو۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خواجہ عالم کو حق تعالیٰ نے اپنا حبیب کہا ہے۔ اسی عظمت اور بزرگی کے باوجود جب ان پر خدا کا خوف غالب آتا تھا تو وہ ایسا مستغرق ہو جاتے تھے کہ نہ رات کو رات سمجھتے تھے اور نہ دن کو دن جانتے تھے۔ کتنی راتیں انہوں نے کھڑے کھڑے نماز پڑھتے ہوئے گزار دیں۔ یہاں تک کہ پائے مبارک پھٹ جاتے تھے اور خون جاری ہو جاتا تھا۔ اسی حالت میں انہوں نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اے دوستو! اگر قیامت کے دن مجھ کو اور بھائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈال دے تو اسے کون روکنے والا ہے' وہ تو مالک الملک ہے پس اگر وہ اپنے ملک میں کسی طرح کا تصرف کرے تو وہ ظلم تھوڑا ہی ہوگا' البتہ ظلم تو یہ ہوگا کہ کوئی ملک گیری میں تصرف کرے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! میرا ایک بھائی تھا جس کا نام شیخ نجم الدین متوکل تھا۔ وہ اتنا زیادہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا کہ میں نے اس قدر سیاحی کے باوجود کسی شہر میں کسی کو بھی ویسا نہیں پایا' جب اس پر حق تعالیٰ کا خوف غالب ہوتا تھا تو پھر اسے یہ بھی نہیں پتہ ہوتا تھا کہ آج کونسا روز کون سا مہینہ اور کون سا سال ہے اور اس درویش پر وہ حالت ہر وقت چھائی رہتی اور ہر وقت وہ عالم تحیر میں رہتا تھا۔

خائف کی تعریف

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! خائف اس کو کہتے ہیں جس میں یہ تین باتیں ہوں۔ اوّل روزہ کے واسطے کم کھانا' دوسرے نماز کے لیے کم بولنا۔ تیسرے ذکر کی خاطر کم سونا۔ پس جس دل میں کہ یہ تین چیزیں نہیں ہیں وہ ڈرنے والوں میں نہیں شمار ہوگا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جیسے کہ یہ تین چیزیں درویش کے لئے ضروری ہیں اور وہ یہ ہیں خوف ورجاء اور محبت۔ دل میں خوف گناہ سے باز آ جانا ہے تاکہ دوزخ کی آگ سے نجات ملے اور دل میں رجا اپنے سے بندگی کی طرف مائل ہونا ہے تاکہ بہشت پائے اور اعلیٰ مقام پر پہنچے اور دل میں محبت مکروہات سے پرہیز کرنا ہے تاکہ حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریؒ کو حج کرنے کی تمنا ہوئی۔ ان کے پاس ایک گدھا تھا اس پر سوار ہو کر وہ روانہ ہوئیں۔ چلتے چلتے ایک صحرا میں پہنچیں۔ ان کا گدھا بے جان ہو کر گر گیا اور ان کا سامان منتشر ہو گیا۔ کچھ لوگ حضرت رابعہ بصریؒ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر اجازت ہو تو آپ کا سامان ہم لوگ ڈھو کر لے چلیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے کڑک کر جواب دیا: لوگو! میں تم لوگوں کے بھروسہ پر نہیں نکلی ہوں، میں جس پر توکل کر کے چلی ہوں وہ میرا سامان خود پہنچا دے گا۔ ان کے ایسا کہنے پر قافلہ کے لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت رابعہ بصریؒ تنہا رہ گئیں۔ انہوں نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ خداوندا! ایک ضعیفہ کے ساتھ تو نے ایسا کیا کہ بیابان میں لا کر میرا گدھا مار دیا اور میری تباہی کا سامان پیدا ہو گیا۔ ابھی ان کے منہ سے پوری بات بھی نہیں نکلی تھی کہ ان کا گدھا زندہ ہو گیا۔ انہوں نے اطمینان سے اپنا سامان اس پر رکھا اور حج کے لیے روانہ ہو گئیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے تیس برس تک متوکل بہ خدا ہو کر لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اس تیس برس کے عرصہ میں وہ کسی شخص کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کی حج کرنے کی نیت ہوئی انہوں نے فرمایا خانہ کعبہ ہر شخص پیروں سے جاتا ہے، میں آنکھوں کے بل جاؤں گا۔ الغرض جب وہ روانہ ہوئے تو ہر ہر قدم پر دو رکعت نماز نفل پڑھتے جاتے تھے اسی طرح پڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک صحرا میں پہنچے جہاں انہوں نے ستر نقاب پوش سر کٹے ہوئے آدمیوں کو خون میں لت پت پڑا دیکھا۔ ان ستر میں سے ایک آدمی کچھ کچھ بچ رہا تھا اور اس میں زندگی کے آثار پائے جاتے تھے انہوں نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اے ابراہیم! میرا حال سننا چاہتے ہو تو سنو۔ ہم ستر آدمیوں کو تم اس وقت مردہ دیکھ رہے ہو، ہم

سب صوفی متوکل بہ خدا لوگ تھے' اور ہم لوگ توکل کر کے باہر نکلے اور عہد کیا کہ کسی سے اپنی غرض نہ کہیں گے۔ جب ہم لوگ اس صحرا میں پہنچے تو یکا یک خواجہ خضر علیہ السلام نمودار ہوئے۔ ان سے عرض حال کرنے میں ہم لوگ مشغول ہو گئے' یکا یک آواز آئی کہ اے جھوٹے دعویٰ دارو! کیا تم لوگوں نے ہم سے یہی وعدہ کیا تھا۔ اپنے عہد کو بالکل بھلا دیا۔ پھر ایک تیغ ہوا میں نمودار ہوئی اور ہم سب کے سر کاٹ کر مار ڈالا۔ اے ابراہیم! جو لوگ توکل کے راستہ پر قدم بڑھائیں ان کو توکل سے ذرا سا بھی تجاوز نہیں کرنا چاہیے تا کہ ہم لوگوں کی طرح وہ مارے نہ جائیں۔ وہ ایک نقاب پوش نیم جاں آدمی بھی یہ قصہ کہہ کر مر گیا۔ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا تعجب معلوم ہوا۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ اور حضرت رابعہ بصریؒ کا دلچسپ مکالمہ

پیچھے مڑے تو دیکھا کہ حضرت رابعہ بصریؒ بیٹھی ہوئی ہیں' اور کعبہ ان کے چاروں طرف طواف کر رہا ہے' ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی حیرت ہوئی۔ حضرت رابعہ بصریؒ کو انہوں نے آواز دے کر پوچھا کہ اے رابعہ! یہ کیسا تماشا تم نے دنیا میں مچا رکھا ہے' انہوں نے جواب دیا کہ اے ابراہیم! تماشا یہ نہیں ہے' تماشا وہ ہے جو تم نے برپا کر رکھا ہے چودہ سال سے تم آنکھوں کے بل چل رہے ہو لیکن تمہیں منزل دکھائی نہیں دیتی اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ تم کو خانہ کعبہ کے دیکھنے کی آرزو ہے اور مجھ کو خانہ کعبہ کے مالک کو دیکھنے کی تمنا ہے۔ پس جس شخص کو گھر کے مکین کو دیکھنے کی آرزو ہوگی' وہاں مکان تو اس کو نظر آئے گا ہی کیونکہ جہاں مکین ہوتا ہے وہیں مکان ہوتا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی بیس سال تک عالم توکل میں رہ کر لوگوں سے کنارہ کش رہے۔ باورچی خانہ کے اخراجات روزمرہ کے لیے جو ضرورت ہوتی خادم سر جھکا کر پیش کرتا اور درویشوں کے اخراجات کے سلسلے میں جتنے غلہ اور روپیہ پیسہ کی ضرورت ہوتی خادم مطبخ وہاں سے اٹھا لیتے اور درویشوں کے کھانے پینے کا انتظام کرتے۔

سجادگی کی شرائط

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! سجادہ پر وہ بیٹھے جو عالم توکل میں ہو اور اپنی روزی اور دوسری ضروریات کے لیے کسی مخلوق سے اپنی امید وابستہ نہ کرے اگر وہ ایسا نہیں ہے تو وہ سجادہ نشین ہونے کے لائق نہیں ہے بلکہ اہل تصوف کے نزدیک جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! توکل وہ ہے جو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب تھا میں نے کسی وقت بھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے کسی سے فتوح یا نذرانہ قبول کیا ہو یا کسی سے امید وابستہ کی ہو۔ جب صوفیوں کے حلوے کے لیے خادم کو چیزوں کی ضرورت ہوتی وہ آ کر التجا کرتا۔ خواجہ مصلّے کے نیچے ہاتھ لے جا کر کئی اشرفیاں نکال لیتے اور اس کو دے دیتے وہ صبح سے شام تک کے لئے کافی ہو جاتیں اور جماعت خانہ سے کوئی بھی وارد صادر محروم نہیں جاتا' اس کے کھانے پینے کا ضرور انتظام ہوتا اور دستر خوان پر نعمتوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہ ہوتی۔

اہل توکل کی خود فراموشی

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! اہل توکل پر حقیقت میں بعض اوقات ایسے بھی شوق کے گزر جاتے ہیں کہ اگر ان اوقات شوق میں ان کو آگ میں ڈال دیا جایے یا زخمی کیا جائے تو انہیں مطلق خبر نہ ہوگی۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ حبیب قدس اللہ سرہ العزیز عالم توکل میں شام کا سفر کر رہے تھے۔ جب وہ کسی منزل پر پہنچتے تو آبادی میں نہیں ٹھہرتے' بلکہ شہر کے باہر ویرانہ میں ٹھہرتے' عالم غیب سے آئی ہوئی چیزوں سے وہ روزہ افطار کر لیتے۔ جب دن ہوتا تو دوسری منزل کے لیے روانہ ہو جاتے۔ اسی طرح سفر کرتے ہوئے وہ شام پہنچے۔ وہاں ایک صائم الدہر اور قائم اللیل بزرگ تھے۔ ان کے پاس حاضر ہو کر انہوں نے سلام کیا اور اجازت ملنے پر بیٹھ گئے۔ خواجہ حبیبؒ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اس جگہ جہاں یہ بزرگ مقیم ہیں کوئی آبادی نہیں ہے کھانے پینے کا ان کے ہاں کیا نظم ہوتا ہوگا۔ جیسے ہی کہ خواجہ حبیبؒ کے دل میں یہ بات گزری' ان بزرگ نے کہنا شروع کیا کہ اے خواجہ' آج ستر برس کے قریب ہوتا ہے کہ میں اس غار میں مقیم ہوں' اور میرا کھانا پینا عالمِ غیب سے آتا ہے آج اگر تم میرے یہاں مہمان رہو تو توکل کا مزہ دیکھو کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں۔ الغرض مغرب کی نماز کا وقت جب ہوا تو میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی شیر پر سوار طعام سے بھرا خوانچہ شیر کی پیٹھ پر رکھے نمودار ہوئے جیسے ہی وہ نزدیک پہنچا۔ شیر سے اتر کر آداب بجالایا اور وہ کھانا ان بزرگ کے سامنے رکھ کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ بزرگ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا خوانچہ سامنے لاؤ' جیسے ہی انہوں نے ہاتھ بڑھانا چاہا چھ نفر صوفیائے کرام اسی وقت آموجود ہوئے۔ بزرگ نے

چشمہ سے پانی پیا اور خدا کا شکر بجا لائے اور اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ گئے۔ ان بزرگ نے پھر کہنا شروع کیا کہ اے خواجہ تم کہتے تھے کہ کھانا کہاں سے آتا ہوگا اب تم نے دیکھ لیا کہ اس طرح اللہ بھیجتا ہے پھر کہا کہ جو شخص عالم توکل میں رہتا ہے اور خدا کی بخشش پر بھروسہ کرتا ہے' اس کے لیے کھانا عالم غیب سے آتا ہے اور جو کچھ وہ مانگتا ہے وہی آتا ہے۔

جیسے ہی حضرت شیخ الاسلام اس حرف پر پہنچے انہوں نے فوائد ختم کیے اور کھڑے ہو گئے اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

بارہویں فصل

طاقیہ

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ بعد میں کئی صوفیائے کرام جیسے شیخ برہان الدین ہانسویؒ اور شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں شریک ہو گئے' طاقیہ یعنی درویشوں کی ٹوپی کے اوپر گفتگو ہو رہی تھی' حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! طاقیہ کی دو قسمیں ہیں' ابو یوسف قاضی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق ایک طاقیہ تو وہ ہے جس کو لاطیہ کہتے ہیں۔ دوسرے طاقیہ وہ ہے جس کو ناشزہ کہتے ہیں۔ لیکن اے درویش! طاقیہ لاطیہ اس کو کہتے ہیں جو سر سے چپکی ہوئی ہو اور وہ طاقیہ غلیظ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر رکھتے تھے اور اہل صفہ بھی اس کو استعمال کرتے تھے اور طاقیہ ناشزہ اس کو کہتے ہیں جو سر سے چپکی ہوئی نہیں ہو۔ یعنی اونچی اور کھڑی ہو اور وہ طاقیہ کالے رنگ کی ہوتی ہے بعض اہل مشائخ نے اس کو پہنا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کم ناشزہ کو استعمال کیا ہے۔

قاضی ابو یوسفؒ کا دلچسپ مکالمہ

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے حلقے میں بیٹھے کچھ فرما رہے تھے اور صوفیوں کی ٹوپی سر پر رکھے ہوئے تھے لیکن اتفاق سے وہ ٹوپی سفید نہیں تھی' بلکہ ناشزہ تھی۔ اسی درمیان میں ایک شخص وہاں پہنچا اور اس نے قاضی صاحب موصوف سے سوال کیا کہ پیغمبر علیہ السلام نے سفید ٹوپی استعمال کی ہے یا سیاہ ٹوپی۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ سفید۔ سائل نے پوچھا کہ پیغمبر علیہ السلام نے کلاہ لاطیہ سر پر رکھی ہے یا ناشزہ' ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: لاطیہ سائل نے کہا اور آپ کالی ٹوپی یعنی ناشزہ پہنے ہوئے ہیں۔ اس طرح گویا آپ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف

کرر ہے ہیں۔ ابو یوسف قاضی رحمۃ اللہ علیہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر فرمایا کہ تم نے جو یہ دو باتیں مجھ سے کہیں یہ دو حال سے خالی نہیں' یا تو خالصۃ للہ محض حق کے لیے تم نے کہا ہے یا مجھ کو تکلیف پہنچانے کے لئے' اگر حق کے لیے تم نے کہا ہے تو مجھ کو سب منظور ہے اور مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے اور اگر تم نے مجھ کو تکلیف پہنچانے کے لیے کہا ہے تو ہلاکت ہو تم پر اور عذاب ہو تم پر۔ یہ سن کر سائل نے کہا کہ میں نے جو کچھ کہا محض حق کی خاطر کہا ہے اور وہ بھی اس لئے کہ آپ مذہب کے علمبردار ہیں آپ سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کس طرح کوئی فعل سرزد ہوا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! اصل ٹوپی وہ چوگوشیہ ٹوپی ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام بہشت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لائے اور کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم باری تعالیٰ ہے کہ آپ اس ٹوپی کو لے کر سر پر رکھیں اور اس کے بعد آپ جس کو مناسب سمجھیں اس میں سے دیں اور اپنا خلیفہ بنائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار ٹکڑوں کو لے کر سر پر رکھا۔ کچھ دیر کے بعد امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سامنے آئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ٹکڑا اس کلاہ برگی کا تمہارے لیے ہے اپنے بعد تم جس کو مناسب سمجھو گے دے دینا۔ پھر دوسرے ٹکڑے کو اتار کر امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ یہ تمہاری کلاہ ہے جس کو تم مناسب سمجھنا اپنے بعد دینا۔ پھر تیسرے ٹکڑے کو لے کر اپنے ہاتھ سے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دیا' اور فرمایا کہ یہ تمہاری کلاہ ہے اپنے بعد تم جس کو اس کے لائق سمجھو اور دیکھو کہ وہ اس کلاہ کا حق ادا کر سکے گا دے دینا۔ پھر چوتھے ٹکڑے کو جو کہ سر سے چپکا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتارا اور اپنے دست مبارک سے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا کہ اے علیؓ یہ کلاہ تمہارے لیے ہے اہل صفہ میں سے جس کو تم مناسب سمجھنا یہ کلاہ دینا' کیونکہ مجھے حکم ہوا ہے کہ چہار برگی ٹوپی علیؑ کو دے دی جائے۔

کلاہ طاقیہ

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ

اے درویش! کلاہ سر پر وہ شخص رکھے جو دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بیزار ہو چکا ہو اور

تونگروں' امیروں اور بادشاہوں کی صحبت سے پرہیز کرتا ہو اور طاقیہ کا جو حق ہے اس کو بجالانے کا ہوش رکھتا ہو' تاکہ کل قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ان کے خلفاء اور مشائخ کے روبرو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! کلاہ سر پر رکھنا آسان ہے لیکن ان کے حقوق' شرائط اور احکام کو بجالانا بہت دشوار امر ہے' اگر کہیں ذرا بھی اس کے شرائط اور احکام بجالانے میں کوتاہی ہوگئی وہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا شمار ہوگا اور اہل سلوک کے درمیان صدیق اور راست گو ہرگز نہیں سمجھا جائے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کی نیت سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہ متواتر ایک برس تک اس کو اپنی خدمت میں رکھتے' پھر جب دیکھ لیتے کہ وہ کلاہ دینے کے لائق ہو گیا ہے تب اس کو کلاہ عطا فرماتے اور کلاہ دینے کے وقت فرماتے کہ اگر تم کلاہ کا حق بجالائے تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں بجالائے اور حد سے تجاوز کر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلاہ خود تم کو سزا دے دے گی چنانچہ ایک مرتبہ بدخشاں سے ایک بزرگ زادے خواجہ مودود چشتی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلاہ کی درخواست کی۔ خواجہ نے جب اس کے دل میں ڈوب کر دیکھا تو اُس کو دنیاوی گندگیوں سے آلودہ پایا۔ اس کی درخواست قبول نہیں کی اور اس کو اپنی مریدی میں لینا قبول نہیں کیا' جب اس نے اس دیار واطراف کے بہت سے بزرگوں سے سفارش کرائی تب خواجہ نے مجبور ہو کر اس کو کلاہ عطا فرمائی لیکن کلاہ دیتے وقت انہوں نے فرمایا کہ اے درویش! کلاہ تو تم نے لے لی ہے' لیکن اس کی قدر شاید تم نہ جانو گے۔ کیونکہ جو شخص اس کی قدر جان لے گا وہ دُنیا سے دھوکا نہیں کھائے گا۔ وہ بزرگ زادہ کلاہ لے کر بدخشاں چلا گیا۔ لیکن خواجہ کی ہدایتوں کا لحاظ نہیں رکھا اور وہی گناہ کے راستہ پر پرانے طریقے کے مطابق چلنے میں مشغول ہو گیا اور سر سے کلاہ اُتار کر طاق پر رکھ دی۔ جب خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خبر ملی تو فرمایا کیا بات ہے کہ میری یہ کلاہ اس کو سزا نہیں دے رہی ہے' اس بات کو کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ وہ بزرگ زادہ ایک جرم میں ماخوذ ہوا' اور اس کی دونوں آنکھیں نکال لی گئیں' اور اسی تکلیف اور درد میں وہ مر بھی گیا۔

اتنا کہنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام آب دیدہ ہو گئے اور پھر زار و زار رونے لگے' اور حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس زمانے کے آدمیوں کو کیا کہتے ہو بہت عرصہ گزرا کہ کلاہ کو لوگوں نے کھیل بنالیا ہے' جس کو دیکھو پہنے ہوئے ہے لیکن ذرا بھی اس کا حق نہیں بجالاتا۔

کلاہ کا احترام

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! جب طاقیہ' کلاہ اور خرقہ ذلیل ہو جائے گا تو اس دنیا میں کوئی خیر و برکت اور راحت باقی نہیں رہے گی' کیوں کہ اس زمانے میں زیادہ تر طاقیہ اور خرقہ والوں کو تم شراب خانوں میں دیکھو گے یا پھر گھر میں جھگڑا فساد کرتے ہوئے پاؤ گے۔

پس اے درویش! جس زمانے میں کہ ایسے خرقہ اور طاقیہ والے لوگ ہوں گے اس زمانے میں خیریت' برکت اور راحت کہاں دیکھنے میں آئے گی لیکن خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کرنا چاہیے کہ بلائیں نازل نہیں ہو رہی ہیں' ورنہ پہلے وہ لوگ تو مبتلا ہوں گے ہی آخر میں بے چارے عوام بھی مصیبت میں پھنسیں گے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! کیسا دل ہے اس شخص کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلاہ' خرقہ اور دستار کو پہن کر اس کا حق نہیں بجالاتا اور ان کو سر پر رکھے ہوئے دولت مندوں' امیروں اور بادشاہوں کی صحبت میں اُٹھتا بیٹھتا ہے اور فسادیوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ تعجب نہیں ہے کہ اس کی صورت مسخ ہو جائے اور تمام خلائق میں اس کی فضیحت ہو۔

طاقیہ کے مستحق

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! پیر خلقِ خدا میں سے طاقیہ ان ہی لوگوں کو دے جن کا ظاہر اور باطن روشن ہو۔ اسی وجہ سے جب کوئی نو وارد کلاہ کی درخواست لے کر ان کے اس آئے تو وہ پہلے نور معرفت کی نظر سے اس کے سینہ کو تمام دُنیاوی آلائشوں کے زنگ سے صیقل کر لے تاکہ اس کا اندر اور باہر پاک صاف ہو جائے اور کسی طرح کی آلائش باقی نہیں رہے۔ اس کے بعد وہ اس کو کلاہ دے اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو خود گمراہی میں پڑے گا اور اس بے چارے کی بھی مٹی پلید کرے

گا جو اس کے یہاں مرید ہونے کے لئے آئے گا۔ پس اے درویش! اتنے زیادہ کلاہ والوں کو جو تم پریشان، خستہ حال، سرگردان اور دو روٹی کے لیے محتاج دیکھتے ہو، یہ سب اسی بددیانتی کے باعث ہے، جو ان لوگوں میں پیدا ہوگئی ہے کہ کلاہ تو سر پر رکھ لیتے ہیں لیکن اس کا حق نہیں ادا کرتے اور برعکس اس کے خرقہ اور کلاہ کو دربدر رسوا اور ذلیل کرتے پھرتے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ بُرا دن ان کے سامنے آئے۔

اہل طاقیہ کی تعریف

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! اہل طاقیہ وہ لوگ ہیں جو سوائے خدائے عزوجل کے کسی دوسرے کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔ جب تم دیکھو کہ اہل طاقیہ امیروں اور بادشاہوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور سر جھکائے ہوئے ہیں تو ان سے طاقیہ لے لینا چاہیے کیونکہ وہ طاقیہ کے لائق نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ایسے لوگوں کے لیے مناسب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طاقیہ سر پر رکھ کر اس کو امیروں اور بادشاہوں کے سامنے ذلیل کریں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ اجل سرزیؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص جوان کا مرید تھا، امیروں اور بادشاہوں کی صحبت میں بہت آیا جایا کرتا تھا اور اس بات کو اپنے شیخ سے پوشیدہ رکھتا تھا۔ چنانچہ ایک روز لوگوں نے شیخ اجل سرزی رحمۃ اللہ علیہ کو خبر پہنچائی کہ آپ کا فلاں مرید امیروں اور بادشاہوں کی صحبت میں بہت زیادہ گھسا رہتا ہے۔ فوراً شیخ کی زبان سے نکلا کہ یہ کیسے ممکن کہ ایسا کرنے کے باوجود طاقیہ نے اس کے گردن اور مہرہ کی ہڈی نہیں توڑی۔ ابھی شیخ اجل سرزی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے یہ بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ مرید بالاخانہ سے گر پڑا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ کر علیحدہ ہوگئی۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کا طریقہ تھا کہ اگر سو ہزار آدمی بھی مرید ہونے کی نیت سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ سب کو مرید کر کے طاقیہ عطا فرما دیتے۔ لیکن طاقیہ دینے کے بعد فرماتے کہ جو شخص اس کلاہ کا حق نہیں ادا کرے گا اور

میرے پیر کی پیروی نہیں کرے گا یہ طاقیہ خود اس کو سزا دے دے گی اور ان کی نظر مبارک کی برکت اور بزرگی سے طاقیہ جس کو عطا ہو جاتی اس کا قدم ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ڈگمگاتا۔

طاقیہ کا عدم احترام

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! طاقیہ' طاقیہ والوں کو خود بہت اچھی طرح سزا دیتی ہے اور ان لوگوں کو پتا بھی نہیں چلتا کہ یہ آفت کہاں سے آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اہل طاقیہ طاقیہ کا حق اچھی طرح بجالائیں تو ان کے یہاں افلاس کا گزر ہی نہیں ہو اور دنیا اور آخرت میں وہ لعنت بھی نہیں کھاتے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! طاقیہ چار حصوں میں منقسم ہے' پہلے شریعت' دوسرے طریقت' تیسرے معرفت اور چوتھے حقیقت' پس اے درویش! جو شخص ان چاروں پر مستقل مزاجی سے قائم ہے اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ یہ چوگوشیہ ٹوپی سر پر رکھے۔

طاقیہ کا استعمال

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! ایک مرتبہ پیر طریقت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ طاقیہ کس کو پہننا واجب ہے۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جس نے ہیزدہ ہزار عالم اور اس کی چیزوں سے خط بیزاری لکھ دیا ہو۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! جب تک تم ان چاروں عالم پر قابو نہ پالو تمہارے لیے طاقیہ کا پہننا مناسب نہیں ہے۔ ان چاروں میں سے پہلا عالم آنکھ ہے۔ دوسرا کان ہے یعنی جب تک تم واہیات چیزوں کے سننے سے اپنے کو روک کر خود کو بہرا نہ بنا لو تم کو طاقیہ نہیں پہننا چاہیے' تیسرا زبان ہے' یعنی جب تک تم گونگے نہ ہو جاؤ اور اپنی زبان کو تمام فضول باتوں کے بولنے سے نہ روک لو طاقیہ سر پر ہرگز مت رکھو۔ چوتھا ہاتھ پیر ہے' یعنی جب تک ہاتھ کو کسی چیز کے لینے سے نہ روک لو کلاہ سر پر رکھنا زیب نہیں دیتا۔ جس شخص نے ان چاروں چیزوں پر قابو پالیا اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ طاقیہ کا استعمال کرے' اسی طرح ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ

العزیز سے لوگوں نے پوچھا کلاہ کس کے لیئے ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو دنیا اور اس کی چیزوں کو تین طلاق دے چکا ہو۔

حضرت خواجہ بایزیدؒ کا ارشاد

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اہل طاقیہ میں سچا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ سچا وہ ہے جو اپنی ساری چیزوں کو جو کچھ اس کے قبضہ میں ہیں، خدا کی راہ میں خرچ کر دے اور اپنے لیے کچھ بھی نہ رکھے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! خواجہ عبداللہ سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ کلاہ کے چار خانے ہوتے ہیں۔ پہلا خانہ اسرار و انوار کا ہے دوسرا خانہ محبت کا ہے تیسرا خانہ عشق و شوق کا اور چوتھا خانہ رضا اور تسلیم کا ہے۔ پس جب کوئی شخص چہار برگی کلاہ پہنے تو اس کو ان چاروں چیزوں کو سر میں محفوظ کر لینا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! جب کلاہ کے پہلے ترک (درز) میں اسرار و انوار (الٰہی) اور دوسرے میں محبت اور توکل' تیسرے میں عشق و شوق اور چوتھے میں رضا اور تسلیم پوشیدہ ہے تو پھر لوگ اپنے کو اس نعمت سے کیوں محروم کرتے ہیں' اور جب پہنتے ہیں تو پھر اس کا حق کیوں نہیں ادا کرتے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! ایک روز ایک درویش! میرے پاس آیا۔ اس مجلس میں میرے ساتھ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اور طاقیہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ طاقیہ دوست کا مونس اور حق کے عشق و محبت میں سواری ہے۔ پس اس راہ میں عاشق حقیقی وہ شخص ہے جو اس طاقیہ کی قدر جانے پھر یہ رباعی پڑھی:۔

در طاقیہ فقر و زہد شوق است ہمہ
اسرار جمال دوست ذوق است ہمہ
چوں بر سر خود بنہادی آں مونس دوست
مے سوز عشق او کہ شوق است ہمہ

طاقیہ میں فقر، زہد اور شوق سب کچھ ہے، دوست کے جمال کا اسرار اور ذوق
سب کچھ ہے۔
اس کی بنیاد دوست کی غم خواری ہے، اس کے عشق میں جل جاؤ کہ عشاق
یہی کرتے ہیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ سلوک اولیاء میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ صاحب کلاہ کلاہ کے پہننے میں جس قدر بندگی، عبادت اور مجاہدہ کرتا ہے اسی قدر خدائے عزوجل کی رحمت کا سایہ اس کے اوپر رہتا ہے۔ طاقیہ رحمت کا سائبان ہے اور کل قیامت کے دن جب صاحب طاقیہ اٹھے گا تو وہ طاقیہ اس کے اور دوزخ کی آگ کے درمیان پانچ سو سال تک چلنے کی مسافت کے انداز سے پردہ ڈال دے گا۔ س کے بعد حضرت نے ایک قصہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک خدارسیدہ بزرگ سے سنا ہے کہ لوگ جب تک کلاہ نہیں پہن لیں گے یا پیر کا ہاتھ نہ پکڑیں گے اور کلاہ کے پہننے میں بہت زیادہ مجاہدہ نہیں کریں گے خدا تک نہیں پہنچیں گے۔

دین و دنیا کی سعادت

پھر حضرت نے فرمایا کہ خواجہ ابراہیم ادہمؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ دین و دنیا کی سعادت کس چیز میں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ دین و دنیا کی سعادت طاقیہ کے نیچے رکھی گئی ہے جو شخص اس کو پہنے گا اور اس کا حق ادا کرے گا وہ گویا دین و دنیا کی سعادت حاصل کرے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ ایک صاحب طاقیہ ایک مرتبہ رضائے حق کے خلاف کسی کام میں مشغول ہوا، اس کام کے ختم ہونے کے بعد ہاتف نے آواز دی کہ اے دعویٰ کرنے والے رسول علیہ السلام کے کلاہ کو پہن لینے کے بعد تم اس طرح کی حرکت کر رہے ہو، اس کام سے باز آ جاؤ یا اپنی کلاہ ان لوگوں کے حوالہ کر دو جو اس کا حق ادا کرنے والے ہوں تا کہ وہ لوگ اس کے حق کا خیال رکھیں جیسے ہی کہ اس نے ہاتف کی یہ آواز سنی اس برے کام سے توبہ کر کے وہ ہمیشہ کے لیے اس کام سے رک گیا اور خانہ کعبہ جا کر چالیس برس تک وہاں معتکف ہو گیا جب اس نے انتقال کیا تو اس کا مدفن وہیں مکہ میں ہوا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان

مبارک سے میں نے سنا ہے کہ درویش لوگوں کو کلاہ اس وقت تک نہ دے جب تک کہ رضائے حق کی یہ چار چیزیں خود اپنے اندر نہ پالے' پہلے یہ کہ سجادہ پر سے سوائے قضائے حاجت کے اور کسی وقت نہ اٹھے' اور اپنے عبادت خانہ کو اس وقت تک نہ کھولے جب تک کوئی خاص بات عالم غیب سے نہ ظاہر ہو' دوسرے جب کوئی آنے والا مرید ہونے کی نیت سے آئے اور کلاہ طلب کرے تو جب تک اس کا ظاہر و باطن معرفت کی روشنی سے منور نہ دیکھ لے' کلاہ اس کو عطا نہ کرے تیسرے اپنے جماعت خانہ میں علم کا سلسلہ جاری رکھے اور جب کوئی شخص اس سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھے وہ فوراً اس کا جواب دے اور کتاب وغیرہ کا حوالہ دے کر نہ ٹالے۔ چوتھے اس کو کہیں کی ولایت مل چکی ہو۔ اس کے بعد جب کوئی شخص اس کا مرید ہو تو اس کا ہاتھ پکڑ کر خدا کے سپرد کر دے' لیکن ولایت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے انتقال کے بعد سجادہ کسی کو دے دے اور حوالہ کر دے اور اگر نہ دے تو اپنے ساتھ لے جائے۔

جیسے ہی کہ شیخ الاسلام اس حرف پر پہنچے ظہر کی نماز کے لئے اذان ہو گئی' وہ اٹھ گئے اور گھر کے اندر تشریف لے گئے' اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

تیرہویں فصل

درویشی

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ مولانا محمد صوفی، خواجہ عزیز درویش مولانا یحیٰ غریب، شیخ بدرالدین غزنوی، شیخ جمال الدین ہانسویؒ شیخ جمال الدین عرف غریب، شیخ علاؤ الدین درویش اور دوسرے عزیزان بھی مجلس میں موجود تھے۔ درویشی پر گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! درویشی وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئی کیونکہ انہوں نے اپنی خوشی سے فقر قبول کیا اور کمبل پہنا۔ جب انہوں نے کمبل پہنا تو حجاب عظمت سے آسمان اوّل تک کے تمام فرشتوں کو کمبل پہننے کا حکم ہوا۔ فرشتوں نے کمبل پہننے کے بعد سر بہ سجود ہو کر عرض کیا کہ خداوندا! ہم لوگوں کو آگاہی فرما کہ کس نیک بخت بندہ اور اپنے دوست کے لیے تو نے ہم لوگوں کو کمبل پہننے کا حکم دیا ہے حکم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت میں جو ہمارے حبیب ہیں اور جنہوں نے آج درویشی قبول کر کے کمبل پہنا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درویشی قبول نہ فرماتے تو درویشی کی برکت اس دنیا میں نہ ہوتی اور کوئی بھی یہاں باقی نہ رہتا سب لوگ ختم ہو جاتے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! جب حضرت عیسیٰ صلوات اللہ علیہ نے خدا سے درخواست کی کہ خداوندا! دنیا اور دنیا والوں میں استقامت اور پائیداری کس چیز سے ہے حکم ہوا کہ درویشوں کے قدم سے۔ کیونکہ اگر درویش لوگ دنیا میں نہ ہوتے اور یہ خطہ زمین ان کو قبول نہ کرتی تو دولت مندوں کو میں اپنے قہر سے نیچے دھنسا دیتا اور سب کو ختم کر دیتا۔

درویشوں کی صحبت

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! درویشوں کی صحبت البتہ صحبت ہے۔ چنانچہ جس روز شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے جماعت خانہ میں کوئی درویش نہیں آتا تو وہ فرماتے آج میں نعمت سے محروم رہا کیونکہ کوئی درویش نہیں آیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام وارد ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے کہلا بھیجا ہے کہ اے میرے حبیب! آپ فقراء کو دوست رکھیں ان کو اپنے نزدیک رکھیں ان لوگوں سے شفقت کریں اور ان لوگوں کے ساتھ رہیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! حدیث شریف میں آیا ہے کہ درویش صابر کی دو رکعت نماز تونگر شاکر کی سات رکعت نماز سے زیادہ افضل ہے اور شاکر تونگر وہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں اس کو ملے سب خدائے تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! حضرت سلیمان صلوات اللہ وسلامہ کا طریقہ تھا کہ جب افطار کا وقت ہوتا مسجد میں پھرتے جس جگہ کوئی بھوکا درویش بیٹھا ہوتا اسی کے ساتھ بیٹھ کر افطار کرتے اور پھر چلے جاتے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! کل قیامت کے دن درویشوں سے معذرت کی جائے گی اور تونگروں سے حساب لیا جائے گا۔

درویشوں سے بھلائی کا صلہ

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے میں نے سنا ہے کہ کل قیامت کے دن درویشوں کو حکم ہوگا کہ ترازوئے صراط کے نزدیک جا کر دیکھو اگر کسی شخص نے دنیا میں تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے تو ہم تم کو اختیار دیتے ہیں کہ اس کو ترازو گاہ سے واپس ہٹا کر اپنے

ساتھ بہشت میں لے جاؤ۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! کل قیامت کے دن ایک آدمی کو بلا کر نماز روزہ حج وغیرہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ جب پوچھ گچھ ختم ہو جائے گی تو یکا یک عذاب کے فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اُس آدمی کو دوزخ میں لے جاؤ وہ آدمی گڑگڑانے لگے گا کہ خداوندا! دنیا میں میں نے بہت سے اچھے کام کیے ہیں کس گناہ کی پاداش میں مجھ کو دوزخ میں پہنچایا جا رہا ہے۔ حکم ہو گا کہ دنیا میں درویشوں سے تو نے منہ پھیرا تھا ہم بھی آج تجھ سے منہ پھیر لیتے ہیں اور تیری عبادت تیرے ہی منہ پر مارتے ہیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! اسی کے ساتھ ایک دوسرے آدمی کو بھی حاضر کیا جائے گا جس کے بارے میں فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اس کو بہشت میں لے جاؤ۔ اس آدمی کو بڑی حیرت اور تعجب ہو گا کہ میرا یہ نصیبہ کہاں سے ہوا۔ حکم باری تعالیٰ ہو گا کہ اے فلاں! اگرچہ دنیا میں تو بہت گناہ کرتا تھا لیکن چونکہ تجھ کو جو پیسے ملتے تھے اس کو درویشوں کی محبت میں ان لوگوں پر خرچ کر دیتا تھا پس درویشوں کی دُعاء کی برکت سے تجھے نجات مل گئی اور حقیقت یہ ہے کہ درویشی کی نعمت سے کوئی چیز بڑی نہیں ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ رات میں فاقہ رہنا پڑتا ہے اور وہی رات درویشوں کی معراج ہے۔ کیونکہ معراج الفقراء لیلۃ الفاقۃ یعنی فقراء کی معراج فاقہ والی رات ہے۔

درویشوں کا فیضان

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! اگر شہروں اور مقامات پر درویشوں کی برکت نہ ہو تو وہ شہر اور مقامات ویران اور نابود ہو جائیں۔ لہٰذا دنیا میں جو آبادیاں ہیں وہ سب درویشوں کے قدم مبارک کی برکت سے ہیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اے موسیٰ اگر درویشوں کی دُعاء شامل نہ ہوتی تو گنہگاروں سے بھری دُنیا اور شہروں کو ہم نیست و نابود کر دیتے۔ لیکن درویشوں کے قدم کی برکت اور ان کے دم سے دُنیا قائم ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! خدا نہ کرے کہ درویش کسی شہر سے دلگیر اور دل گرفتہ ہو' کیونکہ اس سے اس شہر کی خرابی لازم ہے اور ان کی رنجش اور دل گرفتگی کے باعث شہر ویران ہو جائے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! شیر خان ملتان کا حاکم تھا۔ مجھ پر اس کو اتنا اعتقاد نہ تھا میں نے اس کو ئی مرتبہ سمجھایا کہ درویشوں سے کینہ رکھنا اچھا نہیں ہے اس میں ملک کی تباہی مضمر ہے۔ لیکن اس نے کوئی توجہ نہ کی۔ چنانچہ ایک مرتبہ اچھ کے اطراف میں مغل پہنچ گئے اور اس سلسلے میں صرف وہی مارا گیا اور کوئی نہیں۔

پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا

درویش بشہر نبودے اگر مقام
گشتی سراسر ایں ہمہ عالم خراب حال

درویش کا اگر شہر میں مقام نہ ہوتا' تو یہ تمام عالم بالکل ویران اور خستہ حال ہو جاتا۔

شہروں کی ویرانی کے اسباب

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب حق سبحانہ تعالےٰ کسی شہر مقام یا محلّہ کو ویران کرنا چاہتا ہے یا قحط سالی کی آفت نازل کرنا چاہتا ہے یا وہاں کے لوگوں کو پریشان حال اور پریشان روز گار کرنا چاہتا ہے تو پہلے وہاں سے مشائخ اور علماء کو ہٹا لیتا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! لاہور کی ویرانی اس طرح ہوئی تھی کسی زمانے میں وہاں بھی اسی طرح کا معاملہ ہوا تھا۔ مشہور ہے کہ اس شہر میں درویش بدھی نام کے ایک بزرگ رہتے تھے' جو تارک الدنیا تھے' جس روز کہ مغل اس شہر میں داخل ہونے والے تھے انہوں نے جمعہ کی نماز مسجد میں آ کر ادا کی اور عوام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے مسلمانو! ہم تمہارے شہر سے جا رہے ہیں' کسی شخص نے ان سے نہیں پوچھا کہ حضرت آپ کیوں تشریف لے جا رہے ہیں بلکہ اور دل میں خوش ہوئے کہ اچھا ہوا کہ یہ درویش جا رہے ہیں' جب وہ بزرگ اس شہر سے روانہ ہو گئے تو چند ہی روز کے بعد مغلوں کا حملہ ہوا اور ان لوگوں نے اس شہر اور دیار کے تمام لوگوں کو قید کر لیا اور لاہور کو ویران کر کے واپس لوٹ گئے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! تمہیں معلوم ہے کہ جب کسی شہر سے مشائخ اور

علماء کا انتقال ہوتا ہے تو آسمان پر تمام فرشتے ان کی وفات پر روتے ہیں پس حقیقت یہ ہے کہ جس شہر میں درویش نہیں ہیں اس مقام کی خیریت نہیں ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! ایک مرتبہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک درویش کے سرہانے پہنچے' وہ درویش سویا ہوا تھا' انہوں نے اس کو جگا کر کہا کہ اٹھو' خدا کی عبادت کرو' اس درویش نے جواب دیا کہ میں خدا کی عبادت کر چکا ہوں۔ عبادتوں میں سب سے اچھی عبادت ۔۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے پوچھا وہ کون سی عبادت ہے' درویش نے جواب دیا دُنیا اور دُنیا والوں سے کنارہ کشی۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! نص کلام اللہ میں آیا ہے عن اللہ تعالی بقلیل من عمل پھر فرمایا کہ جو شخص دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور اپنے پیچھے درہم اور دینار سے کچھ نہیں چھوڑتا ہے تو وہ مسکین ہے اور اس کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے اونی الجنة اعتق من

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ ایک سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز مانگی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہیں تھا وہ سائل محروم واپس گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال گزرا کہ دنیا ہی سب کچھ ہے کیونکہ اس کا طالب کسی (دنیادار) کے پاس سے محروم نہیں جاتا ہے' جیسے ہی یہ خیال دل میں گزرا فوراً حضرت جبریل علیہ السلام وارد ہوئے اور دین و دنیا کے تمام خزانوں کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ کر کہا کہ اے رسول اللہ! اللہ کا ارشاد ہے کہ ان سب کو آپ خرچ کیجیے آپ سے ان کا کوئی حساب کتاب بھی نہیں لیا جائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا' بھائی جبریل! جس نے کہ اپنی خوشی سے درویشی کو قبول کیا ہو وہ دُنیا کو لے کر کیا کرے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! خواجہ عالم سرور کائنات کا اس سے مقصد وہی تھا جو انہوں نے اس حدیث شریف میں فرمایا ہے:۔ الدنیا مزرعة الاخرة. یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے' اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ سخاوت اور بخشش کا دانہ جو دنیا میں بوئے گا یعنی صدقہ کرے گا کل قیامت کے

دن جو اس نے بویا ہے وہ کاٹے گا۔ حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جو انسان بوتا ہے وہ کاٹتا ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی درویشی

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! درویشی وہ تھی جس کو شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ برتتے تھے یعنی صبح سے شام تک جو بھی آنے والا یا جانے والا ان کی خانقاہ میں وارد ہوتا تھا بغیر کچھ کھائے نہیں جاتا تھا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک درویش تھے جن کے بارے میں شیخ سعید تبریزیؒ کہتے ہیں کہ وہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ تھے' ان پر اکثر فاقہ کی کیفیت ہوتی رہتی تھی اور وہ کسی شخص سے کچھ قبول نہیں کرتے تھے' ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ تین روز تک ان کی خانقاہ میں خوردو نوش کا کوئی سامان میسر نہیں ہوا' وہ اور ان کے ساتھی تربوز سے افطار کرتے رہے اور وقت گزارتے رہے' چنانچہ اس شہر کے حاکم کو اس کی خبر ملی' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کوئی چیز قبول نہیں کرتے۔ اس نے کچھ نقد بھیجا کہ ان کے خادم کو دے دیا جائے اور وہ تھوڑا تھوڑا ان کی ذات پر خرچ کرے گا۔ دربان نے حسب الحکم روپیہ خادم کو دے دیا اور ہدایت کی کہ جیسے مناسب سمجھو خرچ کرو اور شیخ سے مت کہو کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ خادم نے پوشیدہ رکھنا مناسب نہیں سمجھا اور خدمت اقدس میں عرض حال کر دیا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اس روپیہ کا لانے والا شخص کس طرح آیا اور اس کا قدم کہا کہاں پڑا۔ خادم نے نشان دہی کی کہ وہ ایسے آیا اور اس جگہ پر اس نے قدم رکھا۔ شیخ نے حکم فرمایا کہ جس جس جگہ پر اس کا قدم پڑا ہے اس جگہ کی مٹی کو کھود کر باہر نکال لو اور اس مٹی کے ساتھ خادم اور روپوں کو بھی باہر نکال دیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر ایک مرتبہ چھ روز بغیر کھانا کھائے ہوئے گزر گئے۔ ان کے تمام گھر والے بھی فاقہ سے تھے۔ الغرض چھ روز کے بعد کچھ کھانا میسر آیا۔ انہوں نے جیسے ہی کھانا چاہا ایک سائل ان کے سامنے آ گیا اور سوال کیا کہ مجھ پر آج سات روز سے فاقہ ہے خدا کی محبت میں کچھ دے دیجیے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فوراً تمام کھانا اپنے

اور اپنے لڑکوں کے سامنے سے اٹھا کر اس کو دے دیا اور فرمایا کہ اس پر سات روز کا فاقہ گزر گیا ہے زیادہ بہتر ہے کہ خود ہم لوگ نہ کھائیں اور اس کو دے دیں' پھر فرمایا کہ درویشی یہ تھی جوان لوگوں نے کیا' اسی لیے درویش جب مراقبہ میں سر جھکاتا ہے تو وہ ہیژدہ ہزار عالم کو سامنے دیکھتا ہے اور جب قدم زمین پر مارتا ہے تو عرش سے فرش تک گزر جاتا ہے اور یہ بڑا مرتبہ ان ہی درویشوں کا ہے پھر یہ دو مصرعے زبان مبارک سے ادا فرمائے

چو درویش در عشق گردد فرود
بیک دم سراز عرش بالا کند

جب درویش عشق میں نیچے اتر آتا ہے' تو یکبارگی اس کا سر عرش سے بھی اونچا ہو جاتا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! عاشقوں کے دل تمام وقت عظمت کبریا کے پردے میں طواف کرتے رہتے ہیں' اگر دنیا والوں کو اس نعمت میں سے کچھ ملے جو درویش اور عشاق کے دلوں کو نصیب ہے تو دُنیا والے نابود ہو جائیں' کیونکہ ہمہ دم انوار تجلی اور اسرار الٰہی ان کے دلوں پر بٹتے رہتے ہیں اور یہ لوگ اسی میں مستغرق رہتے ہیں۔

جیسے ہی کہ حضرت شیخ الاسلام نے یہ فوائد تمام کیے۔ وہ اٹھ گئے اور اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

چودھویں فصل

دنیا کی محبت اور عداوت

دنیا پرستوں کی اقسام

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے' مولانا بہاء الدین بخاری' مولانا شہاب الدین غزنویؒ شیخ برہان الدین ہانسویؒ مولانا بدرالدین اسحاق اور کچھ فقرا مجلس میں موجود تھے' محبت اور عداوت پر بات ہو رہی تھی' حضرت شیخ الاسلام کی زبان مبارک سے نکلا کہ اے درویش! لوگ تین قسم کے ہیں ایک تو وہ جو دنیا کو دوست رکھتے ہیں' اور ہمیشہ اسی کی یاد میں رہتے ہیں' اور اس کی طلب میں ڈوبے ہوئے ہیں' دوسرے وہ جو دنیا سے دشمنی رکھتے ہیں اور اس کا ذکر محبت سے نہیں بلکہ عداوت سے کرتے ہیں' اور تیسرے وہ جو نہ دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور نہ دشمن سمجھتے ہیں اور اس کا ذکر نہ محبت ہی سے کرتے ہیں نہ عداوت سے اور یہ تیسری قسم کے لوگ ان دونوں قسم سے بہتر ہیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حضرت رابعہ بصریؒ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور ادب سے بیٹھ گیا' اور دُنیا کو بہت برا بھلا کہنے لگا۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا کہ اے شخص تم واپس چلے جاؤ اور دوبارہ میرے پاس نہ آنا' کیونکہ تم دُنیا کے دوست معلوم ہوتے ہو جب ہی تو اس کا تذکرہ بہت زیادہ کر رہے ہو۔

پھر حضرت نے ترک دُنیا کے سلسلے میں ایک قصہ بیان فرمایا۔ کہ کہرام کے اطراف میں ایک بزرگ تھے ان کو لوگ شیخ بدنی کہتے تھے۔ وہ بہت بڑے تارک الدنیا تھے۔ زندگی بھر

انہوں نے نیا کپڑا نہیں پہنا اور اگر کوئی شخص دُنیا یا دُنیا والوں کی بات ان کے سامنے کرتا تو پھر اس کو دوسری مرتبہ اپنے سامنے آنے کی اجازت نہیں دیتے اور فرماتے یہ دُنیا کا عاشق ہے اسی لیے اپنے معشوق کو دوسروں کے قبضہ میں دیکھ کر بہت زیادہ اس کا ذکر کرتا ہے' الغرض وہ درویش نماز بہت پڑھتے تھے اس درمیان میں ایک عزیز نے عرض کیا کہ اگر پیر دُنیادار بھی ہو تو اس کو چاہیے کہ مریدوں کو دُنیا کی محبت سے روکے اس پر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! اگر وہ منع کرے گا تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا اس لیے کہ قال[1] آسان ہے اور حال[2] مشکل ہے' اور پند و نصیحت قال کی زبان سے اثر نہیں کرتا۔

حضرت بایزیدؒ کا ارشاد

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ بایزید قدس اللہ سرہ العزیز سے لوگوں نے پوچھا کہ بعض لوگ دُنیا اور دُنیا والوں کا ذکر بہت کرتے ہیں' آخر اس میں کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ لوگ دُنیا کے دوست ہیں جب اپنے معشوق کو دوسروں کے قبضہ میں دیکھتے ہیں تو اپنی محبت سے بے قرار ہو کر ضرور اسی کو یاد کریں گے اور دن رات اس کا تذکرہ کریں گے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے لوگوں نے پوچھا کہ دنیا کیا ہے اور کیسی جگہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ دنیا مردار سے بھری ہوئی ہے اور اس کا طلب گار کتا ہے' اور دنیا کو سوائے منافق کے اور کون چاہے گا اس لیے دنیا منافقوں کی جگہ ہے۔

جاہ و منزلت کی طلب

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! جب تم دیکھو کہ درویش دنیا اور اس کے جاہ و منزلت کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو یقین کے ساتھ جان لو کہ وہ ابھی تک گمراہی کے صحرا میں بھٹک رہا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:

---

[1] صرف منہ سے کہنا [2] عمل کر کے دکھانا

اے درویش! ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ مرتبہ اور بزرگی کہاں سے حاصل کی؟ انہوں نے جواب دیا: کہ دنیا کو تین طلاق دینے کے بعد مجھ کو یہ مقام اللہ نے بخشا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! کوئی شخص جس قدر دُنیا کو دوست رکھتا ہے اسی قدر عقبٰی سے دُور ہوتا جاتا ہے پس بندے اور مولےٰ کے درمیان دُنیا کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ **اصل کل فتنة و حجاب بين الله تعالى و بين عبده كما قال عليه السلام طالب الدنيا لايكون لنا للمولى.**

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جس چیز کو حق سبحانہ تعالےٰ دشمن رکھے یعنی ناپسند کرے تم کو بھی چاہیے کہ اس کو ناپسند کرو اور اس کی محبت یا عداوت کسی چیز کا ذکر کسی کے سامنے نہ کرو۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جس روز سے کہ حق تعالیٰ نے دُنیا کو پیدا کیا ہے ہمیشہ اس پر کڑی نگاہ رکھی ہے۔ پس اے درویش! وہ شخص نادان ہے جو ایسی چیز کو دوست رکھتا ہے جس کو خدائے تعالےٰ نے دشمن سمجھ رکھا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی بندگی

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جو خدائے تعالیٰ کی بندگی کرتا ہے دُنیا اس کی خدمت میں لگی رہتی ہے اور جو دُنیا کی بندگی کرتا ہے بلا اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے پھر فرمایا کہ جو خدائے تعالیٰ سے جتنا زیادہ غافل ہوگا وہ دُنیا میں اتنا ہی زیادہ لپٹا ہوا ہوگا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا ہے کہ دُنیا میں تین کام بہت اچھے ہیں پہلے دُنیا کو پہچان لینا اور پھر اس سے ہوشیار رہنا دوسرے حق تعالیٰ کی بندگی کرنا اور ادب کا لحاظ رکھنا تیسرے آخرت کا آرزومند رہنا اور اس کا طالب رہنا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! اس آخرت کی راہ میں مردوہ ہے جوان تین چیروں کو کر لے' پہلے تو یہ کہ دُنیا سے اپنے کو باز رکھے' دوسرے یہ کہ قبل اس کے لوگ اس کو قبر میں رکھیں وہ اپنی قبر خود تعمیر کرے' تیسرے یہ کہ خدا کو دیکھنے سے پہلے اس کی خوشنودی اور رضا کا سامان کرے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حلقہ میں لکھا ہے کہ کل قیامت کے دن دنیا کو دُوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس لیے نہیں کہ اس کو تکلیف ہو کیونکہ اس کا تو کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ اس کو اس لیے دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ دنیا والے اس کو دیکھیں اور افسوس کریں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ میں غزنین میں تھا' وہاں ایک بزرگ سے میری ملاقات ہوئی جو حد درجہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ میں ان کی صحبت میں چھ مہینے رہا اور اس مدت میں میں نے کبھی بھی ان کو اپنی زبان سے دُنیا کا ذکر کرتے نہیں سنا' بلکہ صبح سے شام تک وہ ہر وقت گریہ و زاری کرتے رہتے تھے۔ میں نے ان سے اس قدر گریہ وزاری کا سبب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ کم وبیش تیس برس ہوئے ایک مرتبہ ایک شخص میرے پاس آیا اور دُنیا کا قصہ اور بات کرنے لگا' میں بھی موقع کے لحاظ سے اس کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے فقیر یہ دُنیا کی باتیں ہو رہی ہیں یا میرا ذکر ہو رہا ہے۔ اس روز سے آج تک شرم کے مارے روتا رہتا ہوں کہ کل قیامت کے دن یہ چہرہ کس طرح دکھاؤں گا۔

موت کی یاد

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! سلوک میں ہے کہ اکثروا ذکر ھادم النفس وھادم اللذات. یعنی لذتوں کو برباد کر دینے والی شئے یعنی موت کو بہت زیادہ یاد کیا کرو پس جو شخص موت کو اپنی آنکھ کے سامنے رکھے گا یعنی اس کو بہت یاد کرے گا وہ ہمیشہ خدا کی خوشنودی میں لگا رہے گا اور جو کہ موت سے غافل رہے گا وہ دنیا کی دوستی اور اس کی یاد میں مشغول رہے گا اور اس پر عبادت الٰہی مشکل اور معصیت آسان ہو جائے گی۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ تمام برائیوں کو ایک گھر میں جمع کیا گیا ہے اور وہ گھر دُنیا ہے جس شخص کے لئے اللہ نے اس کو پھیلا دیا اور اس کی محبت اس کے دل میں ڈال دی تو گویا اپنے سے اس کو دُور کر دیا' اور جس پر دنیا تنگ کر دی گئی ہو تو جان لو کہ وہ حق تعالیٰ سے نزدیک ہو گیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! دنیا میں روزانہ پانچ مرتبہ آواز دی جاتی ہے کہ اے دنیا میرے دوستوں کے لیے تو تلخ ہو جا تا کہ یہ لوگ تجھ کو اچھی نظر سے نہ دیکھیں اور اپنے طالبوں کے لیے شیریں ہو جا کہ یہ لوگ بہت زیادہ تجھ کو یاد کریں اور ان میں اپنی چاٹ پیدا کر دے کہ ان کو تجھ میں مزا آنے لگے اور پھر وہ آفت و مصیبت میں پھنس جائیں گے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! خواجہ عبداللہ مبارک ہمیشہ تجرید میں رہتے تھے اور جو شخص ان کے پاس جاتا محروم نہیں لوٹتا اور اِن بزرگ کا ایک طریقہ تھا کہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وہ مریدوں کے حجرے میں گھومتے اور ان میں سے کسی کے پاس کھانا پانی بچا ہوا ہوتا تو فرماتے کہ یہ فقراء اور محتاجوں کو دے دو اور پانی بھی ہٹا دو کیونکہ یہ درویشی نہیں ہے کہ کل کے لئے کوئی چیز بچا کر رکھی جائے' اور وہ بزرگ اپنے مریدوں یا غیر مریدوں میں سے کسی کو دُنیا کا تذکرہ کرتے دیکھتے تو اس کو خانقاہ سے باہر کر دیتے اور اپنے پاس نہیں آنے دیتے۔ وہ بزرگ مال و متاع بھی رکھتے تھے اور انہوں نے بیت المال کے حساب کتاب کے لیے ایک شخص کو مقرر کر رکھا تھا' بیت المال میں جو مال آتا اس شخص کو حوالہ کر دیتے کہ وہ لکھ لے' حساب کتاب سے ان کو کوئی تعلق نہیں تھا' وہ فرماتے تھے کہ اتنی دیر بھی میں دُنیا میں کیوں مشغول ہوں۔

سلطان شمس الدینؒ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی خدمت میں

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ سلطان شمس الدین شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں کئی تھیلیاں دینار اور سیم وزر لے کر پہنچا۔ جیسے ہی کہ آنے والا خواجہ کی خدمت میں آیا خواجہ نے فرمایا کہ ان تھیلیوں کو واپس لے جاؤ اور بادشاہ سے کہنا کہ میں آپ کو دوست جانتا تھا لیکن آپ تو دشمن نکلے' جس چیز کو کہ حق تعالیٰ دشمن سمجھتا ہے اور ناپسند فرماتا ہے آپ

اس کو اس کے دوستوں کے پاس بھیجتے ہیں' یہ کہاں کی دوستی ہے جو آپ کر رہے ہیں' دولت کے لینے والے بہت ہیں ان لوگوں کو دیجیے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! خواجہ شریف زندنی جو کہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر تھے' چالیس سال تک لوگوں سے کنارہ کش ہو کر خراسان میں معتکف ہو گئے' اس چالیس سال میں ان کی قوت نے بالکل جواب دے دیا۔ اس دوران میں جو کوئی ان کی زیارت کے لیے جاتا خادم ساتھ ہوتا اور آنے والے کو کہتا کہ اگر آپ زیارت کرنے کے لئے آئے ہیں تو ہرگز ان کے سامنے دُنیا کا ذکر نہ کیجیے گا' الغرض ایک روز اس شہر کا حاکم درویشوں کے لیے روپیہ لے کر خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ادب سے بیٹھ گیا اور اس خدمت کا ذکر موقع سے خواجہ سے کیا۔ خواجہ نے مسکرا کر فرمایا کہ اے خدا کے دشمن مجھ سے تم کو کب کی دشمنی تھی کہ خدا کے دشمن اور ناپسندیدہ شئے کو میرے پاس لے آئے ہو' یہ تم نے میرے ساتھ کوئی دوستی نہیں کی ہے' واپس لے جاؤ اور اس کے چاہنے والوں کو دے دو' اتنا کہنے کے بعد خواجہ جس چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے' تھوڑا اٹھا کر حاکم سے فرمایا کہ دیکھو کیا ہے' حاکم اور اس کے لوگوں نے ادھر نظر کیا تو دیکھا کہ زر و دینار کی نہر رواں ہے' وہ لوگ فوراً خواجہ کے قدموں پر گر گئے اور بہت معافی مانگی' خواجہ نے فرمایا کہ اے کم ہمت' جس شخص کے پاس دوست کا اتنا زیادہ خزانہ موجود ہو وہ ان چند پیسوں پر کس طرح نظر ڈالے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں ایک شخص آزمانے کی نیت سے آیا اور کہا کہ دینار اس کے سامنے خود بخود آجائے اور خواجہ جہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں وہاں پر دودھ کی نہر جاری ہو جائے تب ہم جانیں خواجہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا خدا کے دوستوں کو دشمن بنا کر خدا کو تلاش کرتے ہو' پھر فرمایا کہ جب تمہارے دل میں یہ بات آ ہی گئی ہے تو جس اینٹ پر تم بیٹھے ہوئے ہو اس کو اٹھا لو جب وہ اینٹ اٹھائی گئی تو وہ اشرفی کا ڈھیر ہو گیا۔ پھر خواجہ نے کہا کہ اس کو لے جاؤ وہ تمہارا حصہ ہے' جیسے ہی کہ اس نے اس کو لیا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ دودھ اور چاول بھی موجود ہے اور وہ تمہارے سامنے ہی ہے کھاؤ' اس شخص نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ دودھ کی نہر اور چاول موجود ہیں وہ واپس ہو گیا۔

خواجہ قطب الدینؒ کی کرامت

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ راستہ سے گزر رہے تھے' ایک مسجد تعمیر ہو رہی تھی ایک شہتیر لوگ اوپر لے جا رہے تھے جو اور دوسرے شہتیروں کی بہ نسبت دو گز چھوٹا تھا۔ تمام لوگ عاجز تھے کہ کیا کیا جائے' اتفاق سے اسی وقت خواجہ ان لوگوں کے پاس پہنچ گئے' فرمایا کہ جب اوپر لے جاؤ تو ہمیں خبر کرو' جب شہتیر اوپر پہنچ گیا تو خواجہ نے دیوار پر آ کر اس شہتیر کو کھینچا' وہ دیوار سے بھی بڑھ گیا' اور وہ لکڑی آج تک دیوار سے باہر نکلی ہوئی ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خواجہ محمد چشتیؒ جو خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر تھے' زیادہ تر عالم تحیر میں ہی رہتے تھے تیس سال گزر گئے تھے کہ ان کا پہلوئے مبارک زمین سے نہیں لگا تھا اور اس درمیان میں مجاہدہ بھی فرماتے رہتے تھے' چنانچہ ایک ایک دو دو سال ہو جاتے کہ وہ روٹی اور پانی سے واسطہ نہیں رکھتے' رات کو نماز معکوس میں مشغول رہتے یعنی گھر کے اندر ایک کنواں تھا جس میں اُلٹا اپنے کو لٹکا دیتے اور نماز پڑھتے۔ الغرض ایک روز وہ دجلہ کے کنارے خرقہ بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے بغداد کا ایک رئیس زادہ اپنے گھوڑے پر اس جگہ سے گزر رہا تھا' اس نے جب حضرت خواجہ کو اس جگہ دیکھا تو فوراً گھوڑے سے اتر کر حاضر خدمت ہوا اور ادب سے سر جھکا کر بیٹھ گیا پھر اس رئیس زادہ نے حضرت خواجہ سے کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی کی سلطنت میں کوئی بوڑھی عورت رات کو فاقہ سے سو جائے تو کل قیامت کے دن اپنا انصاف لینے کے لیے اس حاکم کا دامن پکڑے گی' اور جب تک انصاف نہ لے لے گی نہ چھوڑے گی' اتنا کہنے کے بعد اس رئیس زادہ نے جو کچھ روپیہ خدمت کے طور پر لایا تھا خواجہ کے سامنے پیش کیا' خواجہ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ ہمارے پیروں کا طریقہ نہیں رہا ہے کہ خدا کے دشمن کو قبول کیا جائے' یہ سب سامنے سے لے جاؤ' اور جو اس کے حاجت مند ہیں ان لوگوں میں تقسیم کر دو' پھر ایک درم اتفاق سے دجلہ میں گر گیا۔ خواجہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ خداوندا! جو کچھ تو اپنے بندوں کو دکھلاتا ہے اس کو بھی دکھلا دے اور وہ درم واپس کر دے' اسی وقت دریا کی مچھلیوں کو حکم ہوا' یکایک پانی کی تہہ سے درم منہ میں لیے ہوئے مچھلی اوپر آ گئی' وہ امیر زادہ قدموں پر گر گیا' اور بولا بے شک ان اللہ والوں کی طاقت ہے'

پھر خواجہ نے مچھلیوں سے مخاطب ہو کر کہا میرا وہی درم لاؤ' مچھلی نے وہی درم خواجہ کے پاس لا کر رکھ دیا' پھر خواجہ نے امیر زادہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عزیز! جس کے مالک کے گھر میں اتنی دولت ہو وہ دوسروں کے زر و مال کا کیا محتاج ہو سکتا ہے' اسی فائدہ کے بعد حضرت شیخ الاسلام اٹھ کر اندر چلے گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

پندرہویں فصل

مریدوں کی عقیدت مندی

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے، شیخ جمال الدین ہانسویؒ مولانا نظام الدین بدایونی، شمس دبیر، مولانا شمس الدین بخاری، شیخ بدرالدین غزنویؒ شیخ نجم الدین سنامی اور کئی دوسرے چشتیہ خانوادہ کے درویشان بھی مجلس میں موجود تھے۔ مریدوں کے عقیدہ کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔

مرشد سے عقیدت

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جس مرید کو اپنے پیر سے حسن عقیدت نہیں ہے، وہ مرید نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ امیر المومنین عمر خطاب اور عبداللہ رضی اللہ عنہم نفل پڑھ رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ضروری کام سے ان لوگوں کو آواز دی چونکہ یہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے، ان لوگوں نے جواب نہیں دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول خدا نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو پکارا تھا کیا تم لوگوں نے نہیں سنا، ان لوگوں نے جواب دیا:۔ اے رسول اللہ ہم لوگ نماز پڑھ رہے تھے، اسی وجہ سے جواب نہیں دیا۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے دوستو! جس وقت خدا کے رسول تم کو آواز دیں اگر تم لوگ نفل نماز پڑھ رہے ہو تو نماز کو چھوڑ کر میری آواز کی طرف متوجہ ہو۔ اس لیے کہ میرے پکارنے

پر تمہارا جواب دینا تمہاری نماز سے زیادہ افضل ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ شیخ علی سنجری نام کے ایک درویش نماز پڑھ رہے تھے' حضرت شیخ نے ان کو آواز دی' شیخ علی سنجری نے نماز چھوڑ کر فوراً جواب دیا: ''حاضر ہوا شیخ'' حضرت شیخ نے پوچھا کہ نماز سے فارغ ہو کر تم نے کیوں نہیں جواب دیا' کیونکہ اس کی وجہ سے تم کو نماز چھوڑنا پڑی۔ شیخ علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ مخدوم کو جواب دینا نماز سے افضل تھا کیونکہ سلوک میں آیا ہے کہ جب پیر مرید کو آواز دے تو مرید فوراً جواب دے کیونکہ اس جواب سے ایک سال کی عبادت مرید کے نام لکھ دی جاتی ہے پس اے مخدوم جواب فوراً نہ دے کر میں اپنا نقصان کیوں کرتا۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! پیر کو اپنی ذاتی قوت دیکھنے کے بعد مرید کرنا چاہئے۔ جب کوئی شخص مرید ہونے کی نیت سے پیر کی خدمت میں آئے تو پیر کو واجب ہے کہ اس کے حسن عقیدہ کی طرف نظر کرے' اگر دیکھے کہ وہ خدا کے تمام احکام اور کاموں میں پکا نہیں ہے تو اس کو نرمی سے جواب دیدے کہ ابھی تمہارے مرید ہونے کا وقت نہیں آیا ہے واپس ہو جاؤ۔

پیر کی محبت اور عشق

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جو مرید پیر کی خدمت میں آ کر سر زمین پر رکھ دیتے ہیں تو یہ صورت ان کی خدمت بجالانے کی ہے اور مرید ہونا اور بیعت کرنا پیر کی محبت اور عشق کے مترادف ہے۔ پس پیر کی محبت اور عشق کی صورت میں سر زمین پر رکھ دینا خدمت اور عقیدت پیر میں داخل ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جب تک شیخ میں اپنی ذاتی قوت نہ ہو اس کو شیخ نہیں کہا جا سکتا ہے' اسی واسطے حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب تک شیخ مرید کے ظاہر اور باطن کو نہ دیکھ لے اس کو مرید کرنا یا کلاہ دینا مناسب نہیں ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ پتھورا کے درباریوں میں سے ایک مسلمان امیر خلوص دل کے ساتھ شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے آیا۔ خواجہ نے اس کو مرید نہیں کیا۔ وہ شخص واپس ہوکر پتھورا سے بتا کی ہوا۔ پتھورا نے دریافت کرنے کے لیے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ کیا وجہ ہے کہ شیخ نے اس کو مرید نہیں کیا۔ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ اس کو مرید نہ کرنے کی تین وجہیں ہیں اور یہ تینوں وجہیں اس کی سرشت میں داخل ہیں اور اس سے جانے والی نہیں ہیں پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ابھی اس کو بہت زیادہ گناہ کرنا باقی ہے' دوسرے یہ کہ وہ تیرے درباریوں میں سے ہے اور ہم کلاہ صرف اسی کو دیتے ہیں جو سوائے خدا کے کسی کے سامنے سر نہ جھکائے' تیسرے یہ کہ لوح محفوظ میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ وہ آخر میں دنیا سے بے ایمان جائے گا' نعوذ باللہ منہا۔ جیسے ہی یہ بات پتھورا کے کان میں پہنچی وہ بہت برہم ہوا اور کہا کہ یہ درویش تمام غیب کی بات بتاتا ہے اس کو حکم دو کہ وہ شہر سے نکل جائے جب یہ پیغام حضرت شیخ کو ملا انہوں نے مسکرا کر فرمایا اس کو کہہ دو "میرے اور تمہارے درمیان تین روز کی مہلت ہے۔" یا تم یہاں سے چلے جاؤ گی یا میں" الغرض اسی درمیان میں محمد شاہ غوری نے اجمیر پر حملہ کیا۔ پتھورا زندہ گرفتار ہوا اور اس آدمی نے جو مرید ہونے کے لیے آیا تھا اپنے کو دریا میں ڈبو کر خودکشی کرلی۔

پیر کی بددعا

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ:۔

پیر ہمیشہ دُعا گو رہتا ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! خوب خیال رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی درویش یا پیر کسی کو بددعا دے دے پھر تو وہ تمام جہان سے گر جائے گا' کہیں کا نہ رہے گا۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! میں نے خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ بیس سال میں شیخ المشائخ حضرت خواجہ معین الدینؒ کی خدمت میں رہا اور اس درمیان میں مجھے ملنے جلنے کے بہت مواقع حاصل رہے ہیں نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کسی پر خفا ہوئے ہوں سوائے ایک مرتبہ کے اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک روز وہ ایک محلہ سے

گزر رہے تھے ان کا ایک مرید تھا جس کو شیخ علی کہتے تھے‘ ایک شخص اس کو پکڑے ہوئے تھا کہ میرا روپیہ جو تمہارے ذمہ باقی ہے مجھ کو دے دو۔ حضرت شیخ ٹھیک اسی وقت وہاں آ موجود ہوئے‘ اس کو بہت سمجھایا کہ کچھ موقع دے دے لیکن وہ نہ مانا۔ حضرت شیخ کو جلال آ گیا‘ اپنی چادر مبارک کو کاندھے سے زمین پر پھینک دیا۔ وہ زمین اشرفی سے پٹ گئی‘ پھر حضرت شیخ نے اس قرض خواہ سے فرمایا کہ جتنا روپیہ تمہارا چاہیے تم اس میں سے لے لو۔ اس شخص کے دل میں لالچ آ گیا‘ اس نے زیادہ ہاتھ مارنا چاہا‘ یکا یک وہ ہاتھ خشک ہو گیا‘ وہ آہ و زاری کرنے لگا کہ میں نے توبہ کی‘ پھر حضرت شیخ کو ترس آ گیا‘ انہوں نے سر دوسری طرف کر کے دُعاء کی کہ خداوندا اس کے ہاتھ کو ٹھیک کر دے اور اس کو معاف کر دے۔ اللہ کے فضل سے پھر اس کا ہاتھ جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ حضرت شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اور مرید ہونے کی درخواست کی۔ لیکن دراصل وہ شخص شیخ کو قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ جیسے ہی کہ وہ شخص ادب سے وہاں پر آ کر بیٹھا حضرت نے اس کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا کہ اے درویش! فقراء کے پاس آدمی صفائی باطن کے لئے آیا ہے یا ظلم و جفا کرنے کے لئے پس جب تم آئے ہو تو ایک نیت اختیار کرو اور سب سے پہلے حسن عقیدہ کو پیش نظر رکھو‘ جیسے ہی کہ شیخ نے یہ بات کہی‘ اس نے کھڑے ہو کر اقرار کر لیا‘ اور وہ چھری جو حضرت شیخ کو ہلاک کرنے کے لئے لایا تھا باہر پھینک دی اور صدق دل سے مرید ہو گیا۔ اس کے بعد وہ شخص ایسا پکا مرید ہو گیا کہ جس کام میں بھی مشکل آ پڑتی‘ شیخ اس کو فرماتے اپنے نفس کو مارنے میں اس نے دل و جان سے کوشش کی‘ یہاں تک کہ وہ کاملوں میں ہو گیا اور پینتالیس حج اس نے ادا کیے اور وہیں وفات پائی اور اس کا مزار خانہ کعبہ کے مجاوروں کے درمیان واقع ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جس شخص میں ازلی سعادت ہے اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا اس کے ساتھ ہوا کہ وہ شیخ کی خدمت میں عقیدت مندی کے ساتھ نہیں آیا تھا‘ چونکہ اس روز حضرت شیخ عالم صفا میں تھے اور اس کے سینہ کی تمام کدورت اور جفا کو صاف طور پر دیکھ لیا اور اس پر صیقل

کر دیا اور نور سے بھر دیا' وہ تائب ہو کر صفائی قلب کے ساتھ مرید ہو گیا اور بیعت کی سعادت سے مشرف ہوا۔

مرید کامل

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! ایک مرتبہ ایک نووارد میرے پاس آیا ہوا تھا اس سے میں نے سنا ہے کہ مرید کو تمام کاموں میں پختہ اور کامل ہونا چاہیے۔ تاکہ کل قیامت کے دن پیر کو شرمندگی نہ ہو۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز نے بادشاہوں کے حسن عقیدت کے سلسلے میں اپنی وصیت میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ زادہ جو بہت زیادہ راسخ العقیدہ صالح اور صاحبِ کشف تھا اپنے جھروکہ میں بیٹھ کر اپنے پاٹ گاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی ملکہ بھی اس کے بغل میں بیٹھی ہوئی تھی' وہاں سے اس کی نظر حبشی پر جو اس کے دربار میں تھا پڑی' اس درمیان میں اس شہزادے نے آسمان کی طرف دیکھا اور دیر تک دیکھتا رہا' پھر اپنی ملکہ کو دیکھا اور رونے لگا۔ اس کی ملکہ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا بات جو آپ نے آسمان کی طرف دیکھا' پھر پاٹ گاہ کی طرف دیکھا' پھر میری طرف دیکھ کر رونے لگے' بادشاہ زادہ نے کہا کہ یہ مت پوچھو کہنے کے لائق نہیں ہے۔ اس کی ملکہ نے بہت منت سماجت شروع کر دی تب اس نے کہا اچھا میں کہتا ہوں' غور سے سنو اور باخبر رہو' اس وقت یکا یک میری نظر لوح محفوظ پر پڑ گئی تھی' میں نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ میرا نام زندوں کی فہرست سے نکال دیا گیا ہے' میں سمجھ گیا کہ میرے انتقال کا وقت قریب آ گیا' پھر میں نے دیکھا کہ میرے تخت پر وہ حبشی بیٹھا ہوا ہے' اور وہی بادشاہ ہوگا' اور تم اس کی بیوی بن جاؤ گی' یہی دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے' اس کی ملکہ نے جب یہ بات سنی تو اس سے کہا کہ اب آپ کیا کریں گے اور آپ نے کیا سوچا ہے؟ بادشاہ زادہ نے جواب دیا: میں کیا کروں گا' جو خدائے تعالیٰ کا حکم ہے وہی ہوگا اور میں اس پر راضی ہوں۔ پھر حبشی کو بلوایا اور جو کپڑے کہ خود پہنے ہوئے تھا اس کو دیئے اور اس کو اپنا ولی عہد بنا دیا اور پھر اس کو ایک لشکر دے کر ایک طرف متعین کر دیا اور سرداروں اور امیروں کو اس کی سرکردگی میں روانہ کر دیا۔ حبشی بادشاہ کے حکم کے مطابق روانہ ہوا' اور تمام دشمنوں کو زیر کر کے کامیاب و بامراد مال

غنیمت کے ساتھ واپس ہوا۔ جس رات کو کہ وہ حبشی بادشاہ زادہ کی خدمت مین کامیاب ہوکر واپس آیا اس کے دوسرے ہی دن بادشاہ زادہ نے انتقال کیا۔ حبشی چونکہ لشکر جرار کے ساتھ گیا تھا اور تمام لوگ اس کی صلاحیتوں سے واقف اور خوش ہو گئے تھے سب نے اس کی اطاعت قبول کی اور بادشاہ کے انتقال کے بعد سلطنت اس کے قبضہ میں چلی گئی۔ ملکہ سے بھی اس نے عقد کرلیا۔

مسلمانوں کا زکوۃ دینے سے انکار

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے کوچ فرمایا تو ہزاروں مسلمان مرتد ہو گئے' اوران لوگوں نے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر زکوۃ ہم لوگوں سے اٹھالی جائے تو ہم لوگ اسلام پر قائم رہیں گے' ورنہ نہیں' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو بلا کر مشورہ کیا' بعضوں نے مشورہ دیا کہ مصلحت تو یہ ہے کہ خلیفۃ المومنین ان لوگوں سے چشم پوشی کر کے اور طرح دے کر زکوۃ اٹھالیں تا کہ وہ لوگ اسلام سے منحرف نہ ہوں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیغ کھینچ کر فرمایا کہ خدا کا جو حق ہے اس سے اگر اونٹ کے پیر کو باندھنے والی رسی سے بھی کم وہ دیں گے تو میں اس تیغ کو لے کر ان لوگوں سے جنگ کروں گا۔ یہ خبر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو ملی' تو انہوں نے فرمایا کہ خلیفۃ المومنین نے صحیح فرمایا کیونکہ اگر وہ زکوۃ کو اٹھالینے پر راضی ہو جاتے تو اس طرح شریعت کے تمام احکام اٹھ جاتے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے مولانا نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منہ کر کے فرمایا:۔

کہ اتنے درویش جو میرے پاس آئے اور مرید ہوئے بے شک اپنے عہد سے نہیں پھرے ہیں' لیکن مولانا نظام الدین جب سے مجھ سے ملے ہیں اور مرید ہوئے ہیں' اپنے مزاج اور نیت پر قائم ہیں' اتنے زمانے میں ذرا بھی اپنے اصول اور قاعدہ سے نہیں پھرے ہیں' اور نہ پھریں گے۔۔ میری محبت ذرا بھی ان سے کم نہیں ہوگی۔ بلکہ ہر روز بڑھتی ہی چلی جائے گی۔۔۔

جیسے ہی حضرت شیخ الاسلام نے مولانا نظام الدین کے لئے شفقت آمیز جملے استعمال کیے وہ کھڑے ہو کر حق تعظیم بجالائے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ خاص اور کالا کمبل اس روز ان کو عطا فرمایا۔۔

اور عطا کرتے وقت یہ بھی فرمایا کہ میرے مرید ان میں مولانا نظام الدین عالم گیر ہیں۔۔۔۔ اور مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں رہتی دنیا تک کمی نہیں ہوگی۔۔۔ اور تمام دنیا میں ان کی مقبولیت ہوگی۔۔۔

جیسے ہی کہ
حضرت شیخ الاسلام نے یہ فوائد تمام کیے' اٹھے اور گھر کے اندر تشریف لے گئے'
ہم لوگ بھی واپس ہوگئے' اور مولانا نظام الدین بھی جماعت خانہ میں نہیں رہے۔

الحمدللہ علی ذالک

سولھویں فصل

بزرگوں کا ہاتھ چومنا

دست مشائخ

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے' مولانا نظام الدین' مولانا یحییٰ غریب عرف ہانسوی' شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے عزیزان مجلس میں موجود تھے' بزرگوں کے ہاتھ چومنے کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اگلے نبیوں کی سنت ہے' جو شخص مشائخ کا دست مبارک پوری تعظیم کے ساتھ چومتا ہے' حق تعالیٰ اس کو گناہ سے ایسا پاک کر دیتا ہے گویا وہ اسی روز پیدا ہوا ہو۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! مشائخ عظام جو دست مبارک چومنے کے لیے بڑھاتے ہیں تو اس سے ان لوگوں کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اس طرح ایک دوسرے کی بخشش ہو جائے۔

انبیاء کی سنت

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اگلے پیغمبروں کی سنت ہے۔ پس اے درویش! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا کہ قبل اس کے کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرے اور اپنا ہاتھ بڑھائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرے اور اپنا ہاتھ بڑھائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے ہی سب کو سلام کرتے اور ہاتھ پکڑ لیتے تھے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کتنی مرتبہ میں نے چاہا کہ کسی وقت بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے پہلے سلام کر لوں یا ان کا ہاتھ پکڑ لوں لیکن یہ میسر نہ ہوا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کا طریقہ تھا کہ جس جگہ اور جس جماعت میں وہ تشریف لے جاتے جب تک سب کا ہاتھ نہ چوم لیتے اور سلام نہ لے لیتے اس سے نہیں ہٹتے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! لوگ جب نماز سے فارغ ہوتے ہیں' ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں اور چومتے ہیں' ایسا کرنے سے ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درخت سے پتیاں جھڑتی ہوں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! مشائخ اور بزرگوں کا ہاتھ جو لوگ چومتے ہیں' وہ لوگ محض دین و دنیا کی بھلائی اور برکت کے لئے

ایک گنہگار کی بخشش

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ ایک مخبر کو لوگوں نے دیکھا' لوگوں نے اس سے پوچھا کہ خدائے تعالےٰ نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اس نے جواب دیا کہ اچھا برا جو کام میں نے دنیا میں کیے تھے میرے سامنے سب رکھ دیئے گئے' آخر میں بات اس طرح ختم ہوئی کہ فرشتوں کو مجھے دوزخ میں لے جانے کا غیب سے حکم ہو گیا ابھی وہ لوگ مجھے لے ہی جا رہے تھے کہ حکم آیا کہ فلاں روز تو نے خواجہ شریف حاجی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ مسجد دمشق میں چوما تھا ان کے ہاتھ چومنے کی برکت سے میں نے تجھ کو بخش دیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! کل قیامت کے دن بہت سے گنہگاروں کو بزرگوں کے ہاتھ چومنے کی برکت سے بخش دیا جائے گا اور دوزخ سے چھٹکارا مل جائے گا۔

حجاج بن یوسف کی مغفرت

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ حجاج بن یوسف کے انتقال کر جانے کے بعد اس کو لوگوں نے خواب میں دیکھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے' اس نے جواب دیا کہ ہلاکت اور تباہی کے مقام پر ہوں لیکن ایک بات سے امید ہوتی ہے کہ بخش دیا جاؤں گا لوگوں نے پوچھا کون سی نیکی کے امیدوار ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے کہا گیا ہے کہ فلاں روز خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تو نے عزت واحترام سے ان کا ہاتھ پکڑا تھا اور چوما تھا' اسی کام کی وجہ سے ہم تم کو بخش دیں گے۔۔ اور تو مغفور ہوگا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جس روز حضرت خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جمعہ مسجد سے باہر تشریف لاتے' ان کے اصحاب ان کو گھیر لیتے۔ چونکہ خلقت کا بہت ہجوم ہوتا تھا' اس لیے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا دست مبارک نکال دیا جاتا تھا جو آتا ان کے دست مبارک کو چوم کر واپس ہو جاتا۔ پھر فرمایا کہ آثار اولیاء میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں کسی بزرگ یا شیخ کا ہاتھ چومے گا وہ یقیناً بخشا جائے گا۔ اس لیے کہ مشائخ کا ہاتھ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہے' جو مشائخ کا ہاتھ پکڑتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا ہو۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ:۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جب کوئی آنے والا اس مجلس میں آتا وہ اٹھ جاتے' اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور جب وہ مجلس سے جاتا تو اس وقت بھی وہ ویسا ہی کرتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور بزرگوں کا احترام

پھر حضرت نے فرمایا کہ

اے درویش! حضرت داؤد علیہ السلام جب مسند پر بیٹھ کر مظلوموں اور دادخواہوں کا انصاف کرتے اس درمیان میں اگر بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے کوئی شخص ان کی خدمت میں آ جاتا تو وہ اپنے مسند سے کھڑے ہو جاتے اس کا ہاتھ چومتے پھر بیٹھتے اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرماتے: خداوندا! ان کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے جو تو نے ان کے لیے متعین کیا ہے مجھ کو

اپنا پناہ میں رکھ۔ پس اے درویش! اگرچہ انبیاء علیہ السلام خدا کی پناہ میں ہوتے ہیں' لیکن پھر بھی وہ اچھی دعاؤں کی برکت برابر اپنے لیے طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خداوندا! لوگوں کے ہاتھ چومنے کی برکت سے مجھ کو بخش دے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جس روز حضرت یعقوب صلوات اللہ علیہ وسلم کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ شاہراہ عام پر کھڑے ہو گئے تھے اور جو مسافر بھی اس راستہ سے گزرتا اس کا ہاتھ عزت اور احترام سے چومتے تھے' اور فرماتے تھے کہ یہ اس لیے ہے کہ بنی اسرائیل کے بزرگوں کا ہاتھ چومنے اور ان لوگوں کی دعاؤں کی برکت سے حق سبحانہ وتعالیٰ یوسف علیہ السلام کا دیدار نصیب کرے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر صبح ایک بوڑھی عورت کے پاس تشریف لے جاتے اور فرماتے تھے اے ضعیفہ! محمد کو اچھی دعاؤں سے یاد فرما۔

پس اے درویش تمام موجودات عالم میں جو کچھ بھی خدائے تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی میں ہے' اور ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیارا خالق حقیقی کو اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے لیے بھلائی کی دُعاء مانگی ہے' پس ہمارے اور تمہارے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ بزرگوں کا ہاتھ چوم کر بھلائی کی دُعاء مانگیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ چلتے میں اگر راستہ میں کوئی بوڑھا مل جاتا تو سفید بال کی عزت کا خیال کرتے ہوئے وہ اس سے ایک قدم بھی آگے نہیں نکلتے اور جب وہ بوڑھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک چومنا چاہتا تو وہ فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیتے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ ایک مست جوان گلی سے گزر رہا تھا' خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سامنے آ گئے' فوراً وہ جوان خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر گر گیا اور بڑی عزت اور تکریم سے ان کے دست مبارک کو چوما اور واپس ہو گیا۔ اسی رات کو اس جوان نے خواب میں

دیکھا کہ وہ بہشت میں ٹہل رہا ہے' اس کو بہت تعجب ہوا کہ میں گنہگار آدمی ہوں' یہ دولت اور سعادت مجھ کو کیسے نصیب ہوگئی؟ آواز آئی بات تو یہی ہے جو تو کہہ رہا ہے لیکن کل تو نے میرے دوست کا ہاتھ پکڑا تھا اور میری رضا کے لیے اس کی عزت کی تھی اسی کام کی وجہ سے میں نے تجھ کو بخش دیا۔ وہ جوان نیند سے بیدار ہوکر خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تائب ہوگیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

جب حق تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے تو لاکھوں گناہ کرنے والوں کو اپنی ذرا سی رحمت سے وہ بخش دیتا ہے اور دوزخ کی آگ سے بچالیتا ہے' پھر فرمایا کہ اے درویش! جب ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا چاہتے ہیں تو ہزار ہا رحمتیں ان لوگوں پر نازل ہوتی ہیں اور جیسے ہی وہ لوگ ایک دوسرے کا ہاتھ چومنے سے فارغ ہوتے ہیں ان لوگوں پر تمامی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔

بزرگوں کا احترام

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! سلوک میں آیا ہے کہ صوفیا اپنے جماعت خانہ میں منتظر بیٹھے رہیں کہ کوئی شخص آئے اور ہم لوگ ان کا ہاتھ چومیں خواہ اس وقت تلاوت ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز اگر سجادہ پر بھی تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوتے اور اس وقت کوئی شخص ان کے پاس آجاتا تو وہ تلاوت کرنا چھوڑ کر اس کا ہاتھ چومتے اور اس سے بات کرنے لگتے اور وہ جو کچھ بھی اپنی ضرورت پیش کرتا اس کو پوری کرتے اور جب وہ واپس جاتا تو پھر خواجہ تلاوت میں مشغول ہوتے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! صاحب سجادہ اور بزرگوں کو لازم ہے کہ اگر وہ تلاوت کر رہے ہوں اور اس وقت بھی کوئی آنے والا آجائے' تو اس کو چھوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیں اور اس کی طرف متوجہ ہوجائیں' اس لئے کہ مذہب سلوک میں آیا ہے کہ حاجت مندوں کی طرف متوجہ ہونا اور دوظائف سے زیادہ افضل ہے اس لیے کہ حاجت مندوں کے کام میں مشغول ہونے میں سال بھر کا ثواب

لکھا جاتا ہے۔

ملنے والوں کا خیر مقدم

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ مکہ کے بڑے لوگوں میں سے ایک بڑے آدمی کے دروازے پر کسی ضرورت کے تحت گئے' وہ بزرگ ورد وظائف میں مشغول تھے' ابو سعید ناکام واپس ہوئے' وہاں سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے بہت زیادہ دل گیر اور افسردہ' چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روشن ضمیر تھے انہوں نے نور رسالت کے ذریعہ سب کچھ جان لیا اور پھر ان سے پوچھا کہ تم اس قدر افسردہ کیوں ہو؟ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ! میں ایک ضرورت لے کر فلاں بزرگ کے دروازہ پر گیا تھا وہ ورد و وظائف میں مشغول تھے میں نامراد واپس ہوا۔ یہ سن کر محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پر واجب تھا کہ وہ ضرورت مندوں کے کام کی طرف متوجہ ہوتے' کیونکہ انصاف یہی تھا کہ ورد و وظائف کو چھوڑ کر پہلے وہ تمہارے کام کی طرف توجہ دیتے اور تمہارا کام کر دینے کے بعد پھر ورد وظائف میں مشغول ہوتے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! اگر کسی وقت خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ تلاوت میں مشغول ہوتے اور اس وقت کوئی آنے والا آ جاتا تو وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جاتے' اور جب تک وہ بیٹھا رہتا اس کی طرف متوجہ رہتے۔

قلبِ مومن

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خواجہ شمعون محب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ کیسے ولی اللہ ہیں کہ اللہ کا عرش حاجت لے کر ان کے دروازے پر آئے اور وہ اندر بیٹھے رہیں اور اپنی طاقت بھر کام نہ انجام دیں۔ پس اے درویش! خواجہ شمعون رحمۃ اللہ علیہ کی مراد عرش سے یہی مومن کا دل رکھنا ہے' کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہوتا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ ملتان کی طرف آئے ہوئے

تھے، جب وہ اجودھن پہنچے تو وہ میری ملاقات کے لیے خود تشریف لائے اور ملاقات کر کے واپس گئے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ ایک مرتبہ لوگوں کے بہت زیادہ آنے جانے سے میں عاجز ہو گیا تھا، میں نے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہی، پھر دل میں خیال گزرا کہ ہمارے خواجگان کا یہ طریقہ رہا ہے کہ سب کی طرف ہاتھ بڑھایا جائے۔ الغرض میں بالا خانہ پر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو نیچے لٹکا دیا، لوگ آتے تھے اور مجھ سے مصافحہ کرتے تھے، لوگ بہت زیادہ آتے تھے، ایک ایک دن میں دس پیراہن جو میرے گلے میں پڑے ہوتے تھے، ٹکڑے ٹکڑے کر کے وہ لوگ تبرکاً لے جاتے تھے، اور میں ان لوگوں کے حسن عقیدہ کو دیکھ کر تعجب کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے روز میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے گیا۔ وہاں سے واپس ہوا تو لوگوں کے ہجوم سے عاجز آ گیا اور تھک کر چور ہو گیا اسی درمیان میں ایک فراش نے میرا پیر کھینچا۔ مجھ کو یہ بات پسند نہیں ہوئی۔ فوراً اس فراش نے کہا کہ شیخ فرید خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے کہ میرے جیسے سینکڑوں ہزار آدمی آپ کی قدم بوسی کی آرزو رکھتے ہیں، اس وقت اس کی یہ بات میرے دل کو لگ گئی، واقعی اس نے بہت صحیح اور خوب کہا تھا۔

ہر دلعزیز شخص

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! وہ شخص خدائے تعالیٰ کے نزدیک بالیقین پیارا ہے جو لوگوں کے درمیان مقبول ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! میں نے اپنے پیر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے ایک مرتبہ سنا وہ فرماتے تھے کہ میں خانہ کعبہ میں تھا، طواف کے روز ایک بزرگ اور ہم دونوں ایک ساتھ طواف کر رہے تھے۔ ایک آنے والا آیا اور اس نے سلام کیا۔ ان بزرگ نے فوراً اس کی طرف ہاتھ بڑھایا مجھ کو تعجب ہوا کہ ایسا تو نہیں کرنا چاہیے تھا انہوں نے کیوں ایسا کیا، انہوں نے فوراً میری طرف منہ کر کے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے، اسی لیے میں نے بھی ویسا ہی کیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! میں ہفتہ دو ہفتہ میں اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا' برخلاف اس کے شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے عزیزان ہمیشہ حاضر رہتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! جب شیخ خواجہ قطب الدین نوراللہ مرقدہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ایک بزرگ جو ہر وقت ان کے پاس رہنے کے آرزومند رہتے تھے' اس وقت بھی موجود تھے' وصال کے وقت ان سے خواجہ علیہ رحمۃ نے فرمایا کہ یہ عصا اور کھڑاؤں اور جامہ شیخ فرید کو دے دینا' الغرض جس رات کو خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا' میں ہانسی میں تھا' اسی رات کو میں نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا کہ وہ رب العزت کے پاس جا رہے ہیں' جب دن ہوا' میں ہانسی سے روانہ ہو کر چوتھے روز شہر میں پہنچا' قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ وہ جامہ' عصا اور کھڑاؤں میرے پاس لائے' میں نے دو رکعت نماز نفل ادا کی' اور اس جامہ کو پہن لیا۔ خواجہ کے گھر میں تین روز رہ کر پھر ہانسی کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرے ہانسی جانے کا سبب یہ تھا کہ سرہنگام نام کا ایک شخص تھا جو ہانسی سے آیا تھا' دو تین روز خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پر آیا مگر دربان نے مجھ سے نہیں ملنے دیا' چنانچہ ایک روز جب میں گھر سے باہر نکلا وہ سرہنگام آ کر میرے قدموں پر گر گیا اور رونے لگا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کچھ بولو بھی تو۔ اس نے کہا میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ جب آپ ہانسی میں تھے تو آپ کی زیارت آسان تھی اور اب آپ سے ملاقات کرنے میں بڑی دشواری ہے' اسی وقت میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میں ہانسی کی طرف واپس جاؤں گا۔ حاضرین نے کہا کہ خواجہ قطب الدین نے آپ کو اس جگہ پر متعین فرمایا ہے آپ کیوں تشریف لے جا رہے ہیں' میں نے کہا کہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے جو نعمت مجھ کو بخشی ہے اس کے بعد شہر اور بیابان دونوں ہی میرے لیے برابر ہیں' پھر فرمایا کہ اے درویش! اس واقعہ کو بیان کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ ہر حال میں مشائخ اور بزرگوں کا ہاتھ چومنا چاہیے' ہو سکتا ہے اس شخص کا ہاتھ بخشش کی طرف لے جائے۔

جیسے ہی کہ حضرت شیخ الاسلام نے یہ واقعہ ختم کیا' اٹھ گئے اور اندر تشریف لے گئے' اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

سترہویں فصل

اللہ والوں کا گروہ

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے' مولانا بدرالدین غزنوی' مولانا نظام الدین بدایونی' مولانا یحییٰ' شیخ جمال الدین ہانسویؒ اور دوسرے عزیزان مجلس میں موجود تھے' اور یادِ حق میں مستغرق رہنے والے گروہ کا تذکرہ ہو رہا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام نے ارشاد فرمایا کہ اے درویش! سلوک اور مذہب تصوف میں آیا ہے کہ جس کے دل میں حق تعالیٰ کی یاد نہیں ہے۔ وہ ہم میں نہیں ہے' اس واسطے کہ جو لحہ یادِ حق کے علاوہ گزرتا ہے اس میں اس سے کتنی سعادتیں لے لی جاتی ہیں اگر کوئی جان لے تو ایک لحہ بھی یاد حق سے غافل نہیں رہے۔

استغراق عبادت

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جو گروہ کہ تمام وقت یادِ حق میں مستغرق رہتا ہے اگر استغراق کے وقت ایک ہزار تلواریں بھی اس کے سر پر چلائی جائیں تو اس کو خبر نہ ہوگی پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک درویش سے درخواست کی کہ جس وقت آپ یادِ حق میں مشغول ہوں مجھ کو بھی یاد فرمالیجیے گا' اور میرے لیے دعا فرمایئے گا' ان درویش نے جواب دیا کہ لعنت ہے اس ساعت پر جس میں یادِ حق سے ہٹ کر لوگوں کو یاد کرنے لگوں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جب حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز یادِ حق میں مستغرق ہوتے تھے تو ان پر ایسا تحیر کا عالم طاری ہو جاتا تھا کہ ایک دو سال تک وہ اسی کیفیت میں رہ جاتے تھے اور ان کو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا تھا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز یادِ حق میں مشغول

تھے' دکھ اور مصیبت کی دُنیا نے سامنے آ کر عرض کیا کہ اس طرح میں لوگوں پر نازل ہوتی ہوں' اسی وقت ایک شخص آیا جو خواجہ کے مریدوں میں تھا' اس نے آ کر اس شہر کے حاکم کی شکایت کی کہ حاکم شہر نے مجھ کو شہر سے نکال دیا ہے' حضرت خواجہ نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے' اس نے کہا دورہ پر گیا ہوا ہے' حضرت خواجہ نے فرمایا وہ گر گیا ہے شاید ہی زندہ رہے' جیسے ہی یہ جملہ حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے نکلا فوراً ہی خبر ملی کہ وہ حاکم گھوڑے سے گر کر اسی جگہ مر گیا۔

صاحبِ حال اور یادِ حق

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جس وقت کہ صاحب حال یادِ حق میں مستغرق ہوتا ہے اس وقت آفت و مصیبت اور عیش و نعمت دونوں عالم اس کے سامنے پیش کر دیئے جاتے ہیں' پس اس وقت جس کی قسمت میں نعمت لکھی ہوئی ہے اس کو نعمت مل جاتی ہے' پس اے درویش! عقلمند وہ شخص ہے جو اس وقت ان بزرگوں کے پاس جا کر خلل انداز نہ ہو' کیونکہ نہیں معلوم ان کی زبان سے کیا نکل جائے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! جب خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات میں ہوتے تو ذکر حق بہت زیادہ کرتے' چنانچہ اکثر ایسا ہوتا کہ ایک شبانہ یوم وہ مصلے پر پڑے رہتے' اور ان کو اپنے تن بدن کی خبر نہ ہوتی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اہلِ تصوف صرف اس ولی کو زندہ تصور کرتے ہیں جو یادِ حق میں مستغرق رہتا ہے اور اس کا ایک لحہ بھی یادِ حق سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

یادِ خدا سے غفلت

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک خدا رسیدہ بزرگ ایک مرتبہ یادِ حق سے غافل ہو گئے' پورے شہر میں بذریعہ ندا مشتہر ہو گیا کہ وہ صوفی زندہ نہیں رہے اور انتقال کر گئے' اس اطراف کے لوگ اسی ندا کے مطابق ان خدا رسیدہ بزرگ کے دروازے پر پہنچے' جب ان لوگوں نے حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ وہ خدا رسیدہ بزرگ زندہ تھے۔ ان لوگوں نے واپس ہونا چاہا تو ان بزرگ نے ان لوگوں کو اپنے سامنے بلا کر فرمایا کہ وہ ندا کے معنی صحیح تھے' اس واسطے کہ میں تمام وقت حق تعالیٰ کی

یاد میں مشغول رہتا تھا لیکن اس روز ایک ساعت کے لیے میں یادِ حق سے رُک گیا تھا۔ غیب سے ندا صحیح آئی کہ فلاں ابن فلاں نہیں رہا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جن لوگوں کا دل ہمیشہ حق تعالیٰ کی یاد سے غافل رہتا ہے' وہ مُردہ ہے' زندہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ صوفیاء اس دل کو جو یادِ حق سے غافل رہے زندہ نہیں شمار کرتے۔ ان کا مقولہ ہے کہ اگر وہ دل زندہ ہوتا تو ہرگز یادِ حق سے غافل نہیں رہتا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک بزرگ تھے جب ان پر حال طاری ہوتا تو وہ اس طرح یادِ حق میں مستغرق ہو جاتے کہ اگر ان کو اس وقت تک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا تو ان کو ذرا بھی اس کی خبر نہ ہوتی' چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب ملجم بدبخت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا عہد کیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تو اور تیرے ایسے ایسے ہزار بھی ان کو ہلاک نہیں کر سکتے۔ مگر ہاں جس وقت وہ نماز میں ہوں یا یادِ حق میں مشغول ہوں اس وقت ممکن ہے۔

پس ملجم بدبخت نے اس چیز کو دل میں رکھ لیا' اور ایک روز جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور خدا کے حضور میں ایسے مستغرق تھے کہ ان کو اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہیں تھا۔ ملجم بدبخت آیا اور اس کٹار کو جو وہ ہاتھ میں لیے ہوئے تھا پیٹ میں بھونک دیا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ خون بہہ رہا ہے۔ پوچھا یہ کیا ماجرا ہے' لوگوں نے کہا آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ ملجم بدبخت نے آپ پر خنجر سے حملہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے خنجر اس وقت مارا جب میں یادِ حق میں مشغول تھا اور اپنے تن بدن کی بھی خبر نہیں رکھتا تھا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ: اے درویش! ایک مرتبہ ایک بزرگ کا دل میں نے نور سے منور دیکھا تھا۔ جب وہ یادِ حق میں مستغرق تھے فوراً اٹھ کر بازار چلے گئے' ایک خالی تنور میں جو کافی گرم تھا' اور انگلی جلتی تھی جا کر اس کے اندر بیٹھ گئے' تھوڑی دیر بعد اس سے نکل کر چلے گئے اور ان کا بدن ذرا سا بھی نہیں جلا تھا۔

جیسے ہی شیخ الاسلام نے یہ فوائد تمام کیے اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

اٹھارہویں فصل

علماء اور مشائخ

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے‘ شیخ بدرالدین غزنوی‘ مولانا نظام الدین بدایونی‘ شیخ جمال الدین ہانسوی اور دوسرے درویشان بھی اس مجلس میں موجود تھے علماء اور مشائخ کی بزرگی کے سلسلے میں گفتگو ہو رہی تھی‘ حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ

علم اور علماء سے محبت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ من احب العلم والعلماء لم یکتب خطیة. یعنی جس نے علم اور علماء سے محبت کی اس کا گناہ نہیں لکھا جائے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! سچی محبت حق کی پیروی ہے۔ جب کسی شخص کو ان لوگوں سے محبت ہوگی تو یقیناً وہ ان لوگوں کی پیروی کرے گا اور خراب حرکتوں سے دُور رہے گا‘ جب ایسا ہوگا تو پھر ظاہر ہے گناہ بھی اس کا نہیں لکھا جائے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ ایک عزیز دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں روانہ ہوئے کہ وہاں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوں گے‘ راستہ میں ایک گانے والی ان کے ساتھ ہوگئی‘ اور اس کی بہت کوشش ہوئی کہ ان سے تعلق پیدا کرے۔ چونکہ وہ عزیز سچی نیت رکھتے تھے‘ اس لیے وہ اس کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے‘ یہاں تک کہ ایک منزل پر پہنچے‘ اس منزل میں ایسا اتفاق ہوا کہ وہ عزیز اور وہ گانے والی دونوں ایک ہی گاڑی پر سوار ہوئے۔ وہ گانے والی ان کے نزدیک آ کر بیٹھ گئی‘ چنانچہ ان دونوں کے درمیان کوئی پردہ اور رکاوٹ نہیں رہی۔ اس حال میں تھوڑا جھکاؤ اس کے دل کا بھی اس گانے والی

کی طرف ہوا اور اس نے کوئی بات کہی یا اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ یکایک اس نے دیکھا کہ آدمی غیب سے نمودار ہوا اور ایک طمانچہ اس کے منہ پر مارا اور کہا کہ جب فلاں پیر کی خدمت میں توبہ کرنے کی نیت سے جا رہا ہے تو پھر یہ کیا کر رہا ہے' اس آدمی نے فوراً توبہ کی اور پھر اس عورت کی طرف نہ دیکھا۔ قصہ مختصر جب وہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو پہلی بات جو انہوں نے کہی وہ یہ تھی کہ خدا نے تجھ کو اس روز خوب بچایا۔

عورت پر دست درازی کی سزا

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک اور آدمی کا بھی یہی معاملہ ہوا' وہ آدمی دہلی سے اجودھن مرید ہونے کی نیت سے میرے پاس آ رہا تھا۔ راستہ میں ایک عورت سے ملاقات ہوگئی' اس نے چاہا کہ اس کے ساتھ دست درازی کرے کہ ناگاہ ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے ایک طمانچہ اس کے منہ پر مار کر کہا تو جا رہا ہے کسی کے پاس مرید ہونے کے ارادے سے اور راستہ میں حرکت کرنا چاہتا ہے' الغرض جب وہ آدمی میرے پاس پہنچا۔ پہلی بات جو میں نے اس سے کہی وہ یہ تھی تم نے دیکھ لیا نا خدائے تعالیٰ نے کس طرح تم کو اس بلا سے بچا لیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! علماء اور مشائخ سے دوستی خدائے عزوجل کے رسول سے دوستی ہے۔ پس اے درویش! جو کہ سات روز علماء کی خدمت کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے اس نے سات ہزار سال خدا تعالیٰ کی عبادت کی ہو۔

علماء کی دوستی خدا کے رسول کے ساتھ دوستی ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ابلیس لعین سب کو فریب دے سکتا ہے مگر علماء اور مشائخ کو نہیں دے سکتا اس لیے علماء اور مشائخ کی دوستی سے بڑھ کر کوئی چیز بھی افضل نہیں ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! علماء اور مشائخ کی محبت میں وقت گزاری گناہوں کو جلا دیتی اور نابود کر دیتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دل علماء اور مشائخ کی محبت میں سرشار ہو۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! علماء انبیاء علیہ السلام کے وارث ہیں اور مشائخ

حق تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں۔ پس اے درویش! اگر علماء اور مشائخ کی برکت دنیا میں نہ ہوتی تو ہر روز ہزاروں آفتیں آسمان سے لوگوں پر ان کی سیاہ کاریوں اور گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی رہیں۔

علماء اور مشائخ کی فضیلت

پس اے درویش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو گروہوں پر خود بھی فخر کیا ہے' ان میں سے پہلا گروہ علماء کا ہے اور دوسرا مشائخ کا کیونکہ یہ لوگ دین کے ستون ہیں۔

پس جس شخص نے کہ ان لوگوں کا دامن پکڑا وہ قیامت کے تمام عذاب اور سزاؤں سے چھوٹا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:-

اے درویش! حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''عالم فقہا'' ان ہزاروں عابدوں سے بہتر ہیں جو رات بھر نماز پڑھتے رہتے ہیں اور تمام روز روزہ رکھتے ہیں' اور عالم کی ایک روز کی عبادت جاہل عابد کی چالیس سال کی عبادت کے برابر ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:-

اے درویش! جس وقت علماء اور مشائخ دنیا سے انتقال فرماتے ہیں اس وقت آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب ان پر آنسو بہاتے ہیں۔ اس لیے کہ زمین والوں کی زندگی علماء اور مشائخ کی زندگی میں ہے۔

پس ہزار افسوس ہے اس شہر اور مقام پر جہاں علماء اور مشائخ نہیں ہیں۔

جہاں علماء اور مشائخ ہوتے ہیں وہاں بلائیں کم نازل ہوتی ہیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب آسمان سے بلائیں نازل ہوتی ہیں تو اس شہر میں کم نازل ہوتی ہیں جہاں علماء اور مشائخ ہوتے ہیں۔

جیسے ہی کہ حضرت شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کیے' اٹھ کر اندر چلے گئے۔۔ اور تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو گئے۔ ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

انیسویں فصل

خشک سالی

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے' مولانا نظام الدین بدایونی' مولانا بدرالدین غزنوی' شیخ جمال الدین ہانسوی اور دوسرے عزیزان بھی مجلس میں موجود تھے۔ بارش رک جانے اور خشک سالی پر گفتگو ہو رہی تھی' حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! حدیث شریف میں آیا ہے کہ خشک سالی دُنیا میں لوگوں کے گناہوں کی بدبختی سے ہوتی ہے۔

دُعاء اور عبادت کی برکت

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب دنیا میں خشک سالی ظاہر ہو تو عوام اور خدا کے بندوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعا' خیرات اور عبادت میں مشغول ہو جائیں تاکہ خدائے تعالیٰ ان لوگوں کی دُعاء اور عبادت کی برکت سے بارش نازل فرمائے' ایک مرتبہ ایک جگہ بارش ہونا رک گئی چنانچہ جتنی قابلِ زراعت زمین تھی سوکھ گئی اور لوگ ہلاکت کے قریب ہو گئے۔ پس تمام لوگ جمع ہو کر خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی کہ آپ بارش کے لیے دُعاء کریں' خواجہ ذوالنونؒ نے فرمایا کہ تمام لوگ نماز پڑھنے کی جگہ پر جمع ہوں ان کے حکم کے مطابق سب لوگ جمع ہوئے' خواجہ ذوالنون مصریؒ ممبر پر تشریف لائے اور بارش کے لئے دُعاء کی اور پھر آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ اگر اس جماعت میں کوئی بابرکت قدم بھی موجود ہے تو اس قدم کی برکت سے باران رحمت نازل فرما۔ جیسے ہی کہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کہی اتنی بارش ہوئی کہ سات روز تک پانی شہر میں کم نہیں ہوا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ دہلی میں خشک سالی ہوئی شیخ نظام الدین ابوالموئد نام کے ایک بزرگ وہاں تھے' لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور التجا کی کہ آپ بارش کے لیے دعا کریں' ممبر پر تشریف لاکر انہوں نے بارش کے لیے دُعاء کی' پھر آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا: اے اللہ اگر

تو نے پانی نہیں برسایا تو میں کسی لائق نہیں رہوں گا' یہ کہہ کر وہ ممبر سے اتر گئے' حق تعالیٰ نے اتنا پانی برسایا کہ اس کی حد اور انتہا نہیں تھی۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد ان کی ملاقات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے ہوئی' انہوں نے اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ آپ کو حق تعالیٰ سے نیاز ہے لیکن آپ نے یہ عجیب بات کہی کہ اے اللہ اگر تو نے پانی نہیں برسایا تو میں کسی لائق نہیں رہوں گا۔ فرض کیجیے اگر پانی نہ برستا تو آپ کیا کرتے۔ شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ نے فرمایا میں جانتا تھا کہ پانی برسے گا۔ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ نے کیسے جان لیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری ایک مرتبہ سید نور الدین مبارک نور اللہ مرقدہ کے ساتھ سلطان شمس الدین کے سامنے ناچاقی ہو گئی تھی' کچھ میں بھی خفا ہوا کچھ انہوں نے بھی مجھے سخت دست کہا۔ جب مجھ کو بارش کی دُعاء کے لیے کہا گیا میں ان کے روضۂ مبارک پر گیا اور کہا کہ مجھ سے لوگ بارش کی دُعاء کے لیے کہہ رہے ہیں اور آپ مجھ سے رنجیدہ ہیں۔ اگر آپ مجھ سے صلح کر لیں تو میں بارش کی دُعاء پڑھوں' روضہ مبارک سے آواز آئی کہ میں نے تم سے صلح کر لی۔ جاؤ اور بارش کی دُعاء پڑھو' پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ بصرہ میں قحط پڑا اور پانی برسنا بالکل رک گیا' لوگ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور التجا کی کہ اگر آپ بارش کی دُعاء پڑھیں گے امید ہے کہ حق تعالیٰ بارانِ رحمت نازل فرمائے گا۔ جب لوگوں نے ان سے بہت آرزو منت کی تو انہوں نے فرمایا کہ کل جامع مسجد میں سب لوگ حاضر ہوں میں بارش کی دُعاء پڑھوں گا' چنانچہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کی نماز پڑھ کر ممبر پر تشریف لائے اور بارش کی دُعاء پڑھی' دستار و جبہ اور جامہ کو سامنے رکھ کر فرمایا: خداوندا! اس جامہ کی حرمت میں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پہنچا ہے باران رحمت نازل فرما۔ ابھی انہوں نے یہ بات پوری کی بھی نہیں تھی کہ اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ سات شبانہ یوم تک بصرہ سے پانی کم نہیں ہوا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ دہلی میں سخت قحط پڑا' تمام باشندوں اور مشائخ نے شہر سے باہر نکل کر استسقا کی نماز پڑھی' اور حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ممبر پر آ کر اپنی آستین سے جامہ نکالا اور پھر آسمان کی طرف منہ کر کے اس جامہ کو ہلانا شروع کیا' بارش ہونے لگی' اور خوب

بارش ہوئی' جب حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ گھر واپس آئے' لوگوں نے ان سے پوچھا کہ یہ جامہ کیسا تھا' انہوں نے جواب دیا: میری والدہ ماجدہ کا دامن تھا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ :۔

اے درویش! جس شہر میں خشک سالی ہو اور بارش ہونا رک جائے تو رات کو سورہ دخان بہت زیادہ پڑھی جائے۔

اتنا کہنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

بیسویں فصل

کشف وکرامت

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے' مولانا شہاب الدین بخاریؒ اور دوسرے عزیزان بھی موجود تھے۔ کشف وکرامت کے موضوع پر بات ہو رہی تھی' حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! اولیاء سے کرامت کا ہونا برحق ہے جس طرح کہ انبیاء سے معجزہ کا ہونا۔ لیکن سلوک میں آیا ہے: فرض اللہ علی اولیاء کتمان الکرامتہ کمافرض علی انبیاء اظہار المعجزہ. اللہ نے اولیاء کے لیے کرامت کا پوشیدہ رکھنا ایسا ہی فرض کر دیا ہے جیسے انبیاء پر معجزے کا ظاہر کرنا

سلوک کے مدارج

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ہمارے خواجگان نے سلوک کے پندرہ درجے مقرر کیے ہیں۔ کشف وکرامت اس کے پانچویں درجہ میں ہے پس اگر کوئی سالک اسی درجہ پر اپنے کو ظاہر کر دیتا ہے تو یہ مناسب نہیں ہے' سالک اسی راستہ میں رہ جائے گا اور اگر پندرہ مدارج طے کرنے کے بعد کشف وکرامت اس سے ظاہر ہوں تو مناسب ہوگا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز سے لوگوں نے پوچھا کہ آدمی کیسے سمجھے کہ وہ کامل ہو گیا اور سلوک کے درجوں کو اس نے تمام کر لیا' فرمایا اس وقت جب کہ وہ مُردہ کو دم کرے اور وہ مردہ خدا کے حکم سے جی اٹھے تو سمجھو کہ حقیقت میں وہ درجہ کمالیت کو پہنچ گیا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز اسی موقع پر فوائد فرما رہے

تھے کہ ایک بوڑھی عورت گریہ وزاری کرتی ہوئی آئی اور عرض کیا کہ میرا ایک لڑکا تھا جس کو بادشاہ نے بے قصور دار پر کھینچ دیا۔ جیسے ہی کہ اس بوڑھی عورت نے یہ عرض کیا خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں عصا لے کر اُٹھے ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی باہر نکلے اور چلے' بوڑھی عورت آگے آگے چل رہی تھی چنانچہ اس بوڑھی عورت کے لڑکے کی لاش کے پاس پہنچ گئے۔ خواجہ وہاں پر کھڑے ہو گئے' اور وہاں پر ہزاروں ہندو اور مسلمان موجود تھے' خواجہ نے فرمایا: خداوندا اگر اس کو بادشاہ نے بے قصور دار پر کھینچا ہے تو اس کو زندہ کر دے' ابھی حضرت نے یہ بات پوری بھی نہیں کی تھی کہ بوڑھی عورت کا لڑکا زندہ ہو گیا اور چلنے لگا۔ اس روز ہزاروں ہندو مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے اس کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصحاب کی طرف منہ کر کے کہا کہ آدمی کی کمالیت بس اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ خواجگان میں شامل ہو جائے۔

حضرت خواجہ بابا فرید گنج شکرؒ کی والدہ

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! میری والدہ بہت زیادہ بزرگ اور صاحب کشف وکرامت تھیں' چنانچہ ایک مرتبہ گھر میں چور داخل ہو گیا' سوائے والدہ کے سب لوگ سوئے ہوئے تھے اور وہ عبادت الٰہی میں مشغول تھیں' جب چور اندر آیا تو اندھا ہو گیا' باہر بھی نہیں نکل سکتا تھا' اس نے آواز دی اگر اس گھر میں مرد ہے تو وہ میرا باپ اور بھائی ہے اور اگر عورت ہے تو وہ میری ماں اور بہن کے برابر ہے جو بھی ہو میرے لیے دُعاء کرے کیونکہ اس کی بزرگی کی وجہ سے میں اندھا ہو گیا ہوں۔ شاید اس کی برکت سے میری آنکھیں روشن ہو جائیں اور دیکھنے لگیں' میں توبہ کرتا ہوں اب آئندہ کبھی چوری نہیں کروں گا' جیسے ہی والدہ نے اس کی التجا سنی انہوں نے اس کے لئے دُعاء فرمائی اور اس کی آنکھ کی روشنی واپس ہو گئی' اور وہ واپس چلا گیا' جب دن ہوا تو میری والدہ نے کسی شخص سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ ایک گھنٹے کے بعد ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ دہی کا ایک گھڑا سر پر لیے ہوئے اپنے گھر والوں کے ساتھ آ رہا ہے تاکہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں' اور پھر وہ مسلمان ہو کر چوری وغیرہ سے تائب ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ پہاڑ کی طرف جارہے تھے' اس جگہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بکریاں چرارہے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پہنچ کران سے تھوڑا دودھ مانگا۔ انہوں نے جواب دیا میں کیسے دوں؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حضرت رسالت پناہ ہیں' اگر تھوڑا دودھ دے دو گے تو کیا ہوگا۔ انہوں نے جواب دیا میں امانت دار ہوں اور مالک کی اجازت نہیں ہے کہ میں دودھ کسی کو دوں' پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسی بچہ بکری لاؤ جس کو تھن نہ ہوا ہو۔ عبداللہ بن مسعودؓ بکری لے آئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کی پیٹھ پر پھیرا' اتنا دودھ اس بکری کو ہوا کہ جس کا کوئی حد اور حساب نہیں' اور جب تک وہ بکری زندہ رہی دن میں پانچ مرتبہ دودھ دیتی اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی وجہ سے ہوا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ میں غزنین کی طرف سفر کر رہا تھا۔ ایک بزرگ کو میں نے ایک غار میں دیکھا جو بہت بڑے عبادت گزار اور ذکر میں مشغول رہنے والے تھے' میں نے غار کے اندر جا کر ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ' میں بیٹھ گیا' تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے میری طرف منہ کر کے کہا اے عزیز! آج تیس برس سے میں اس غار میں ہوں' اور میری روزی عالم غیب سے ہے' اگر کوئی چیز پہنچ جاتی ہے تو کھالیتا ہوں ورنہ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں' الغرض جب نماز کا وقت ہوا تو میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی' اور منتظر تھا کہ روزہ کس چیز سے کھولوں گا۔ خرما کا ایک درخت سامنے تھا' ان بزرگ نے اس خرما کے درخت پر ہاتھ مارا اور اس درخت سے دس خرمے گرے' انہوں نے پانچ خرمے مجھ کو دیئے' اور پانچ خود لے لیے' ہم لوگوں نے کھائے پیے' پانی وہاں نہ تھا' ان بزرگ نے زمین پر پائے مبارک مارا تو پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ میں شرائط ادب بجالایا اور واپس جانے کی اجازت مانگی' ان بزرگ نے مصلے کے نیچے ہاتھ دے کر پانچ اشرفیاں نکالیں اور مجھ کو دیں۔

پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ:۔

اے درویش! ایک مرتبہ ہم اور شیخ جلال تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز بدایون پہنچے' ایک روز گھر کے دروازے پر ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے' ایک دہی بیچنے والا دہی کی مٹکی سر پر لیے سامنے

آیا۔ وہ دہی بیچنے والا بدایون کے قریب ایک مقام موسے کا رہنے والا تھا اس کو لوگ کہنم بھی کہتے تھے' وہاں چور' رہزن بہت زیادہ تھے وہ آدمی بھی ان رہزنوں میں سے ایک تھا' الغرض اس دہی فروش کی نظر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے روئے مبارک پر پڑی تو ایک لمحہ میں اس کا دل بدل گیا' جب شیخ نے اس کی طرف توجہ فرمائی تو اس نے کہا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں اور فوراً مشرف بہ اسلام ہو گیا اور اپنا نام علی رکھا۔ مسلمان ہونے کے بعد جب وہ گھر گیا تو اسی وقت ایک لاکھ جیتل نذرانہ کے طور پر شیخ کی خدمت میں لایا' شیخ نے نذرانہ قبول کر لیا اور پھر اس کو دے دیئے اور کہا کہ اس چاندی کے سکے کو حفاظت سے رکھ جس کام میں میں تجھے ہدایت کروں گا اس میں خرچ کر دینا غرض کہ اس چاندی کے سکے کو کئی آدمیوں کو بخش دیا گیا۔ ایک کو چالیس درہم' دوسرے کو پچاس درم' اور کسی کو بیس درم' زیادہ سے زیادہ فی آدمی ایک سو پانچ درم اور کم سے کم پانچ درم فی آدمی کے حساب سے بانٹ دیئے گئے۔ یہاں تک کہ وہ سب سکے تقسیم ہو گئے' صرف ایک درم باقی رہ گیا۔ پھر علی کے دل میں خیال آیا کہ میرے پاس صرف ایک درم رہ گیا ہے اور شیخ پانچ درم سے کم کسی کو بخشش نہیں کرتے' اگر انہوں نے کسی کو دینے کا حکم دیا تو میں کیا دوں گا۔ وہ یہی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک سائل آیا اور سوال کیا۔ شیخ نے علی سے فرمایا کہ ایک اس کو دیدے' علی حیران رہ گیا۔

جب شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ سے روانہ ہوئے تو علی نے بھی چاہا کہ وہ ان کے ساتھ روانہ ہو' حضرت شیخ نے فرمایا کہ تو واپس چلا جا۔ جتنا بھی شیخ اس کو واپس جانے پر زور دیتے تھے اتنا ہی وہ شیخ کے ساتھ جانے کے لیے منت وسماجت کر رہا تھا' جب اس نے بہت زیادہ التجا کی تو شیخ نے فرمایا کہ دیکھو مصلحت اسی میں ہے کہ تم واپس ہو جاؤ اس لیے کہ اس شہر کو میں نے تمہاری حمایت میں دیا ہے' اس کے بعد علی مان گئے اور حضرت شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز واپس ہو گئے۔

جب حضرت شیخ الاسلام نے یہ فوائد تمام کیے وہ اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمد للہ علی ذالک

اکیسویں فصل

پیر کی تعظیم

پیر کی تعظیم و تکریم

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے' اور مولانا یحییٰ غریب' مولانا نظام الدین بدایونی' شیخ جمال الدین ہانسوی اور چند دوسرے صوفیائے کرام بھی موجود تھے۔ پیر کی تعظیم و تکریم پر بات ہو رہی تھی کہ پیر کی عزت کرنا اہل سلوک کی سنت ہے حضرت شیخ الاسلام نے ارشاد فرمایا کہ اے درویش! مرید کو چاہیے کہ پیر جو کچھ بھی حکم دے اس کو مرید دل و جان سے قبول کرے۔ پھر اسی سلسلے میں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ پیر کا حق مرید پر کتنا ہے انہوں نے جواب دیا کہ اگر تمام عمر پیر کے ساتھ حج کے راستے میں مریدان کا سامان سر پر لیے پھرے تب بھی پیر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! خواجہ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ بیس برس تک میں سفر کرتا رہا تھا اور خلوت و جلوت میں ان کے ہمرکاب تھا۔ ایک مرتبہ ہم لوگ ایسے صحرا میں پہنچے جہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا تھا۔ حضرت شیخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ تیس شبانہ یوم تک اس بیابان میں چلتے رہے۔ پھر میں نے سنا کہ اس بیابان کے نزدیک ایک پہاڑ ہے' جہاں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ مجھ کو حضرت شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سامنے بلایا اور دو گرم روٹیاں اپنے مصلے سے نکال کر مجھ کو دیں کہ جاؤ ان بزرگ کو میرا سلام پہنچا کر آؤ۔ حسب الحکم میں ان بزرگ کی خدمت میں گیا' سلام کر کے دونوں روٹیاں بزرگ کے سامنے رکھ دیں۔ ان بزرگ نے ایک مجھ کو دی اور ایک اپنے افطار کے لیے رکھ لی اور اپنے مصلے کے نیچے ہاتھ لے جا کر چار خرمے نکالے اور فرمایا کہ یہ شیخ معین الدین کو پہنچا دینا' میں نے وہ خرمے لا کر حضرت شیخ

کو پہنچا دیئے' شیخ بہت زیادہ خوش اور شادماں ہوئے۔

پیر کا حکم

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! پیر کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرح ہے پس جو شخص پیر کا حکم بجالاتا ہے وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالاتا ہے' پھر روزہ کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: للصائم فرحتان فرحة عند الافطار فرحة عند لقاء ربه۔ جب روزہ دار روزہ پورا کرتا ہے اس کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ الحمدللہ یہ اطاعت مجھ سے پوری ہوئی اور اس کی نعمت کا امیدوار ہوں۔

بندگی کی جزاء

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ہر بندگی کی جزاء مقرر ہے' روزہ کی جزاء دیدار الٰہی کی نعمت ہے' یقینی روزہ دار روزہ پورا کرنے کے بعد شادمان ہوگا اور اس نعمت دیدار کی وجہ سے اس کو خوشی ہوگی۔

یہ جملہ کہنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام مراقبہ میں چلے گئے اور تھوڑی دیر تک مراقبہ میں سر جھکائے رہے' اس کے بعد اٹھے اور کھڑے ہو کر عالم تحیر میں مشغول ہو گئے' ہم لوگ واپس ہو گئے۔

الحمدللہ علی ذالک

بائیسویں فصل

رنج و مصیبت

ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ مولانا بہاء الدین غریب' مولانا نظام الدین بدایونی' شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور خانوادہ چشت کے چھ اور دوسرے صوفیا مجلس میں موجود تھے۔ رنج اور مصیبت کے موضوع پر گفتگو چھڑی ہوئی تھی' حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جو رنج و مصیبت کسی شخص پر آئے اس کو جاننا چاہیے کہ وہ کہاں سے آئی اور کس طرح اس شخص پر نازل ہوئی آدمی کی خیرت اسی میں ہے کہ وہ اس سے خبردار رہے' جو شخص کہ ہمیشہ اطاعت الٰہی میں لگا رہتا ہے اس کو کوئی ایسی تکلیف نہیں پہنچتی جس سے اس کو ذلت اٹھانی پڑے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے میں نے سنا ہے وہ فرماتی تھیں کہ اگر ایک کانٹا بھی میرے پیر میں چبھتا ہے تو میں جان لیتی ہوں کہ یہ کہاں سے اور کیوں ہوا ہے؟ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا گیا تو وہ بارگاہ ایزدی میں اس طرح عرض حال کرتی تھیں۔ "خداوندا! میں جانتی ہوں کہ یہ بہتان مجھ پر کیوں لگایا گیا ہے اور کہاں سے لگایا گیا ہے' محض اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیری محبت کا دعویٰ کرتے تھے اور اسی محبت میں سے تھوڑا سا رجحان میری طرف بھی رکھتے تھے یہ تہمت مجھ پر اسی وجہ سے لگائی گئی ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب آدمی کو درد یا تکلیف پہنچتی ہے اور اس درد میں وہ صبر سے کام لیتا ہے تو خدائے تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

گناہوں کی معافی

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! درد اور مصیبت ایک طرح سے اچھی چیز ہے کیونکہ یہ لوگوں کو تمام گناہوں سے پاک صاف کرتی ہے' پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش!

خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز بار بار یہ فرماتے تھے کہ دکھ اور تکلیف گناہوں کا کفارہ ادا کرنے والی ہوتی ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! میں نے خواجہ قطب الدین سرہ العزیز کی زبان سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں خوجہ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت کے جوڑوں میں درد ہو گیا تھا میں نے دعا مانگنے کے وقت یہ نہیں سنا کہ انہوں نے اپنی صحت کے لیے دُعاء مانگی ہو' بلکہ اُلٹا یہ کہتے ہوئے سنا کہ خداوندا! جس جگہ درد اور تکلیف ہو وہ معین الدین سنجری کو عطا کر۔ الغرض میں وہاں پر موجود تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کون سی دُعاء ہے جو آپ مانگ رہے ہیں' اور اس طرح بلا' تکلیف مصیبت' درد اور سختیوں میں مبتلا ہونا چاہتے ہیں' حضرت نے جواب دیا کہ اس طرح دُعاء مانگنا ایمان کی سلامتی کی دلیل ہے اور تکلیف کے بعد گناہوں سے آدمی اس طرح پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے وہ ابھی پیدا ہوا ہو۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا طریقہ تھا کہ وہ آرزو سے درد اور بیماری کی دعا مانگتی تھیں اور جس روز ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی تو وہ دعا مانگتیں کہ خداوندا! شاید تو اس ضعیفہ کو بھول گیا ہے کہ آج کسی مصیبت اور تکلیف سے یاد نہیں فرمایا۔

حضرت جنید بغدادیؒ

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کو کوئی تکلیف' درد اور مصیبت ہوتی تو وہ اس رات کو ہزار رکعت شکرانہ کی نماز ادا کرتے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب حضرت ایوب علیہ السلام کی صحت کا وقت نزدیک آیا تو ایک کیڑا ان کے جسم مبارک سے زمین پر گر گیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس کیڑے کو اٹھا لیا اور اسی جگہ پر رکھ دیا جہاں پر سے وہ گرا تھا۔ اس کیڑے نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ایسا ڈنگ مارا کہ ایوب علیہ السلام چیخ اٹھے اور گر پڑے۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا اے ایوب! اللہ فرماتا ہے کہ اس کیڑے کو ہم نے گرنے کا حکم دیا تھا اور تو نے میرے فرمان میں مزاحمت کی کہ اس کو اٹھا کر پھر اسی جگہ پر رکھ دیا' پس جو شخص نافرمانی کرتا ہے اس کی سزا ایسی ہوتی ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ شیخ قطب الدین بختیار اوشیؒ قدس اللہ

سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا' سلطان شمس الدین نے اپنے وزیر کو شیخ کے پاس بھیجا کہ فاتحہ اور دُعاء کی درخواست فرمائیں' بادشاہ کی طبیعت ناساز ہوگئی ہے ممکن ہے آپ کی دُعاء سے انہیں صحت ہو جائے۔ جب وزیر نے یہ درخواست پیش کی' خواجہ قطب الدینؒ نے فرمایا کہ سب لوگ بادشاہ کے لئے دُعاء مانگیں' جب سب لوگوں نے دُعاء مانگ لی تو حضرت شیخ وزیر کی طرف مخاطب ہو کر بولے کہ جاؤ' بادشاہ کو صحت ہوگئی ہے' لیکن یہ جان لو کہ جس شخص کو کوئی بیماری ہوتی ہے تو یہ اس کے ایمان کی صحت اور سلامتی کی دلیل ہے اور وہ گویا گناہ سے پاک ہوتا ہے۔

یاد دوست

اس فوائد کو تمام کرنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام انار اللہ برہانیہ رونے لگے اور فرمایا کہ اے درویش! عشاق درد اور مصیبت کو اپنا معمول بنالیتے ہیں جس روز ان پر بلا' یا درد نازل نہیں ہوتا وہ بہت زیادہ مغموم ہوتے ہیں اور اپنے لیے برا دن سمجھتے ہیں کہ آج دوست نے مجھ کو یاد نہیں کیا اور فراموش کر دیا کیونکہ اگر فراموش نہ کرتا تو ضرور ہم کو درد' مصیبت کسی چیز سے یاد کرتا۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! جب عشاق کو آفت' درد اور بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے تو شکرانہ کی ہزار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور وہ شکرانہ کی نماز دوست کے یاد کرنے پر پڑھی جاتی ہے' پس اے درویش! محبت کے راستہ میں سچا وہ ہے جو آفت' درد اور بیماری کو اپنے لیے آرزو سے طلب کرتا ہے' کیونکہ اسرار وانوار الٰہی میں سے ایک درد و مصیبت کا عاشق پر نازل ہونا بھی ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! منصور حلاج ایک سال تک بخار مین مبتلا رہے' اور اس ایک سال میں کسی شخص نے بھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے اپنی عبادت اور وظیفہ میں ذرا سی بھی کمی کی ہو' بلکہ اور زیادہ عبادت کرنے لگے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! اہلِ سلوک لکھتے ہیں کہ درد' مصیبت اور بلا عاشقوں کے لیے کھلونے کی طرح ہے جیسے خوشی کے وقت بچوں کو دیتے ہیں کہ وہ خوش ہوں۔ پس اے درویش! اگر آفت' درد اور مصیبت نعمت نہ ہوتی تو حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام اس کو قبول نہ کرتے' اگر درد' غم میں بہت زیادہ راحت نہ ہوتی تو حضرت ایوب صابر علیہ السلام اس پر صبر نہ فرماتے' اور اگر درد و بلا میں شوق واشتیاق نہ ہوتا تو حضرت داؤد علیہ السلام ہزاروں نیاز مندی کے

ساتھ اس کے لیے دُعاء نہ فرماتے اور مجاہدہ کو قبول نہ فرماتے' پھر اسی طرح حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! تمام انبیاء اولیاء اور عشاق نے بلا' درد اور بیماری کو ہزاروں آرزؤں کے ساتھ اپنے دوست سے مانگا ہے' پس اے درویش! جو شخص سلوک کے اس عالم میں داخل ہے وہ خدا کے دوستوں میں سے ہے اور جو شخص کہ سلوک کے اس عالم میں نہیں ہے وہ ہرگز اس کے دوستوں میں نہیں ہے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام اتنا کہہ کر زار زار رونے لگے' اور فرمایا کہ اے درویش ہم لوگ مسافر ہیں اور مصیبتوں کے سر پر بیٹھے ہوئے ہیں' یہ دُنیا خود ایک بلا اور مصیبت ہے' یکا یک دیکھتے دیکھتے لوگ یہاں سے اپنی عمر کی بساط لپیٹتے ہیں اور اپنا ٹھکانہ قبر میں بنا لیتے ہیں۔

جیسے ہی کہ حضرت نے یہ بات کہی اٹھے اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔

یہی وہ اسرار و انوار اور الفاظ ہیں جو بارہ سال کی مدت میں حضرت شیخ الاسلام کی مجلس میں مَیں نے سنے ہیں' اور ان کو اس مجموعہ میں قلم بند کر دیا ہے' اگر آئندہ بھی زندگی باقی رہی تو جو کچھ حضرت شیخ الاسلام کے الفاظ کانوں میں پڑیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ضبط تحریر میں لائے جائیں گے۔

الحمدللہ علی ذالک بالصواب

تمت

ملفوظات
حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ
مصنف:
حضرت بدر الدین اسحقؒ